طبع اول : ستمبر ١٩٦٢ء

تعداد : ٢٠٠٠

ر : سید امتیاز علی تاج (ستارۂ امتیاز)

ناظم مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور

بع : زرین آرٹ پریس ، ٦١ ریلوے روڈ ـ لاہور

تمم : محمد ذوالفقار خاں

ت : ایک روپیہ پچھتر پیسہ

بعونِ صناعِ مکین و مکاں و بفضلِ خلاقِ زمین و زماں
۲۲
اردو کا کلاسیکی ادب
مقالاتِ سرسید
مرتبہ
مولانا محمد اسماعیل پانی پتی
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

حصۂ ہشتم
تعلیمی، تربیتی اور معاشرتی مضامین

علم

(مقالات سرسید مرتبہ عبداللہ خان خویشگی صفحہ ۲۷ تا ۴۷)

جہاں اور بہت سے عجائبات قدرت الٰہی ھیں آنھی میں سے
ںسان کے خیالات بھی نہایت عجیب ھیں ۔ ھم دیکھتے ھیں کہ
ک قسم کی مخلوقات ایک ھی سا خیال رکھتی ھے ۔ جانوروں کی
حرکات اور افعال جو جاندار ھونے سبب سے ھیں ، اور وہ چیز جو
رک ان افعال یا حرکات کی بالواسطہ یا بلا واسطہ ھے اس کا کچھ
ں نام رکھو ، مگر وہ وھی چیز ھے جس کو انسانی حالت میں
ال کہتے ھیں ۔

تمام افعال اور حرکات جانوروں کی بلا شبہ ارادی ھیں اور کچھ
ک نہیں کہ وہ متحرک بالارادہ ھیں ۔ ان کی تمام حرکتوں کا باعث
واسطہ یا بلا واسطہ ایک خیال جلب منفعت مادی ، جیسے غذا
ز مسکن وغیرہ یا غیر مادی جیسے فرحت و انبساط اور بشاشت ،
خیال دفع مضرّت مادی و غیر مادی کا ھوتا ھے ۔ ھم نہیں پاتے
ہ انسان میں اور کوئی چیز اس سے زیادہ ھے ۔ بلا شبہ اتنا فرق
تے ھیں کہ جانور میں وہ خیالات محدود اور انسان میں نا محدود
ں ۔ مگر تعجب تو ھم کو اس بات پر ھوتا ھے کہ ھرگاہ ایک
م کے جانوروں میں ایک ھی سے خیالات ھیں اور ان پر وہ سب
ک ھی سا یقین کامل رکھتے ھیں ، تو تمام انسان بھی باوجودیکہ
ک قسم کے جاندار ھیں ، ایک سے خیالات اور ایک ھی سا یقین
ںوں نہیں رکھتے ھیں ۔

کبھی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جانوروں کے خیالات محدود ہونے کے سبب متفق ہیں اور انسان کے خیالات میں نا محدود ہونے کے سبب وہ صفت نہیں ہے ۔ مگر یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے کہ نا محدود ہونے کے لیے مختلف ہونا ضرور نہیں ہے ۔ پس انسانوں کے خیالات سے جہاں تک ہم کو واقفیت ہو اسی قدر عجائبات قدرت الٰہی سے ہم کو زیادہ واقفیت ہوتی ہے اور ان خیالات کا صحیح ہونا یا غیر صحیح ہونا ہمارے اس فائدے میں کچھ نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ در صورت مختلف ہونے کے اور بھی زیادہ فائدہ دیتا ہے اس لیے ہم اپنے اس آرٹیکل میں ایک انسان کے خیالات بیان کرتے ہیں جن کو وہ اس طرح پر کہتا ہے :۔

"مجھ کو خیال آیا کہ جس قدر اور جانوروں کو کرنا ہے اتنا ہی مجھ کو بھی کرنا ہے یا اس سے زیادہ کرنا ہے مگر میرے خیال میں یہ آیا کہ انسان کے سوا تمام جاندار مخلوقات کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان کے بنانے والے کاریگر نے سب کچھ ان کے ساتھ بنا دی ہیں ۔ اُن کو اُن چیزوں کے بہم پہنچانے یا پیدا کرنے کی حاجت نہیں ہے ۔ تمام جانداروں کی خوراک بغیر ان کی سعی و تدبیر کے پیدا ہوتی ہے ۔ سرد ملک کے جانوروں کے لیے نہایت عمدہ پشمینہ کا گرم لباس ان کے بدنوں پر پیدا کیا ہے ۔ پرند جانوروں کے لیے مینہہ سے بچنے کا باران کوٹ انھی کے بدنوں پر سیا ہے ۔ گرم ملک کے جانوروں کے لیے اُسی آب و ہوا کے مناسب اُن کا جامہ قطع کیا ہے ۔ مگر انسان کے لیے کچھ نہیں کیا ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہ سب کچھ خود کرنا ہے ۔

پھر میں نے خیال کیا کہ حیوان اپنے کاموں کے کرنے کے لیے کسی سے کچھ سیکھنے یا تعلیم پانے کے محتاج نہیں ہوتے ۔ خود سیکھے سکھائے ہی پیدا ہوتے ہیں ۔ شہد کی مکھی کو رس چوسنے

، لیے عمدہ قسم کے ماخذوں کی شناخت کوئی نہیں بتاتا اور اپنے
،روں کو ایسی عمدہ تقسیم سے نکالنا جس میں ایک بڑا مہندس
ں حیران ہو جاوے کوئی نہیں پڑھاتا ۔ بئے کو ایسا عمدہ اور
ںوظ کاشانہ بنانا کوئی نہیں سکھاتا ، مگر انسان کو بغیر سیکھے
چھ بھی نہیں آتا ۔

پھر میں نے خیال کیا کہ حیوان کے کام ، خواہ افعال جوارح
، ہوں یا دوسری قسم سے ، اور خواہ وہ از خود ان کو آئے ہوں
تعلیم سے ۔ نہایت محدود ہیں ۔ مگر انسان کے ہر قسم کے کام نامحدود
ں ۔ ان سب باتوں سے میں نے خیال کیا کہ انسان کو اور
نوروں سے بہت کچھ زیادہ کرنا ہے ۔

پھر میں نے خیال کیا کہ ایسے بڑے کاریگر نے جو انسان کو
ر جانوروں سے بھی زیادہ درندہ بنایا ہے اور طرح طرح کی مشکلات
ں ڈالا ہے تو کیا چیز اس کو دی ہے جس سے وہ یہ سب چیزیں
ر سکتا ہے اور تمام مشکلوں پر فتح پا سکتا ہے ؟ اتنے میں میرا
، بول آٹھا کہ "عقل" ۔

میں یہ بات سن کر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا یہ بات سچ ہے
گر میں نے خیال کیا کہ عقل سے تو یہ کام نہیں نکل سکتا ۔ نہ تو
خود یہ کام نکال سکتی ہے اور نہ اس کے بغیر یہ مشکل حل
و سکتی ہے ۔ یہ تو کسی دوسری چیز کے حاصل کرنے کو بطور
ہ کے ہے جیسے کہ سونا چاندی ہماری بھوک نہیں کھو سکتا
گر اس چیز کو بہم پہنچا دیتا ہے جو ہماری بھوک کھو دیتی ہے
ت سی تلاش اور جستجو میں نے کی اور خیال دوڑایا کہ وہ کیا
یز ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے عقل بھی صرف آلہ ہے تو
یال میں آیا کہ وہ چیز "علم" ہے جس کے معنی دانستن (جاننا)
یں ۔ تب میں سمجھا کہ مجھ کو اور جانوروں سے زیادہ جو کچھ
رنا ہے وہ صرف تمام باتوں کی اصلیت دریافت کرنا ہے" ۔

تعلیم

(" انتخاب مضامین سرسید " شائع کردہ فرمان علی صفحہ ۶ تا ۱۵)

تعلیم سے ہماری مراد موافق عرف عام کے لکھنا پڑھنا سیکھنے سے ہے - ہر زمانہ میں لاکھوں کروڑوں آدمی مختلف مقاصد سے لکھنا پڑھنا سیکھتے رہتے ہیں -

عام مقصد جس کے سبب سے تعلیم پر توجہ ہوتی ہے خواہ تعلیم پانے والے خود اس پر متوجہ ہوں یا اطفال کے مربیوں نے اطفال کی تعلیم پر توجہ کی ہو یہ ہے کہ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہوتی ہے کہ ایک جاہل کندۂ نا تراش سے لکھا پڑھا آدمی زیادہ بہتر ہوتا ہے اور وہ تعلیم جس درجہ کی ہوئی ہو زندگی کے کاروبار میں اس کے لیے نہایت مفید اور کار آمد ہوتی ہے - ان تعلیم پانے والوں میں لاکھوں آدمی تو ایسے ہوتے ہیں کہ ادنیٰ درجۂ تعلیم تک پہنچ کر اور کچھ متوسط درجہ کی تعلیم تک پہنچ کر رہ جاتے ہیں اور چند ایسے ہوتے ہیں کہ متوسط درجہ کی تعلیم سے آگے بڑھتے ہیں اور اپنے مذاق کے موافق علم کی شاخوں میں سے کسی شاخ کی تکمیل پر مائل ہوتے ہیں - کوئی شاعر بننا چاہتا ہے کوئی ادیب، کوئی فلسفہ میں ترقی کرتا ہے اور کوئی ریاضیات میں اور کوئی دینیات میں، و علیٰ ہذاالقیاس مگر ہر ایک کے ساتھ حصول معاش کا خیال لگا رہتا ہے اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے اس کو ذریعہ حصول معاش ضرور سمجھتا ہے -

تعلیم بغیر اس کے کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے کوئی زبان

نیار کی جائے غیر ممکن ہے جس زمانہ میں جس زبان کا عروج ہوتا
وہی زبان اس کے لیے اختیار کی جاتی ہے ۔ یہ ایک کلیہ قاعدہ
کہ جس ملک میں جو زبان حکومت کرتی ہے اسی زبان کا
ج ہوتا ہے ۔ خلفائے بنی آمیہ اور بنی عباس کے زمانے میں عربی
ن کا عروج تھا ۔ ہر شخص اسی زبان میں علوم کو سیکھنا چاہتا
۔ ہندوؤں کے زمانہ میں ہندوستان میں سنسکرت زبان کا عروج
۔ اسی کو لوگ اختیار کرتے تھے ۔ جب مسلمانوں کی عملداری
وستان میں ہوئی تو فارسی زبان کا عروج ہوا اور سب نے فارسی
ن میں تعلیم پانا اختیار کیا ۔ اب ہندوستان میں حکومت انگریزی
اور اسی زبان کو عروج ہے ۔ اس لیے ہر شخص اسی زبان کے
نیار کرنے پر مائل ہے ۔ ہاں مسلمانوں نے انگریزی زبان کے
صل کرنے میں بہت کوتاہی کی ۔ اس کے کچھ ہی سبب ہوں
ر اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی غلطی سے انگریزی
ن پڑھنے کو مخالف مذہب اسلام سمجھتے تھے ۔ مگر جب سے یہ
ال کم ہو گیا ہے یا دنیوی ضرورت نے انھیں مجبور کیا اسی وقت
مسلمانوں نے انگریزی زبان میں تعلیم اختیار کرنا شروع کر دی
۔ مگر بہت سے مسلمان مذہب کو دنیوی ضرورت سے مقدم
جھتے ہیں اور اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ان میں یہ خیال کہ
ریزی پڑھنی اسلام کے برخلاف ہے کم ہو گیا ہے اکثر حکام
نیز بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ صرف لوگ سرکاری نوکری
صل کرنے کے لیے انگریزی پڑھتے ہیں مگر غور کرنے کی بات
کہ ہر سال ہندوستان کی یونیورسٹیوں سے سینکڑوں بی ۔ اے اور
۔ اے کی ڈگری پاتے ہیں اور ان کو یقین کامل ہوتا ہے کہ
رنمنٹ کے پاس اس قدر نوکریاں نہیں ہیں کہ وہ اس جم غفیر
۔ اے اور ایم ۔ اے ڈگری یافتوں کو دے سکے ۔ پس یقینی

.گری یافته طالب علموں کو اس کا یقین ہے کہ سب کو سرکاری نوکری
ہیں مل سکتی ۔ باوصفؔ اس یقین کے جو وہ انگریزی پڑھنے پر
شغول ہیں تو ضرور ہے کہ سوائے ملازمت سرکاری کے اور کسی
ریعہ سے بھی ان کو معاش حاصل کرنے کا خیال ہے یا اس بات
ا یقین ہے کہ انگریزی بڑھا لکھا ہوا بن انگریزی بڑھے ہوئے سے
نیوی کاروبار کے لیے زیادہ مفید اور کارآمد ہے ۔ بہرحال یہ بات
لط ہے کہ ہر ایک بی ۔ اے اور ایم ۔ اے سرکاری ملازمت حاصل
رنے کے لیے پڑھتا ہے اور نہ ملنے کے سبب سرکار سے ناراض ہوتا
ے کیونکہ اس کو پہلے سے یقین ہے کہ سرکار سب کو نوکری
ہں دے سکتی ۔ ہاں جب موقع ہوتا ہے تو ہر ایک سرکاری
لازمت ملنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کو ضرور کرنی چاہیے ۔

اس زمانہ کی تعلیم میں جو بذریعہ انگریزی زبان کے ہوتی ہے
ر اگلے زمانہ کی تعلیم میں جو بذریعہ عربی زبان کے ہوتی تھی یہ
ق ہے کہ اگلے زمانہ میں تعلیم کا سامان ایسا موجود اور مہیا تھا
ہ ہر شخص جو علم کی کسی شاخ میں یا شاخوں میں اس زمانہ
ے موافق اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور اس فن کا ماسٹر ہونا چاہے
ہو سکتا تھا اور سوسائٹی جو اس زمانے میں موجود تھی اس
لیم کی مدد کرتی تھی اور اس پر عمدہ اخلاقی اثر ڈال کر اس کو
ے سوسائٹی کے لائق کر لیتی تھی ۔ اگلے زمانہ کی سوسائٹی بلحاظ
لاق و حسن معاشرت کے ایسی عمدہ تھی کہ اس میں نقص اس
انہ میں بھی نکالا جا سکتا مگر افسوس ہے کہ زمانہ کے انقلاب
، ساتھ وہ قائم نہ رہی ۔

اس زمانہ کی تعلیم جو انگریزی زبان کے ذریعے سے ہندوستان
ے ہوتی ہے اس کے لیے کوئی ایسا سامان نہیں ہے کہ جو شخص
م کی کسی شاخ میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا چاہے تو اعلیٰ درجہ

تعلیم پاکر اس فن کا ماھر ھو سکے ۔ ھندوستان میں اعلیٰ تعلیم
ُے والی وہ یونیورسٹیاں ھیں جو ھندوستان میں موجود ھیں ۔ وہ
: شبہ بی ۔ اے اور ایم ۔ اے کی ڈگریاں دیتی ھیں مگر اس تعلیم کو
لٰی تعلیم کہنا ھمارے نزدیک محض ناواجب ھے بلکہ وہ علم کی
ض شاخوں میں اوسط درجہ کی تعلیم ھے اور بعض شاخوں میں ادنٰی
جہ کی تعلیم کا رتبہ رکھتی ھے ۔

بالفعل جو باتباع احکام یونیورسٹیوں کے اس کے ماتحت کالجوں
ں تعلیم دی جاتی ھے وہ زیادہ تر کتابی اور دماغی تعلیم سے متعلق
ے ۔ اس قسم کی تعلیم کا نتیجہ ضرور ھونا چاھیے جو مسٹر کرول نے
ُے لیکچر میں بیان کیا ھے اور جس کو اودھ اخبار نے اردو زبان میں
کھا ھے ۔ انھوں نے فرمایا کہ تعلیم کا منشاء یہ نہیں ھے کہ چند
میوں کی دولت بڑھ جائے یا یہ کہ غرباء کے مقابلے میں باقی ماندہ
خاص کی زیادہ رعایت کی جائے اور نہ تعلیم کا منشاء یہ ھے کہ
ں کے ذریعہ سے لوگ صرف اپنی باھمی محافظت کریں ۔ یا
وداگری اور تجارت ھی کو ترقی دیں بلکہ تعلیم کی خاص غایت اور
ہل منشاء یہ ھے کہ لوگ نیک محض اور عمدہ قسم کے باشندے
و جائیں اور خاموشی حاصل کریں جو زندگی کے بے داغ رھنے سے
اصل ھو سکتی ھے اور لوگوں کے سوشل اور اخلاقی خصائل کی
کمیل کر لیں اور ان بھاری اور عمدہ کاموں کا حوصلہ دلائیں جن سے
لک کی عزت اور زینت ھوتی ھے ۔

سر ولیم میکورتھ ینگ نے ڈگری یافتہ طالب علموں کو مخاطب
کرکے فرمایا اس کا حاصل بھی وھی ھے جو مسٹر کرول نے اپنے لیکچر
یں کہا تھا ۔ سر ولیم میکورتھ نے ڈگری یافتہ طالب علموں کو مخاطب
کرکے فرمایا کہ ان کی ڈگریاں اس بات کے لیے ھیں کہ وہ اپنے
وسیہ معاملات اور گفتگو میں معزز برتاؤ اختیار کریں ۔ اخلاق اور

ںدہ تعلیم کی ترقی میں مدد دیں ۔ سوشل نظام اور اپنے ہم جنسوں
بہبودی کے قائم رکھنے میں کوشاں رہیں ۔ المختصر ایک بھاری
طنت کے سربرآوردہ شہریوں کے فرائض ادا کرتے رہیں ۔

مگر ہماری رائے میں اخلاقی تعلیم صرف کتابوں کی تعلیم سے
اصل نہیں ہوتی بلکہ عمدہ سوسائٹی اس کی تعلیم دیتی ہے ۔
ندوستان میں جو قدیم سوسائٹی علماء اور نیک ، خدا پرست ، رحمدل ،
ک خصلت لوگوں سے مرکب تھی وہ مدت ہوئی کہ مردہ ہوگئی اور
ں سوسائٹی جو زمانہ حال کے موافق ہو اب تک قائم نہیں ہوئی
مکمل نہیں ہوئی ۔ اس لیے وہ نتائج جن کا ذکر مسٹر کرول نے
ے لیکچر میں کیا یا سر ولیم میکورتھ ینگ نے ڈگری یافتہ
لب علموں سے خواہش کی ، حاصل نہیں ہوتی ۔

ہم اس بات کو جیسا کہ اودھ اخبار نے لکھا ہے نہایت مفید
ر ضروری سمجھتے ہیں کہ اسکول ماسٹروں کو چاہیے کہ اپنے
گردوں کے ذہن نشین کرتے رہیں کہ وہ اعلیٰ درجہ کا چلن اور
یفانہ اولوالعزمیاں اختیار کریں اور اسی طرح ہمارے کالجوں کے
وفیسروں کو بھی منجملہ ایسے لوگوں کے ہونا چاہیے جن میں
الات عالیہ پائے جاتے ہوں ۔ مگر ہماری رائے میں جب تک کہ خود
ی قوم کے چند لوگ اس قوم کی سوسائٹی کے مہذب کرنے پر
دہ نہ ہوں اور دلی سعی و کوشش نہ کریں سوسائٹی کی حالت
ست نہیں ہو سکتی اور یہی سبب ہے کہ باوجودیکہ کئی قرن
رنمنٹ کو ہندوستانیوں کو تعلیم دیتے گذرے مگر ان کی سوسائٹی
حالت اب تک درست نہیں ہوئی ۔

نہایت مشکل یہ ہے کہ دنیا میں کسی قوم کی سوسائٹی اور
شل حالت ایسی نہیں ہے کہ جس میں ایسے امور بھی شامل نہ
ں جن کی بناء غلط یا صحیح طور پر مذہبی امور پر مبنی نہ کہی

نی ہو ۔ پس اگر وہ امور ترقی سوسائٹی کے مانع ہیں اور غلطی سے
کی بناء مذہبی امور پر رکھی جاتی ہے تو جب تک اسی قوم کا
وئی شخص اس غلطی کو ظاہر نہ کرے اور اس مانع کے رفع
نے میں کوشش نہ کرے تو رفع نہیں ہو سکتی ۔ غیر قوم کے
خص کا اس امر مانع پر متنبہ کرنا گو وہ کیسا ہی سچ کہتا ہو
لف اثر پیدا کرتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ وہ شخص بسبب
تلاف قومی یا مخالفت مذہب کے ایسا کہتا ہے ۔ اگرچہ ہم قوم
ر ہم مذہب والے پر بھی ہزاروں شخص طرح طرح کے اتہام لگاتے
ں اور اس بات کی ساعت نہ ہونے پر کوشش کرتے ہیں اور
رنمنٹ تو کوئی بات جس سے مذہب میں مداخلت کرنے کا شبہ
اختیار نہیں کر سکتی ۔ غرضیکہ اخلاق اور شریف النفسی کی
لیم عمدہ سوسائٹی پر منحصر ہے اور انگریزی گورنمنٹ سوائے
لیم دینے کے اور کوئی طریقہ اختیار نہیں کر سکتی جس سے
ندوستانیوں میں سوسائٹی کی حالت اچھی ہو اور عمدہ سوسائٹی ان
بن جاوے ۔

دماغی تعلیم جس کا ہم نے اوپر ابھی ذکر کیا کچھ شبہ نہیں
ے کہ انسان کو انسان اور اس کی عقلی اور دماغی قوتوں کے کامل
ر اس کے اخلاق کو عمدہ بنانے میں بہت کچھ مدد کرتی ہے مگر
ب مسئلہ حصول معاش پر نظر کی جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں
کہ یقینی امر ہے کہ محض علمی پیشوں میں حصول معاش کی ذرا
ھی گنجائش باقی نہیں ہے اور اسی لیے ان کا اور نیز ہمارے حکام
ا اس طرف خیال جاتا ہے کہ حرفت اور فن کی تعلیم کو جسے
ائنس اور ٹیکنیکل ایجوکیشن سے تعبیر کیا جاتا ہے زیادہ وسعت
ی جائے ۔

ٹیکنیکل ایجوکیشن کے معنی تو ہم آج تک نہیں سمجھے کہ اس

سے کیا مراد ہے۔ اگر اس سے مراد حرفوں کی تعلیم ہے جیسے لوہاری نجّاری ۔ نور بانی وغیرہ وغیرہ تو اس کی ضرورت تو ہم ہندوستانیوں میں بہت کم پاتے ہیں کیونکہ اس قسم کے تعلیم یافتہ لوگوں کی کمی ہندوستان میں نہیں ہے۔ اگر یورپ کو یا اور کسی ملک کو اس بات میں کچھ تفوق ہے تو وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ جو کام ہندوستان میں ہاتھوں سے ہوتا ہے وہ ان ملکوں میں کلوں سے ہوتا ہے۔ مگر کلیں قائم کرنے والے وہ لوگ نہیں ہیں جو ان میں کام کرتے ہیں بلکہ کلوں کو قائم کرنے والی ایک جدا جماعت ہے۔ ہندوستان میں اگرچہ کہیں کہیں ایسی جماعتیں قائم ہوتی ہیں مگر ہندوستان میں عام طور پر ایسی جماعتوں کا قائم ہونا ظاہراً بہت دور ور بعض وجوہ سے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے۔ سائنس بلا شبہ نہایت عمدہ چیز ہے اور سائنس کا جاننے والا آج کل کے زمانہ میں قریب قریب ہر حرفت پر پورا پورا اختیار رکھتا ہے ور معاش حاصل کرنے کے لیے ایک نہایت عمدہ ذریعہ اس کے پاس ہوتا ہے جیسا کہ یورپ کے ملکوں میں دیکھا جاتا ہے مگر یورپ کے ملکوں کا قیاس ہندوستان پر نہیں ہو سکتا۔ یورپ میں ہر قسم کے متعدد کارخانے موجود ہیں اور اس لیے یورپ کی یونیورسٹیوں یں سائنس کی تعلیم دینا فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ ہر قسم سائنس انئے والے کے لیے ہر قسم کے کارخانے موجود ہیں جن میں وہ ا سکتا ہے اور اپنی معاش پیدا کر سکتا ہے۔ مگر ہندوستان میں ں قسم کے کارخانے نہیں ہیں اور نہ ابھی ان کے ہونے کی توقع ے۔ پس سائنس جاننے والا بجز اس کے کہ سائنس کا عالم ہوکر اپنے ھر میں بیٹھا رہے اور کوئی ذریعہ معاش حاصل نہیں کر سکتا۔ رنمنٹ ، ڈاکٹری ، انجینئری ، نقشہ نویسی وغیرہ کی جو ٹیکنیکل وکیشن یا سائنس مین داخل ہین بقدر ضرورت اس ملک کے تعلیم

ی ہے اور اس ذریعہ سے وہ لوگ معاش بھی پیدا کرتے ہیں مگر
، سے زیادہ تعلیم کی نہ ہندوستان کی موجودہ حالت میں گنجائش
اور نہ وہ اس تعلیم سے کچھ معاش پیدا کر سکتے ہیں -

بڑی ضرورت ہندوستان میں اعلیٰ درجہ کی دماغی تعلیم کی اور
لاقی اور سوشل حالت کی درستی کی ہے جو ابھی تک نہیں ہوئی
پورے طور پر نہیں ہوئی - اس کے بعد باقی امور لحاظ کے قابل
ں - بس مناسب نہیں کہ ہم دفعۃً سب امور کا ہونا چاہیں
ہ جو کام ہمیں پہلے کرنا ہے اس کو مقدم سمجھیں اور اس کے
، جو کام کرنے ہیں کریں -

انسان میں تمام خوبیاں تعلیم سے پیدا ہوتی ہیں

(تہذیب الاخلاق بابت یکم شوال ۱۲۸۹ھ)

میں سمجھتا ہوں کہ انسان کی روح بغیر تعلیم کے چتکبرے
ہنگ مرمر کے پہاڑ کی مانند ہے کہ جب تک سنگتراش اُس
یں ہاتھ نہیں لگاتا ۔ اُس کا دھوندلا اور کھردرا پن دور نہیں کرتا
س کو خراش تراش کر سڈول نہیں بناتا اُس کو پالش اور جلا سے
راستہ نہیں کرتا ۔ اُس وقت تک اُس کے جوہر اُسی میں چھپے رہتے
ہیں اور اُس کی خوش نما نسیں اور دلربا رنگتیں اور خوبصورت
یل بوٹے ظاہر نہیں ہوتے ۔ یہی حال انسان کی روح کا ہے ۔
نسان کا دل کیسا ہی نیک ہو مگر جب تک اُس پر عمدہ تعلیم
کا اثر نہیں ہوتا اُس وقت تک ہر ایک نیکی اور ہر ایک قسم
کے کمال کی خوبیاں جو اُس میں چھپی ہوئی ہیں اور جو بغیر اس
قسم کی مدد کے نمود نہیں ہو سکتیں ظاہر نہیں ہوتیں ۔

ارسطو نے تعلیم کے اثر کو مجسم مورتوں کے بنانے کی تشبیہہ
میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ موھنی مورت
ایک پتھر کے ڈھوئے میں چھپی ہوئی ہوتی ہے ۔ مگر مورت بنانے کا
ہنر صرف فضول چیزوں کو اُس میں سے گھڑ دیتا ہے ۔ مورت تو پتھر
ہی میں ہوتی ہے مگر آذر صرف اُس کو نمود کر دیتا ہے ۔ جو
نسبت کہ مورت گھڑنے والے کو اُس پتھر کے ڈھوئے سے ہے وہی
نسبت تعلیم کو انسان کی روح سے ہے ۔ بڑے بڑے حکیم اور عالم

ولی و ابدال ، نیک و عقلمند ، بہادر و نامور ایک گنوار آدمی کی سی صورت میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں مگر اُن کی یہ تمام خوبیاں عمدہ تعلیم کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے - جب میں جاہل اور وحشی قوموں کے حالات پڑھتا ہوں تو اُن نیکیوں سے جو اُن میں ہیں مگر ناشائستہ اور اُس دلیری اور جرأت سے جو اُن میں ہے مگر خوفناک اور اُس استقلال سے جو اُن میں ہے مگر بے ڈھنگا اور اُس دانائی اور عقلمندی سے جو اُن میں ہے مکر جانوروں کے سے مکر و فریب سے ملی ہوئی اور اُس صبر و قناعت سے جو اُن میں ہے اور گویا نا اُمیدیاں ہی اُن کی اُمیدیں ہیں نہایت خوش ہوتا ہوں - سچ ہے کہ انسان کے دل کے جوش مختلف طرح پر کام کرتے ہیں اور جس قدر کم و بیش عقل کی ہدایت اُن کو ہوتی ہے اور جس قدر کہ عقل اُن جوشوں کو درست کرتی ہے اُسی قدر مختلف طور پر اُن سے کام ہوتے ہیں - امریکا کے حبشی غلاموں کا جب ہم یہ حال سنتے ہیں کہ اپنے آقا کے مرنے پر یا ایک کام پر سے چھڑا کر دوسرے کام میں لگانے پر جنگلوں کے درختوں میں لٹک کر اپنی جان دے دیتے ہیں یا ایک ہندو عورت اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ زندہ جل کر ستی ہو جاتی ہے تو کون شخص ہے جو اُن کی وفاداری اور محبت کی تعریف نہ کرے گا گو کہ کیسے ہی ناشائستہ اور نا مہذب طور سے ظاہر ہوتی ہے - اس قسم کی جاہل اور وحشی قوموں کے دلوں میں بھی نہایت عمدہ عمدہ باتیں پائی جاتی ہیں گو وہ وحشی پنے ہی کی حالت میں کیوں نہ ہوں لیکن اگر اُن کی مناسب طور سے اور عمدہ تعلیم سے درستی کی جاوے تو وہی وحشیانہ نیکیاں کس قدر ترقی پا سکتی ہیں اور کیسے کیسے عمدہ کام اور مہذب و شائستہ نیکیاں ان سے پیدا ہو سکتی ہیں -

مجھ کو اس بات کا رنج ہے کہ میں اپنی قوم میں ہزاروں

کیاں دیکھتا ہوں پر ناشایستہ اُن میں نہایت دلیری اور جرأت پاتا
ں ۔ پر خوفناک ، اُن میں نہایت قوی استقلال دیکھتا ہوں پر
، ڈھنگا ۔ اُن کو نہایت دانا اور عقلمند پاتا ہوں پر اکثر مکر و فریب
ر زور سے ملے ہوئے ۔ اُن میں صبر و قناعت بھی اعلیٰ درجے
ھے مگر غیر مفید اور بے موقع ۔ پس میرا دل جلتا ھے اور میں
یال کرتا ہوں کہ اگر یہی اُن کی عمدہ صفتیں عمدہ تعلیم و تربیت
، آراستہ ہو جاویں تو دین اور دنیا دونوں کے لیے کیسی کچھ
ید ہوں ۔

میری یہی خواھش ھے کہ اس قسم کی تحریرات سے نیکی کو
قی دوں گو میری یہ خواھش پوری نہ ھو ۔ مگر میں اس خیال
ے تو بہت خوش ھوں کہ میں ھر پندرہ روز میں انسان کے دل
، درستی میں کچھ کچھ مدد کرتا رھتا ھوں ۔ (اُس وقت رسالہ
تہذیب الاخلاق ،، پندرہ روزہ چھپتا تھا ۔ یہ اشارہ اُسی طرف ھے ۔
، اسماعیل) ۔

تعلیم و تربیت

(تہذیب الاخلاق جلد سوم بابت ۱۰ محرم ۱۲۸۹ھ)

ک مصنف کی ایک بات کو ہم اپنی طرز پر اپنے لفظوں مین بیان
کرتے ہیں

تعلیم اور تربیت کو ہم معنی سمجھنا بڑی غلطی ھے - بلکه
جدا جدا چیزیں ھیں جو کچھ که انسان میں ھے آس کو باھر
لنا انسان کو تعلیم دینا ھے - اور آس کو کسی کام کے لائق کرنا
، کی تربیت کرنا ھے - مثلاً جو قوتیں که خدا تعالیٰ نے انسان
، رکھی ھیں آن کو تحریک دینا اور شگفته و شاداب کرنا انسان
تعلیم ھے اور آس کو کسی بات کا مخزن اور مجمع بنانا آس کی
بیت ھے -

انسان کو تعلیم دینا درحقیقت کسی چیز کا باھر سے آس مین
بنا نہیں ھے بلکه آس کے دل کی سوتوں کا کھولنا اور اندر کے
جی چشمے کے پانی کو باھر نکالنا ھے جو صرف اندرونی قوی کو
کت میں لانے اور شگفته و شاداب کرنے سے نکلتا ھے - اور
سان کو تربیت کرنا ، آس کے لیے سامان کا مہیا کرنا اور اس سے
م کا لینا ھے - جیسے جہاز تیار ھونے کے بعد آس پر بوجھ لادنا
ر حوض بنانے کے بعد آس میں پانی بھرنا -

پس تربیت پانے سے تعلیم کا بھی پانا ضرور نہیں ھے - تربیت
نی چاھو کرو اور آس کے دل کو تربیت کرتے کرتے منه تک

بھر دو ۔ مگر اُس سے دل کی سرجی سوتیں نہیں کھلتیں بلکہ بالکل بند ہو جاتی ہیں ۔ اندرونی قویٰ کو حرکت دیے بغیر تربیت تو ہو جاتی ہے مگر تعلیم کبھی نہیں ہوتی ۔ اس لیے ممکن ہے کہ ایک شخص کی تربیت تو بہت اچھی ہو اور تعلیم بہت بُری ۔

یہی ٹھیک ٹھیک حال ہم مسلمانوں کے عالموں اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے کہ تربیت تو نہایت اچھی ہے اور تعلیم کچھ نہیں ۔ ظاہر میں دیکھو تو طمطراق بہت کچھ مگر جب اصلیت ڈھونڈھو تو کچھ نہیں ۔ بھاری بھرکم تو عمامہ و دستار جبہ اور کرتہ سے بہت کچھ مگر دل کی اور اندرونی قویٰ کی شگفتگی دیکھو تو کچھ بھی نہیں ۔ نہایت عمدہ قول ہے کہ کتابوں کا پڑھا دینا تو تعلیم کا نہایت ادنٰی اور سب سے زیادہ حقیر جزو ہے ۔ بلکہ اس قسم کے بہت سے پڑھنے سے جس میں اندرونی قویٰ کی تحریک اور شگفتگی نہ ہو جس قدر دل کے قویٰ کمزور اور ناکارہ ہو جاتے ہیں ایسے اور کسی چیز سے نہیں ہوتے ۔

ہم اپنے ہاں کے عالموں کا حال بالکل یہی دیکھتے ہیں کہ اُن کے روحانی قویٰ بالکل نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور صرف زبانی بک بک یا تکبر و غرور اور اپنے آپ کو بے مثل و نظیر قابل ادب سمجھنے کے اور کچھ باقی نہیں رہتا ۔ زندہ ہوتے ہیں مگر دلی اور روحانی قویٰ کی شگفتگی کے اعتبار سے بالکل مردار ہوتے ہیں ۔ کتابیں پڑھتے ہیں اور جس قدر عمدہ کتابیں افراط سے بہم پہنچیں اُن کو اور زیادہ پڑھتے ہیں اور اُن سے تربیت حاصل کرتے ہیں اور ایسے بیل کی مانند ہو جاتے ہیں جو برابر چرتا ہے اور پھر بھی چراگاہ ہی میں رہنے کی خواہش کرتا ہے ۔ پس کتابیں پڑھ لینے سے انسانیت نہیں آ جاتی بلکہ وہ کتابی علم خود اُن پر بوجھ ہوتا ہے ۔

اس تقریر سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ تمام خرابیوں کی جڑ جو

ں پر نازل ہیں یہی ہے کہ ہم نے اپنے دل کو اور اپنے اندرونی
یٰ کو بالکل خراب کر دیا ہے ۔ علم جو حاصل کرتے ہیں وہ
ی بعوض اس کے کہ روحانی قویٰ کو شگفتہ و شاداب کرے آن
ی پژمردہ بلکہ مردہ کر دیتا ہے اور ہمارے قویٰ کو جو در حقیقت
۔ چشمے تمام نیکیوں کے ہیں بالکل کمزور اور ناکارہ کر دیتا ہے ۔
ر ہماری حالت تمام معاملات میں کیا دین کے اور کیا دنیا کے
راب ہوتی چلی جاتی ہے ۔ بس ہم کو اپنے پر رحم کرنا چاہیے اور
سی تعلیم کو اختیار کرنا چاہیے جو اندرونی قویٰ کو شگفتہ و
اداب کرے اور دل کی سوتوں کو کھول کر سرجی چشمہ سے بانی
ھر نکالے جس سے ہماری زندگی سرسبز و شاداب ہو ۔

تربیت اطفال

(تہذیب الاخلاق جلد اول نمبر ۷ - بابت ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ)

اگر ہم اس بات پر خیال کریں کہ انسانوں کے عیوب مثل
ے بادلوں کے جمع ہو کر ہم ھی پر برستے ھیں تو دنیا سے
سانوں کے عیوب بہت ھی کم ہو جاویں اور اگر ہم مرے ھوئے
گوں کی آواز پر کان دھریں اور سمجھیں کہ وہ قبروں میں پڑے
ئے زبان حال سے کیا کہہ رہے ھیں - تو شاید ایک بھی
ئی دنیا میں نہ رہے - مگر افسوس کہ ہماری آنکھیں اندھی اور
رے کان بہرے ھیں -

اکثر دیکھا جاتا ھے کہ جب وقت گزر جاتا ھے تو بہت سی باتوں
پچھتاوا آتا ھے - کہ افسوس ہم نے یہ نہ کیا اور وہ نہ کیا - اور
، وقت پچھتانے سے کیا ھوتا ھے - کیونکہ گیا وقت پھر ھاتھ
ں آتا اور لا علاج رنج کا نہایت ھی جانکاہ رنج ھوتا ھے - پس اگر
م ایسے سخت رنج سے بچنا چاھیں تو اس کا علاج صرف یہی ھے
ہ موجودہ وقت کو غنیمت جانیں -

غنیمت داں ھمیں دم کہ حالست

یہ بات جو ہم نے کہی ٹھیک ٹھیک انسان کی طفولیت کی
لت سے نہایت ھی مناسبت رکھتی ھے - اس لیے کہ جو عمر اور
ت تربیت کا ھے جب وہ گزر جاتا ھے تو بجز لا علاج رنج رہ جانے
، اور کچھ نہیں ھوتا - اور پھر ان کا نا تربیت یافتہ رھنا مثل

، گھٹا کے ھم پر کڑکتا ھے ۔ اور ھم پر برستا ھے ۔ اور کسی کے
ر کو بہا دیتا ھے اور کسی کے خانماں کو جلا دیتا ھے ۔

ھم دیکھتے ھیں کہ دنیا کی تمام چیزوں میں قدرتی تبادلہ ھوتا
تا ھے ۔ اور بجز انسان کے ایسی اور کوئی چیز نہیں ھے جس کو
، تبادلہ میں کچھ دخل ھو ۔ اگرچہ انسان کو کسی چیز کے پیدا
رنے کی طاقت نہیں ھے مگر اس میں اتنی قدرت ھے کہ بہت سی
یزوں کو اپنے اختیار اور قابو میں کر کر اس قدرتی تبادلہ میں
ریک ھو ۔ انسان ھی ایک ایسا وجود ھے جو تھوڑا بہت کارخانہ
.رت کے بگاڑنے یا سنوارنے میں دخل رکھتا ھے ۔ وھی ایسا
ی عقل اور ذی شعور مخلوق ھے کہ دنیا کی آئندہ رفتار کو روک
کتا ھے ۔ یا ترقی کر سکتا ھے یا ابتر و خراب حالت میں ڈال
کتا ھے ۔

یہ اقتدار اس ناکامل اور فانی وجود کا جیسا کہ لڑکوں کے
ربیت یا نا تربیت رکھنے سے ظاھر ھوتا ھے ایسا اور کسی جیز سے
لاھر نہیں ھوتا جبکہ ھم لڑکوں کی حالت پر غور کرتے ھیں
ور اُن کی بھولی بھالی اور سیدھی سادھی طبیعتوں کو ھر ایک
سم کے گناہ سے پاک پاتے ھیں اور ھر قسم کی تربیت کی استعداد
ن میں دیکھتے ھیں تو ھم کو خدا کی کامل قدرت کا نمونہ دکھائی
دیتا ھے اور یقین ھوتا ھے کہ وہ اُس ذات کامل کی دلی بخشش کی
ھوئی چیزیں ھیں اُس کے بعد ایک زمانے تک وہ ھمارے ساتھ رھتی
ھیں ۔ ھمارے سامنے اُن کی عقل فہم کی ترقی ھوتی ھے اور ھماری
تعلیم و تربیت اُن میں اثر کرتی ھے اور یا تو اچھی اچھی مثالوں کے
دیکھنے سے اُن میں عمدہ عمدہ عادتیں اور خصلتیں بیٹھ جاتی ھیں اور
یا بُری بُری نظیروں کے دیکھنے سے شروع ھی سے اُن میں بد عادتیں
اور خراب خصلتیں پڑ جاتی ھیں بہر حال لڑکپن کا موسم نکل جاتا

، اور جو کچھ که لڑکوں نے هماری صحبت اور تربیت سے نیک یا
حاصل کیا هو اُس کا اثر دنیا میں ره جاتا هے -

لڑکپن کے زمانے میں جو عمر که سات برس سے پندره برس
ٔ هے وهی ایسا زمانه زندگی کا هے جس میں آئنده کی بہبودی
، لیے زیاده تر کوشش هو سکتی هے اُس زمانے میں لڑکوں کا دل
. چیز کا جوئنده رهتا هے حافظه تیز هوتا هے قوت غور مضبوط هوتی
، اچھی عادتوں کا دیکھنا اور عمده عمده نظیروں سے تربیت پانا
ں کو عموماً نیک صحبت کہتے هیں نهایت هی موثر هوتا هے -
زمانه لڑکوں کے لیے ذهنی و عقلی اور اخلاقی تخم ریزی کا هوتا
، کیونکه اس وقت تعلیم کو دل نهایت جلد قبول کرتا هے اور اُس
، تخم کو جس میں آئنده نهایت عمده عمده پھل پھول پیدا هوں گے
ٔ جلد اُگا دیتا هے لیکن اگر اُس زمانے میں تربیت نہیں هوتی تو
ر بہت هی کم فائده هوتا هے کیونکه جوں جوں دن گزرتے جاتے
ں عادت میں مضبوطی آتی جاتی هے یہاں تک که آخرکار عادت
بعت سے مل جاتی هے اور طبیعت ثانی کہلاتی هے جس کا بدلنا نهایت
ِ دشوار هوتا هے -

ایک نهایت لائق شخص کا حکیمانه قول هے که " لڑکپن کی
بعت کتنی بڑے امراهم کی چیز هے که آئنده کی بھلائی یا برائی
ِ کی احتیاط و غیر احتیاط پر منحصر هے جو لڑکوں کے مربیوں
طرف سے هوتی هے "- پس جو لوگ که قومی تربیت یا قومی ترقی
، خواهاں هیں اُن کا سب سے بڑا کام یہی هے که لڑکوں کی تربیت
، لیے عمده انتظام کریں جن سے هم کو آئنده کی بہبودی کی توقع
ورنه هم پر یہی مثل صادق آوے گی که " میاں کہیں بوڑھے طوطے
ِ پڑھے هیں "-

هم دیکھتے هیں که مسلمانوں میں تربیت اطفال کا کوئی ذریعه

وجود نہیں ہے اور بڑا سبب اُن کی حالت کے تباہ ہونے اور اولاد
کے نالائق رہنے یا آوارہ ہو جانے کا یہی ہے - ہم اُن حالتوں کا
ذکر نہیں کرتے جن میں اطفال آوارہ اور خراب ہو جاتے ہیں کیونکہ
اس کو تو سب برا جانتے ہیں بلکہ ہم اُس حالت کا ذکر کرتے
ہیں جس میں غلطی سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری اولاد نے خوب
تربیت پائی ہے غلطی اس لیے ہے کہ حقیقت میں وہ تربیت عمدہ
تربیت نہیں ہے اور یہی سبب ہے کہ اُن کو کچھ لیاقت نہیں آتی
اور اُن کے دل میں اخلاقی فیاضی اور طبیعت کی آزادگی اور دل کی
کشادگی نہیں ہوتی - تمام قوا جو اُن میں خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں
سب پژمردہ اور ناکارہ رہ جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ اُن میں وہ قوا
جن سے انسان اپنے کسی زمانہ عمر میں نام آور اور دل چلا اور
عالی حوصلہ غیرت والا ہوتا ہے باقی نہیں رہتے -

مسلمانوں میں اگر کسی شخص کی اولاد عوام الناس کے لونڈوں
میں کھیل کود سے بچے اور اپنے ہی ہمجولیوں میں رہے اور اپنے یا اپنے
ہمسر خاندان کی صحبت اٹھائے اور دو زانو بیٹھنا اور جھک کر
سلام کرنا یا عین کو ٹھیک اُس کے مخرج سے نکال کر سلام علیک
کرنا اور ہاتھ جوڑ کر مزاج شریف پوچھنا سیکھ جاوے تو نہایت
سعادت مند اور تربیت یافتہ گنا جاتا ہے اور جب اُس کے ساتھ اُس
کو کچھ لکھنا پڑھنا بھی آتا ہو اور کسی میاں جی یا ملا سے
پڑھتا بھی ہو تو وہ تربیت کے کنگورہ پر پہنچا ہوا سمجھا جاتا ہے
اور اگر بخت و اتفاق سے اُس نے دو چار کتابیں زیادہ پڑھ لیں اور
صدرہ شمس بازغہ پڑھنے لگے تو پھر تو باوا جان پھولے بھی نہیں
سماتے اور لڑکے کا میاں مولوی اور میاں فاضل محمد کے سوا اور کوئی
نام ہی نہیں لیتے اور اگر ایسا اتفاق ہوا کہ چند تعصبات مذہبی
نے اُن کا گلا گھونٹا اور نماز پڑھ پڑھ کر ماتھے پر سیاہ گٹا ڈال لیا

دو چار فقه حدیث کی کتابیں پڑھ لیں اور مسئلہ مسائل بھگارنے
پھر تو وہ عرش سے بھی آگے بڑھ گئے اور شبلیؒ و جنیدؒ کو
ٹرخانے لگے -
مگر صرف اتنا ھی جتنا کہ بیان ھوا کافی نہیں ھے بلکہ مفید
یت ھونے کے لیے اور بہت کچھ ھونا چاھیے پس اگر غور سے
کھا جاوے اور انصاف کیا جاوے تو یہ تربیت کچھ تربیت نہیں
ایسی تربیت کا نتیجہ یہ ھوتا ھے کہ لڑکوں کے خیالات مثل
نوروں کے خیالات کے محدود ھو جاتے ھیں اور کسی قسم کی ترقی
مادہ اُن میں نہیں رھتا اُن کی حرکات مودبانہ صرف ایسے بندر کی
حرکات ھوتی ھیں جس کو سلام کہنا اور ادب سے بیٹھنا اور
ھڑے رھنا سکھایا ھو۔ اُن حرکات میں اُن اخلاقی اوصاف کا جن سے
خود حرکات انسانی بلا تصنع قدرتی ادب و اخلاق کے مقتضی
ھوتی ھیں کچھ بھی اثر نہیں پایا جاتا بلکہ انسان میں جو ایک
ہذب دلیری اور مؤدب بہادری اور ممدوح خود داری ھونی چاھیے
س کو مختصر لفظ غیرت سے تعبیر کیا جاتا ھے ایسے ادب سکھانے
باقی نہیں رھتی اُس کی طبیعت بعوض اس کے کہ بلند ھونے پر
ئل ھو بست ھونے پر رجوع کرتی ھے جس کا بد اثر اُس کی آئندہ
مر میں ظاھر ھوتا ھے پڑھنا لکھنا آ جانے سے اور منطقی یا فلسفی
و جانے سے کامل تربیت خیال نہ کر لینی چاھیے قطع نظر اس کے
ہ علوم غیر مفیدہ کچھ بھی مفید نہیں ھو سکتے صرف پڑھ لکھ
نے سے تربیت کامل نہیں ھو جاتی بہت سے پڑھے لکھے ایسے موجود
یں جو بلحاظ تربیت کے محض ایک کندہ نا تراش ھونے سے کچھ
یادہ رتبہ نہیں رکھتے۔ پس تربیت کامل کے لیے جیسا کہ علوم مفیدہ
پڑھنا شرط ھے ویسا ھی اُس کے ساتھ لڑکے کی زندگی کا ایسے طور پر
ور ایسی حالت پر بسر ھونا ضرور ھے جس سے روز بروز اُس کے

الات کو وسعت ہوتی جاوے اُس کی اُمنگ بڑھتی جاوے اُس کے
شگفتہ و شاداب رہیں غیرت جو ایک بڑا جوہر انسان کا ہے
برائیوں سے بچانے کے لیے نہایت عمدہ اور سچا محافظ ہے ہمیشہ
پر رہے۔ ظاہری اخلاق اور مؤدبانہ حرکات اوپر اوپر مثل
غن قاز کے نہ لگائے جاویں بلکہ مثل چشمہ شیریں کے خود اندر
نکلیں۔ نماز و روزہ اور کتب مذہبی کا پڑھنا فی نفسہ نہایت عمدہ
ہے مگر جب اس کی تعلیم ایسے بد طریقے سے ہوتی ہے جیسے
اب مسلمانوں میں مروج ہے اُس سے بجز اس کے کہ بد تعصبات
جاویں اور بعوض نیکی اور نیک دلی کے صفات ذمیمہ ترقی پکڑیں
مثل کانٹے دار سخت پوست کے دل کو گھیر لیں جس میں نیکی
رحم اور رقت اور ہمدردی سچائی، اور راست بازی مطلق اثر
رنے نہ پائے اور کچھ نتیجہ نہیں ہوتا ایسا تربیت یافتہ شخص
ائے اس کے کہ فخر اسلام ہوتا ننگ اسلام ہوتا ہے۔ اس لیے
ملمانوں کو جہاں اپنی اولاد کی تعلیم کی فکر ہونی چاہیے اُسی کے
اتھ اس بات کی بھی بہت بڑی فکر لازم ہے کہ زمانہ تربیت اور
صیل علم میں لڑکوں کی زندگی بسر کرنے کی کیا تدبیر کرنی چاہیے
س سے مقاصد مذکورہ بخوب ترین وجوہ حاصل ہوں۔

کچھ خفا ہونے کی بات نہیں ہے ٹھنڈے دل سے سمجھنا
اہیے کہ مذہبی تعلیم اور پند و نصائح کا اثر صرف دل پر ہوتا ہے
ضرور نہیں ہے کہ خواہش پر بھی اُس کا اثر ہو اور اس لیے
است باز اور متدین اور پرہیزگار عالی ہمت مستقل مزاج اور
نج و مصیبت میں ثابت قدم ہونے کے لیے یہ بات ضرور ہے کہ
ڑکوں کا دل اور اُن کی طبیعت ان صفات پر بخوبی حاوی ہو جاوے
رنہ تمام پند و نصائح اور نماز و روزہ نقش برآب ہوتا ہے اور نہایت
جلد سب میں فتور آ جاتا ہے اور تمام زندگی کی اُمیدیں اور بہبودیاں

تی رہتی ہیں اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ان سے کہا گیا
سمجھنے نہیں دیا کہ فلانی چیز در حقیقت عمدہ ہے اور ہر چیز
، قدر صرف اس کی عمدگی ہی پر منحصر ہے ۔

اگرچہ لڑکوں کی تعلیم کا فرض مقدم ان کے ماں باپ پر ہے
گر جیسی تعلیم کہ مطلوب ہے وہ بغیر اس کے کہ تمام قوم آپس
ں متفق ہو کر اس کو قائم نہ کرے ممکن نہیں ہے اور اس لیے
فرض تمام قوم سے متعلق ہوتا ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ
سے سامان تعلیم کے موجود نہ ہونے سے تمام قوم گنہگار اور شرمسار
ے اور اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ اب لوگ ہوشیار ہوں گے
ر اس فرض کفایہ کے پورا کرنے پر جو بسبب ضرورت و حاجت
دید کے رتبہ میں فرض عین سے زیادہ بڑھ گیا ہے توجہ فرماویں گے ۔
اللہ ولی التوفیق وھو حسبی و نعم الرفیق ۔

غیر مفید تعلیم

جو تعلیم کہ حسب احتیاج وقت نہ ہو وہ غیر مفید ہے -
ک عقلمند آدمی کا قول ہے کہ اگر حسب احتیاج وقت لوگوں کی
لیم و تربیت نہ ہو تو اُس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ اول
لس اور محتاج اور پھر نالائق اور کاہل اور پھر ذلیل و خوار پھر
ر و بدمعاش ہو جاتے ہیں -

پچھلی حالت تو اب تک مسلمانوں کی نہیں پہنچی اگر اسی طرح
انہ چلا گیا تو بہت جلد یہ نوبت بھی آجاوے گی مگر اور سب
یں تو فضل الٰہی سے ٹھیک ٹھیک پوری ہوگئی ہیں اب یہ بات
کھنی چاہیئے کہ یہ حالت مسلمانوں کی درحقیقت اسی سبب سے
ئی یا نہیں ، مفلسی کا اصلی سبب جہل ہے اور غیر مفید علوم
عالم اور جاہل اور دونوں برابر ہیں اس لیے کہ اُن سے نہ
گوں کو کچھ فائدہ ہوتا ہے اور نہ وہ خود کچھ اپنا بھلا
ر سکتے ہیں -

بالفعل جو علوم کہ مسلمانوں میں مروج ہیں وہ بلا شبہ
ر مفید ہیں اور حسب احتیاج وقت نہیں اور یہی باعث اُن کی مفلسی
ر محتاجی کا ہے چنانچہ ہم اُن علوم کا مختصر ذکر اس مقام پر
رتے ہیں -

علم دین - اہل مذہب کے لیے علم دین کسی وقت غیر مفید
یں ہو سکتا اس لیے کہ خود اُس کی ذات کو ہر وقت اُس کی
حتیاج ہے ہاں اُس کے مفید یا غیر مفید ہونے سے اُسوقت بحث کی

سکتی ہے جب کہ اُس کے فائدہ کا متعدی کرنا یا غیر مذہب
ٖوں کے حملے سے اُس کی حفاظت منظور ہو مگر جو طریقہ تعلیم
نیات کا مسلمانوں میں بالفعل رائج ہے وہ ان دونوں پچھلی باتوں
ں سے ایک کے لیے بھی مفید نہیں یونانی فلسفہ کا تو زمانہ جس
ے مقابلہ کے لیے علم کلام نکلا تھا گیا مگر جو اعتراضات تاریخی
ے علمی مذہب اسلام پر زمانہ حال میں وارد کیے جاتے ہیں اُن
جواب تو درکنار شاید اُن کے سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں ہے
ے لیے کہا جا سکتا ہے کہ زمانہ حال میں دینیات کی تعلیم بھی
لمانوں میں مفید طریقہ پر نہیں ہے ۔

علم لسان ۔ اس علم سے سات علم متعلق ہیں ۔ لغت ،
ف نحو ، معانی ، بیان ، بدیع ، انشاء ، یہ سب علوم اکثر بزبان
بی اور کبھی بزبان فارسی مسلمانوں میں پڑھائے جاتے ہیں مگر یہ
ب علوم فی نفسہ کچھ علوم نہیں ہیں بلکہ حصول علم اور اُس کی
وین اور اس کے بیان کے لیے آلہ ہیں پس اگر علم لسان ذریعہ
صول علوم مفیدہ نہیں ہے تو محض بے فائدہ ہے عربی زبان اس
نہ میں بجز علم دین کی شق اول کے اور کسی قسم کے مفید
وم حاصل کرنے کے لیے ذریعہ نہیں ہے اور اس لیے سوائے ایک
لت کے اور تمام حالتوں میں وہ علوم محض غیر مفید ہیں ۔

علم منطق ۔ یہ بلا شبہ مفید ہے مگر فی نفسہ کچھ مفید
ں بلکہ جب اور علوم مفیدہ کے شامل استعمال کیا جاتا ہے جب
ید ہوتا ہے مگر مسلمانوں میں دو وجہ سے یہ علم بھی غیر مفید
گیا ہے اول اس لیے کہ کسی علم مفید کی تعلیم ہی نہیں رہی
ں کے ساتھ استعمال میں آنے سے اس علم کو مفید قرار دیا جاوے
سرے اس لیے کہ اس علم کے اصول نہایت مختصر ہیں جو بکار آمد
ں مسلمانوں نے اس کو اس قدر غیر مفید طول دیا ہے کہ ایک

ر تصور و تصدیق ھی کی بحث میں گذر جاتی ھے اور نہ کسی کا
ور ھوتا ھے نہ کسی کی تصدیق اور اس لیے اس کو خود
۔ مفید کر دیا ھے ۔

علم طبعی الٰہی ۔ ایک فقرہ ایک لفظ ایک حرف اس علم کا
، زمانہ میں مفید نہیں نہ دین کے کام کا نہ دنیا کے بقول شخصے ،
لیپنے کا نہ پوتنے کا ۔

علم حساب ۔ علم ھندسہ ۔ یہ دونوں علم بلا شبہ نہایت
ید ھیں مگر مسلمانوں میں ان کی تعلیم جس قدر مروج ھے وہ کچھ
ی مفید نہیں ۔ بڑے سے بڑے عالم وحیدالعصر اور فریدالدھر جناب
ِلوی صاحب و قبلہ کو لے لو ۔ تحصیلی مکتبوں کا ھوشیار لڑکا
، دونوں علموں کو آن سے بہتر و مفید تر جانتا ھوگا ۔ پس جس
ندار سے یہ علوم مسلمانوں میں مروج ھیں اور عمل تقسیم تک
خلاصۃالحساب پڑھ لینے اور تحریر اقلیدس کا مقالہ اول ختم کر لینے
۔ فضیلت کی پگڑی بندھائی جاتی ھے محض غیر مفید ھیں ۔

علم ھیئت ۔ ایک اصول اور ایک مسئلہ اس علم کا جو
ربی زبان میں ھے صحیح نہیں ۔ مِن اوّلہ الیٰ آخرہٖ غلط اور خلاف
اقع ھے ۔ پس جو چیز کہ غلط اور خلاف واقع ھے وہ کبھی مفید
یں ھو سکتی ۔ پس شرح چغمینی اور مجسطی پڑھنے سے کیا
تیجہ مفید حاصل ھو سکتا ھے ھاں البتہ جہل مرکب ترقی پاتی
جاتی ھے ۔

علم آلات ۔ ھم کیوں اس کا تذکرہ کرتے ھیں اس لیے
نہ مسلمانوں میں مروج ھی نہیں مگر دیکھنا چاھیے کہ یہ علم
مسلمانوں میں ھے بھی یا نہیں جب بہت تلاش کرتے ھیں تو بڑے
بڑے عالموں کے کتب خانے میں چند ورق کا رسالہ جرثقیل اور
دو یا تین صفحہ کا رسالہ کُرّہ اور بیس باب کا رسالہ اسطرلاب

تے ھیں اور جب اور زیادہ تلاش کرتے ھیں اور ملکوں ملکوں
ں ڈھونڈتے پھرتے ھیں تو ایک بڑی نام آور کتاب "آلات رصد
جندی" پاتے ھیں ۔ مگر پھر پوچھنا پڑتا ھے کہ اس کو کوئی
نتا ھے ؟ تو اس گھسیارہ کے منشی کی طرح جو دیکھتا ھے وہ روتا
، ۔ بہر حال اگر آن کو کوئی جاننے والا دیکھے بھی تو زمانۂ حال
، آلات کے مقابل میں محض لغو اور بیہودہ اور غیر مفید خیال
ہے ۔

علم طب ۔ اس علم کا پردہ موت و حیات نے ڈھانک رکھا
، ۔ یعنی جتنے معالج ھیں ان کے علاج سے لوگ مرتے بھی
ں اور جیتے بھی ھیں مگر جب زمانہ حال کی طب اور اس کے
ال اور اس کی تحقیقات کا مقابلہ کیا جاوے تو ثابت ھوگا کہ
م طب جو مسلمانوں میں رائج ھے ۔ اگر اس میں ترقی نہ کی جاوے
اس کی کامل فائدہ مندی نہیں ھے ۔ اب مسلمانوں کے علوم کی ترکی
م ھوگئی اور بخوبی ظاھر ھوگیا کہ ان میں کوئی علم مفید مروج
ں ھے اور یہی باعث ان کی ذلت اور مسکنت کا ھے پس مسلمانوں
واجب ھے کہ تعصب کو چھوڑیں اور بعد تحقیقات اور مباحثہ
، سلسلہ تعلیم مسلمانوں کا ایسا قائم کریں جو آن کے دین اور دنیا
نوں کے لیے مفید ھو ۔

ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم اور گورنمنٹ

ایک زمانہ ہندوستان پر ایسا گذرا ہے کہ بڑے بڑے
شنوں کی یہ رائے تھی - کہ ہندوستانیوں کو علوم جدیدہ اور
انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دینا نہیں چاہیے - بلکہ اُن کو ایشیائی
میں جو محض بے سود ہیں غلطاں اور پیچاں رہنے دینا مناسب
- تاکہ ہندوستان کو زیر رکھنے اور ہندوستان کو وحشیوں کی
ت سے آگے نہ بڑھنے اور ان کی آنکھ کے نہ کھلنے دینے کو
سے بہتر کوئی پالیسی نہیں ہے -

اُن کے برخلاف چند نیک دل پالٹیشن ایسے تھے جن کی یہ
تھی کہ نہیں ہندوستانیوں کو اعلیٰ تعلیم دینا چاہیے - اگر
ایسا نہیں کریں گے تو اپنا فرض اُن لوگوں کے ساتھ جن پر
نے ہم کو حکومت دی ہے ادا نہیں کریں گے -

چند سال تک پہلوں کی رائے غالب رہی اور ایشیائی علوم
ایشیائی زبانوں کی تعلیم پر بڑی سوگرمی رہی - آخرکار پچھلوں
رائے غالب آئی - جس کا نتیجہ ہندوستان میں یونیورسٹیوں کا
ہونا ہے - مگر یہ مت سمجھو کہ پہلی رائے معدوم ہو گئی
- بلکہ اب تک موجود ہے اور اس کے پھر زندہ ہونے کے آثار
م ہوتے ہیں اور کیا عجب ہے - کہ وہ پھر زندہ ہو جاوے
دہ ہو گئی ہو -

ہندوستان کی یونیورسٹیاں مثل انگلستان کی یونیورسٹیوں کے

اعلی تعلیم کی ڈگریاں دیتی ھیں - مگر اس کو اعلی تعلیم کہنا نہایت شرم کی بات ہے -

اعلی تعلیم صرف چند کتابوں کے پڑھ لینے اور طوطے کی طرح یاد کر لینے اور امتحان دے دینے اور انگریزی میں (آئی ٹلی ٹیل) بول لینے سے حاصل نہیں ھوتی - بلکه اس کے لیے سب سے بڑی تعلیم دینے والی عمدہ سوسائٹی ہے - جس کا وجود ہندوستان میں نہیں ھے اور شاید صدیوں تک ابھی نہیں ھونے کا - ایک دانشمند کا قول ھے - کہ انگلستان میں بچوں اور طالب علموں کو کتاب پڑھنے سے اس قدر تعلیم نہیں ھوتی ، جس قدر کہ کان اور آنکھ سے ھوتی ھے -

تربیت تعلیم کا بہت بڑا رکن ھے - مدرسۃالعلوم میں ھم نے طالب علموں کی تربیت پر حتے المقدور کوشش کی ھے - مگر انگلستان کے کالجوں اور سکولوں کی سی تربیت تو محال ھے - البتہ اس قدر کہہ سکتے ھیں کہ ھندوستان کے اور کالجوں کی نسبت مدرسۃالعلوم میں تعلیم کے ساتھ عمدہ تربیت بھی ھوتی ھے -

علاوہ اس کے انگلستان کے کالجوں میں ان طالب علموں کے لیے جو اعلی درجہ کی ڈگری پاتے ھیں - آن علوم میں ترقی کرنے کو جن کا آن کو مذاق ھے - ہزاروں روپیہ سال کی فیلو شپ دی جاتی ھے - جس سے وہ فارغ البال ھوکر اس علم میں اعلی درجہ کی ترقی کرتے ھیں اور نئی نئی ایجادوں اور عمدہ عمدہ تصانیف سے ملک کو فائدہ پہنچاتے ھیں اور علم کو قوم میں شائع کرتے ھیں -

ھندوستان کے کسی کالج میں اس کا وجود بھی نہیں ھے - اور ھندوستان کے طالب علم جو کچا پکا علم کالجوں سے حاصل کرتے ھیں - آس کی ترقی کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ھے اور اس لیے جو کچھ انھوں نے سیکھا ھے - اس میں روز بروز تنزل ھوتا جاتا ھے

م نے چاہا تھا کہ مدرسۃالعلوم میں فیلو شپ مقرر کرنے کا دستور
ری کریں ۔ مگر اس کے لیے سرمایہ بہم نہیں پہنچ سکتا اس سبب
، مجبور ہیں ۔

اس بیان سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں جو اعلیٰ
جہ کی تعلیم کہلائی جاتی ہے وہ در حقیقت اعلیٰ درجہ کی تعلیم
ں ہے ۔ بلکہ صرف ایک ادنیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی ہے ۔ مگر جہاں
سی نے کوئی ڈگری یونیورسٹی سے پائی ۔ اس نے سمجھ لیا ۔ کہ
، میں بہت بڑا عالم ہوگیا کوس لمن الملک الیوم بجانا
وع کردیا ۔ وہ آواز طبل سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی
اجب آزادی کو وہ اپنا ایمان بناتا ہے اور یہ سمجھتا بھی نہیں کہ
دی کیا چیز ہے ؟ حب الوطنی کا بہت جوش اس کے دل میں اٹھتا
، مگر وہ نہیں سمجھتا کہ حب الوطنی کیا چیز ہے اور کیونکر
تی ہے ۔ پالٹیکس میں جو ایک بہت بڑا اور عمیق فن ہے ۔
، میں تو وہ اپنے تئیں لاثانی سمجھتا ہے ۔ ہمارے نزدیک یہ
جہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور تربیت نہ ہونے کا ہے ۔ یہ تمام باتیں
ف انھیں لوگوں میں نہیں ہوتیں ۔ جنھوں نے یونیورسٹی کی کوئی
ری پائی ہے ۔ بلکہ ان طالب علموں میں بھی جنھوں نے اے ،
، سی ، ڈی ۔ شروع کی ہے ۔ یہ سب باتیں دیکھا دیکھی ان میں
ی ویسی ہی ہوتی ہیں ۔ شور و شغب کرنا اور گورنمنٹ کی ہر ایک
ت میں مخالفت کرنا اور ملک میں غل مچاتے پھرنا ۔ ان کا شیوہ
جاتا ہے ۔ جیسے کہ اس زمانہ میں کانگریس والوں کا شیوہ ہے
ر یہی نتیجہ انگریزی تعلیم کا ہے ۔ تو ہم کو خوف ہے کہ ان
نے پالٹیشنوں کی رائے پھر زندہ ہو جاوے گی اور اس رائے کا
ہ کرنا گورنمنٹ کا فرض ہو جاوے گا اور زیادہ تر مسلمان طالب
موں کا نقصان ہوگا ۔ جنھوں نے ابھی چند روز سے انگریزی تعلیم

پر کسی قدر توجہ کی ہے -

بنگالیوں میں - دکن کے برھمنوں میں - پارسیوں میں - بہت کثرت سے ایسے لوگ ھو گئے ھیں جو اپنی قوم کے برے بھلے لوگوں کو سنبھال سکیں گے - لیکن مسلمانوں کی ایسی حالت نہیں ھے اگر مسلمان طالب علموں نے بھی ویسا ھی طریقہ اختیار کیا جیسا کہ ان قوموں کے طالب علموں نے اختیار کیا ھے تو ان کا دین اور دنیا میں کہیں ٹھکانہ نہیں رھنے کا -

ھم نہیں سمجھ سکتے کہ پنجاب میں جو حضور ملکہ معظمہ قیصرہ انڈیا کا اسٹیچو قائم کرنے کی تجویز ھوئی تھی اس میں کیا امر تھا جو اس قدر شور و غوغا کیا گیا اور ایسا طریقہ برتا گیا - جو تہذیب کے بالکل برخلاف تھا -

چند لوگوں نے یہ تجویز قرار دی تھی کہ ملکہ معظمہ قیصرہ انڈیا کا اسٹیچو لاھور میں قائم کیا جائے جو لوگ اس کے بانی تھے انھوں نے اس تجویز کو قطعی قرار دے دیا تھا اور عام مجمع میں اس تجویز کو اس لیے پیش کیا تھا کہ جو لوگ اس کو پسند کرتے ھوں اس میں شریک ھوں اور جو لوگ اپنا روپیہ اس سے بہتر اور مفید کام میں لگانا چاھتے ھوں ان کو اختیار کلی تھا کہ وہ اس میں شریک نہ ھوں اور چندہ نہ دیں پس کوئی وجہ شور و شغب کرنے اور بے تہذیبی برتنے کی نہ تھی سیدھی بات تھی کہ جن لوگوں کا خیال کسی دوسرے مفید کام کی طرف تھا - اس کے چندہ میں شریک نہ ھوتے - ھمارے نزدیک سچی اور حقیقی اعلٰی تعلیم پائے ھوئے لوگ اس مجمع میں ھوتے تو نہایت خاموشی سے ان لوگوں کی تقریر سنتے اور پھر ان کو اختیار تھا کہ اس میں شریک ھوتے یا نہ ھوتے - مگر جو کچھ اس مجمع میں ھوا - اس کے ھونے کا موقع نہیں تھا ھم تو اپنے کالج کے مسلمان طالب علموں کو

یحث کرتے ہیں - کہ وہ کسی پولٹیکل مباحثہ میں کبھی نہ
ں - پولٹیکل امور میں کسی کالج کے طالب علموں کا کام نہیں ہے
نہ ان کو اپنے تحصیل علوم میں مشغول رہنا چاہیے - پولٹیکل امور
ے نازک اور باریک ہیں - کہ بڑی معلومات اور وسیع علم اور
ے سے تجربوں کے بعد اس میں رائے لگانے کا موقع ملتا ہے - جن
، معلومات نہایت محدود ہیں جن کا علم ابھی کچا ہے وہ کیا رائے
، کی نسبت لگا سکتے ہیں -

بہت لوگوں کا خیال ہے کہ جب مسلمان بھی اس قدر تعلیم یافتہ
، جاویں گے جس قدر کہ بنگالی ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ
، جاویں گے اور تعلیم کو ایسا ہی بدنام کریں گے - جیسا کہ
ہوں نے کیا ہے - اگرچہ ہم مسلمانوں کی تعلیم کے دل سے خواہاں
ں لیکن اگر اس تعلیم کا وہی نتیجہ ہو جو اور قوموں میں ہوا ہے
خود ہم کو مسلمانوں کی تعلیم پر کوشش کرنے کا افسوس ہوگا
ر ہمیں کہنا پڑیگا - کہ ع

بیشک ایں فتنہ است خوابش بردہ بہ

مگر ہم کو اپنے کالج کے مسلمان طالب علموں سے ایسی توقع
ں ہے ان کو تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے - وہ ہرگز گورنمنٹ
مخالفت پر کمر نہیں باندھیں گے اور گورنمنٹ کی پالیسی کو
جھیں گے اور جانیں گے کہ گورنمنٹ کو کیا کیا مشکلیں پیش آتی
ں اور وہ کس خوبی اور عمدگی سے ان کو حل کرتی ہے اور جہاں
ک ممکن ہے رعایا کی آسودگی اور بہبودی اور خوشحالی میں کوشش
رتی ہے اور اگر ہم زیادہ تر لائق زیادہ تر وفادار - زیادہ قابل اطمینان
ورنمنٹ کے ہوں گے تو زندگی زیادہ آسائش سے بسر کریں گے - پس
ی طریقہ ہمارے مسلمان طالب علموں کو اختیار کرنا چاہیے -

ہماری تعلیم ہماری زبان میں

(تہذیب الاخلاق بابت ۱۲۹۸ھ صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۸)

یہ خیال بہت پرانا ہے کہ اگر ہماری تعلیم ہماری زبان میں ہو تو
رے لیے اور ملک کی ترقی کے لیے زیادہ تر مفید ہے ۔ لارڈ میکالے
، پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس پر بہت کچھ عمل کیا تھا ۔
کتہ میں ایک سوسائٹی کتابوں سے ترجمے کے لیے قائم کی تھی ۔
ر بہت سی کتابیں ترجمہ بھی کی تھیں جن کا اب کہیں نشان بھی
ں ملتا ۔ پھر دھلی کالج میں اس پر ہمت مصروف ہوئی اور زر کثیر
جموں پر اور ان کے چھاپنے پر خرچ ہوا اب وہ کتابیں جہاں دستیاب
تی ہیں ردّی کی قیمت سے بھی کم قیمت ہیں ۔ پھر بانیان
ئنٹیفک سوسائٹی علیگڈھ نے اس مسئلہ کو نہایت اہم سمجھا اور
سوسائٹی اس مقصد سے قائم کی کہ علوم و فنون کی کتابیں اپنی
ن میں ترجمہ ہوکر شائع ہوں ۔ مگر وہ بھی کامیاب نہ ہوئی ۔
جاب یونیورسٹی کالج کا جو منشاء ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے
کہ بہت پرانی بات ہے جس کو مدت ہوئی کہ اختیار کیا گیا تھا اور
بہ کے بعد بے سود سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا ۔ اس وقت جو
تابیں ورنیکلر میں صاحبان ڈائریکٹرز بنگالہ ۔ اضلاع شمال و مغرب ۔
جاب اور یونیورسٹی کالج لاہور نے شائع کی ہیں ان کا رواج
ف گورنمنٹ اسکولوں میں محدود ہے جہاں وہ حکماً پڑھائی جاتی
ں اور اس کے سوا کچھ بھی ان کی قدر نہیں ہے ۔ ہر ایک
ک کے کوریٹر بک ڈپو کا دفتر اس بات کو بتا سکتا ہے کہ ملک
ں ان کا رواج کس قدر ہوا ہے ۔ غالباً کوئی کتاب بھی اس طرح

نہیں ہوئی ہوگی جس کی نسبت کہا جاوے کہ ملک میں اس
اج ہوا ہے ۔ اس کا سبب یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ ملک تعلیم
خالی ہے اور جب تعلیم یافتہ اشخاص ملک میں نہیں ہیں تو
وں کا شیوع نا ممکن ہے ۔ ہم دل سے اس بات کو تسلیم کرتے مسیتوع
مگر اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ورنیکلر میں کتابوں
وجودگی ملک کو تعلیم یافتہ بنانے میں کامیاب نہیں ہوئی اور
۔ برآں یہ کہتے ہیں کہ مشرقی علوم یا زبان کی ترقی یا ان میں
ں کتابوں کا ترجمہ ہم کو تعلیم یافتہ (بشرطیکہ تعلیم سے بر زینہ
ی تعلیم مراد نہ لی جائے) نہیں بنا سکتا ۔

نہایت زور آور یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ تمام دنیا میں کوئی
ے ایسا نہیں ہے جس نے اپنی دیسی زبانوں اور دیسی علوم میں
، کیے بغیر عزت اور دولت ، حشمت و حکومت حاصل کی ہو ۔ یہ
ل اور اس قسم کی بہت سی دلیلوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ سائنٹیفک
سائٹی کے اخبار اور اس کی روئدادوں اور مباحثوں میں کی گئی
ں ۔ دیسی علوم کے معنی تو ہم نہیں جانتے مگر اس بات کو
لیم کرتے ہیں اور بارہا تسلیم کر چکے ہیں کہ جن ملکوں نے
، زمانہ میں اعلیٰ درجہ کی ترقی کی ہے اس کا بڑا سبب یہی ہے
ہ انھوں نے تمام علوم و فنون کو اپنی زبان میں کر لیا ہے ۔ مگر
ن ملکوں نے ایسا کیا ہے ان میں اور ہندوستان میں بہت بڑا فرق
ے ۔ اُن ملکوں میں ایک ہی قوم اور ایک ہی زبان حکومت کرتی
ے مگر ہندوستان میں نہ ہندوستانی حکومت کرتے ہیں نہ یہاں
، زبان حکمران ہے ۔ پھر ان ملکوں پر ہندوستان کا قیاس ایک
ت بڑی غلطی ہے ۔ دنیا میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں پائی
اتی کہ جہاں حاکم و محکوم مختلف زبان اور دیسی قوم، مختلف زبان ۔
ختلف خیالات کے ہوں اور انھوں نے اپنی دیسی علوم (جو کچھ

کہ اس کے معنی ہوں) اور اپنی پرانی شائستگی کو ترقی دینے سے عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کی ہو۔ انگلینڈ و اسکاٹ لینڈ کی در حقیقت مختلف زبانیں ہیں اور اسکاچ زبان اب بھی اسکاٹ لینڈ میں بولی جاتی ہے مگر ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کسی اسکاچ مین کو یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ وہ اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم کو (جو کچھ کہ اس کے معنی ہوں) ترقی دے کر عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کرے گا آئرلینڈ کے باشندے اگر یہی خیال رکھتے تو اُن میں ایک شخص بھی ایسا لائق اور نامی پیدا نہ ہوتا جیسے کہ ہوئے ۔ خود ہمارا ہندوستان ہی اس کی نظیر کے لیے کافی ہے ۔ جب غیر قوم یعنی مسلمانوں نے ہندوستان کو فتح کیا تو یہاں کے باشندوں میں سے وہی لوگ برسر عرضہ اور حکومت میں شریک ہوئے جنھوں نے اُن کے علوم ، اُن کی زبان ، اُن کے سے خیالات ، اُن کا سا تمدن ، اُن کا سا لب و لہجہ ، اُن کی سی روشنی اختیار کی ۔ ہندوستان میں اس خیال کا پیدا کرنا کہ ہم مشرقی علوم اور دیسی زبان اور دیسی علوم کو (جن کو ہم نہیں جانتے) ترقی دے کر عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کریں گے بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی امریکہ کے اصل باشندوں کو خیال دلائے کہ تم اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم میں (جو کچھ کہ ہوں) ترقی کر کے اپنی حکمران قوم میں عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کرو گے ۔

قومی ترقی اور حکومت دونوں ماں جائی بہنیں ہیں ۔ جب کسی قوم میں حکومت نہ رہے تو اس کی ترقی صرف اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنی فتح مند قوم کے علوم و زبان حاصل کرنے سے اپنے فتح مندوں کے ساتھ ملکی حکومت میں حصہ لے ۔ علوم کی اُن شاخوں میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت پیدا کرے [illegible]

.وں نے کاملیت حاصل کی ھے ۔ سوشل عادات اور عملی و علمی و
ی خیالات اس قسم کے پیدا کرے جو فاتح و مفتوح میں کسی
جہ تک مناسبت پیدا کریں ۔ جب تک فاتح و مفتوح میں اس قسم
مناسبت پیدا نہ ھو اُس وقت تک باھمی دوستی کا برتاؤ محالات
، ھے ۔ اسی مناسبت کے نہ ھونے سے آج تک ھندوستان میں
ح و مفتوح کا باھم دوستانہ برتاؤ نہیں ھے ۔ خوشامد کی باتیں جو
ھے کہہ لے اور پولٹیکل طریقہ میں جو کچھ بیان کرنا ھو کیا جاوے
ر ھندوستانیوں کا حال اپنی فتح مند قوم کے ساتھ غلامی کی
لت سے کچھ ھی زیادہ ھے ۔ ھم اس کا الزام اپنی فتح مند قوم کے
ہ نہیں دھرتے بلکہ خود اپنی قوم کے ذمہ ڈالتے ھیں کہ اس نے
ود اپنے تئیں اس لائق نہیں بنایا کہ ھماری فتح مند قوم ھم سے
ستانہ برتاؤ کر سکے ۔ پھر علوم مشرقی کی ترقی اور چھوٹی موٹی
جمہ کی ھوئی کتابیں ھم کو کیا نتیجہ دیں گی اور ھم کو کونسی
ت و دولت و حشمت و حکومت بخشیں گی ۔ یونیورسٹی کالج لاھور
ے اب تک ھم کو کس نتیجہ پر پہنچایا ھے جو آئندہ پوری
نیورسٹی ھو کر اور مردہ علوم مشرقی کو زندہ کر کے اور ھماری
انی شائستگی کو پھر پیدا کر کے ھم کو پہنچاوے گی ۔ کچھ شبہ
یں کہ یونیورسٹی کالج اب بھی ھماری ترقیوں کا سد راہ ھے اور
ب وہ یونیورسٹی ھو جاوے گا اور ضرور ھو جاوے گا تو ملک
ے لیے ، قوم کے لیے ، ملکی ترقی کے لیے ، قومی ترقی کے لیے
ت عظیم ھوگا ۔ ھم پر احسان رکھ کر ھم کو دھوکہ میں ڈالا
اتا ھے کہ ھم تمھارے مشرقی علوم و تمھاری مشرقی زبان کی ترقی
یتے ھیں ۔ مگر ھم پوچھتے ھیں کہ کیوں اور کس مطلب سے ؟
س کا جواب کسی پیرایہ میں کیسے ھی میٹھے لفظوں میں دیا جائے
س کا نتیجہ یہی ھے کہ غلامی کی حالت میں رکھنے کے لیے ۔

گورنمنٹ نے ہمارے لیے سول سروس میں داخل ہونے کا رستہ ،
ۓ اس میں کیسی ہی مشکلات پڑ گئی ہوں ابھی تک کھلا رکھا
ہ - بیرسٹری کی سند ، ڈاکٹری کا ڈپلومہ ، انجینئری کا سرٹیفکیٹ
صل کرنے کے لیے کوئی امر ہم کو مزاحم نہیں ہے - ہندوستان
ں انڈین سول سروس کے عہدے کو جس میں ہماری بد بختی سے
ہی تک چنداں قابلیت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے جانے دو
ئر ہائی کورٹ کی ججی حاصل کرنے سے ہماری امیدیں ابھی سنقطع
ں ہوئی ہیں - ہندوستانیوں کا کونسل قانونی میں داخل ہونا ابھی
ـ بند نہیں ہوا ہے - ہم کو سمجھنا چاہیے کہ ان حقوق کے
جی طور سے حاصل کرنے کے لیے ہم کو کیا کرنا ہے ؟ کیا
رقی مردہ علوم کو زندہ کرنے والی یونیورسٹی ؟ کیا ہماری پرانی
ئستگی کو پھر ہمارے لیے مہیا کرنے والی تجویز ؟ معمولی
بدے بھی جیسی وکالت و منصفی و سب ججی ہے بغیر انگریزی
ن کی لیاقت کے ہم کو میسر نہیں آ سکتی - پھر کیا مردہ علوم
رقی کے زندہ ہونے اور ہماری مشرقی زبانوں کی ترقی سے ہم کو
چھ نتیجہ مل سکتا ہے - یونیورسٹی کالج لاہور جو پوری
نیورسٹی ہونے والا ہے بجز اس کے کہ ہم کو سیدھی راہ چلنے
، روکے ہم کو ہمارے حقوق سے محروم رکھے ہم کو اس لائق
ہونے دے کہ ہم اپنے حقوق کا دعویٰ کر سکیں ہمارے حق
ں اور کیا کر سکتا ہے ؟

ہم کو ایسا لائق ہونا چاہیے کہ ہم دور دراز اور مختلف
کوں کے سفر کرنے سے قابل ہوں - ہم بساطی کی سی دوکانداری
نکلیں - ہم اپنی اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دیں - ہماری
ت کی محمدن اینڈ ہندو کمپنی کے نام سے کوٹھیاں لندن میں -
نبرا میں ، ڈبلن میں ، برسلز میں ، سنیٹ پیٹرز برگ میں ، برلن

نا میں ، قسطنطنیہ میں ، بیکن میں ، واشنگٹن میں اور دنیا
، تمام حصوں میں قائم ہوں ۔ ہم بحری و بری سفر کو اسی طرح
شی سے کریں جیسے کہ قومیں کرتی ہیں جس سے ہم کو عزت ،
لت ، حشمت اور حکومت میں شرکت حاصل ہو ۔ پھر کیا
ے مردہ مشرقی علوم کا زندہ ہونا اور مشرقی زبانوں کا ترقی دینا
ری پرانی شائستگی کو پھر قائم کرنا ہم کو اس قابل بنائے گا ؟
گز نہیں ۔ پس ہم کو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی
نوں کے ترقی دینے کے جال میں پھنسانا صاف ایسی تدبیریں کرنا
، کہ جہاں تک ہوسکے ہم کو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے
کا جائے ۔ جو لوگ کہ دور اندیش ہیں وہ کبھی ایسی پالیسی
، پسند نہ کریں گے اور اس میں ہندوستان کی فلاح نہ تصور
یں گے بلکہ اپنے حق میں ، ہندوستان کے حق میں ، گورنمنٹ
، حق میں شدید مضر سمجھیں گے ۔

ہم کو سر الیگزنڈر اربتھناٹ کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر
گفتگو بھولی نہیں ہے جبکہ انھوں نے کہا تھا کہ ''وہ تجویزیں
، سے یونیورسٹی کے سند یافتہ لوگوں کو اس قدر فائدہ پہنچا بغیر
ک بڑے مباحثہ اور اختلاف رائے کے انجام کو نہیں پہنچیں ۔ اس
ال کے ہر پہلو پر سخت تکرار و بحث واقع ہوئی ۔ اس مضمون
اولاً بحث ان دو فریقوں میں واقع ہوئی جن کو بطور اختصار
، اورینٹلسٹ اور یورپین کہتا ہوں اور اورینٹلسٹ سے مراد وہ لوگ
، جو یہ چاہتے تھے کہ تعلیمی سرمایہ صرف مشرقی زبانوں اور
بمی فنون کی تعلیم میں صرف کیا جائے اور یورپین سے وہ لوگ
اد ہیں جو یہ کہتے تھے کہ یورپین لڑیچر اور علوم جدیدہ
تخصیص انگریزی زبان کی وساطت سے سکھائے جائیں'' پس
میان لاہور یونیورسٹی بجز اس کے کہ اس متروک طریقہ کو جو

حقیقت ہمارے لیے مضر ہے پھر زندہ کرنا چاہتے ہیں اور کیا
ناء رکھتے ہیں ۔
کیا اس نیک دل اور ہندوستان کے دوست سر الگزنڈر اربتھناٹ
اس فقرہ کو ہم بھول جاویں گے کہ ''مگر اس اعلٰی تعلیم
بارے میں جن کی ترقی کی نظر سے ہماری یونیورسٹیاں قائم ہوئی ہیں
کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ قضیہ اور مباحثہ بالکل
ہو گیا ہے ۔ اب اس مخالفت نے دوسری مشکل اختیار کی ہے اور
یہ اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اعلٰی تعلیم جو ہمارے کالجوں
ر اسکولوں میں دی جاتی ہے پولٹیکل ناراضی پھیلانے کی باعث
تی ہے'' سر الگزنڈر نے کہا کہ '' اگر میری بھی یہ رائے ہوتی
میں اس عہدہ پر نہ ہوتا جس سے مجھ کو یونیورسٹی نے افتخار
شا ہے'' انھوں نے کہا کہ ''جس قدر زیادہ مکمل تعلیم
دوستانیوں کو دی جائے گی اسی قدر وہ زیادہ گورنمنٹ انگریزی
قدر کرنے کے لائق ہوں گے'' پس پنجاب یونیورسٹی اگر وہ قائم
جائے تو ہمارے حق میں بجز اس کے کہ ہمارے اعلٰی درجہ کی
ربین تعلیم کو برباد کر دے اور اس پالیسی پر عمل کرے جو
میں برباد کرنے والی ہے اور کیا کرے گی ۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے بعض
لیم یافتہ لوگوں کو زیادہ دلیر کر دیا ہے اور انھوں نے نہایت
خت اور بعض اوقات نہایت بے جا اور نا واجب اور نا منصفانہ
تہ چینی گورنمنٹ پر کی ہے ۔ مگر ہم دل سے یقین رکھتے ہیں
ر گورنمنٹ کو بھی یقین دلانا چاہتے ہیں کہ وہی تعلیم یافتہ
راض نکتہ چین جس قدر گورنمنٹ انگریزی کے قدردان ہیں شاید
وسرا کوئی نہ ہوگا ۔ پس نکتہ چینی کے اندیشہ سے ہماری تعلیم
و برباد کرنا ہمارے حق میں کچھ انصاف نہیں ہے ۔ ہم کو
لغ العلوم اور ملک العلوم کے خطاب دینا اور پیر نا بالغ کے درجہ

رکھنا ہم کبھی پسند نہیں کر سکتے -

ہمارے لیے سیدھا رستہ کھلا ہوا ہے کہ جہاں تک ہم سے
سکے یورپین لٹریچر اور یورپین سینز میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی
ل کریں - جہاں تک ہم کو یونیورسٹی کے سچے خطاب حاصل
سکتے ہیں حاصل کریں اور جب اس سے بھی زیادہ ہم میں
ت ہو آکسفورڈ و کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں تعلیم کو جائیں -
لی سے اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں حاصل کرنے میں کوشش کریں -
ے تئیں مہذب و تعلیم یافتہ جنٹلمین اُس کے اصلی و حقیقی معنوں
ں بنائیں اور جو فیض تعلیم و تربیت و تہذیب ہم نے اُن مہذب
کوں میں حاصل کیا ہو اُس کو اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں
ں پھیلائیں - بے شک ہم کو ایسا کرنے میں بہت مشکلات
ں - ادھر ہم کو اپنی قوم کی جہالت و تعصب سے مقابلہ
رنا ہے اور ادھر اپنی فتح مند قوم کے ان تنگ دل لوگوں کی
احمت کا برداشت کرنا ہے جو ہمارے سوشل ، پولٹیکل حالت کی
قی اپنی طبعی تنگ دلی کے برخلاف سمجھتے ہیں - ہماری
گلش لائف ، انگلش تمدن ، جنٹلمین کے سے اخلاق یہاں تک کہ
رے تغیر لباس سے بھی وہ ایسے ناراض ہوتے ہیں اور چشم خشم
ود سے ہم کو دیکھتے ہیں جیسے کوئی ایک نہایت نیک دل
ے مجرم کو دیکھتا ہو - مگر ہم کو اپنی اور قوم کی بھلائی پر
ر رکھنی چاہیے اور جو تکالیف اور مشکلات ہم کو پیش آویں
یت تحمل و پختہ مزاجی سے برداشت کرنی چاہئیں - مگر ہم اس
ت کو مخفی رکھنا نہیں چاہتے کہ گریٹ رفارمر یعنی زمانہ
ں باتوں کو ضرور ہونے دے گا اور کوئی مزاحمت اور کوئی
خوشی و خفگی اُس کو روک نہیں سکے گی - مگر بے شک یہ
گ دلی کے خیالات ناراضی کو ترقی دینے والے اور فاتح و مفتوح
ں ہمدردی و محبت کو توڑنے والے ہیں -

ہماری زبان

اور

ہماری اعلیٰ درجہ کی تعلیم

ہمارے دو آرٹیکلوں نے جو اس آرٹیکل سے اوپر چھپے ہیں
ارے پنجاب کے دوستوں کو گھبرا دیا ہے بلکہ کسی قدر رنجیدہ
ر دیا ہے ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان آرٹیکلوں سے ہم کو بالتخصیص
جاب یونیورسٹی پر حملہ کرنا مقصود ہے اور اپنے حسن ظن سے
ں کی بنیاد حسد پر قائم کی ہے ۔ ہم کو افسوس ہے اگر یہ کمینہ
صلت ہم میں ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی جس کے اصول سے بلا شبہ
م مختلف الرائے ہیں اگر وہ یونیورسٹی ہو جائے تو ملک کو اور
سے وسیع ملک کو جس میں تین اور یونیورسٹیاں موجود ہیں
وئی معتد یہ نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔ اگر وہ صحیح اصول پر قائم
رتی ہے اور اس سے ملک کو برخلاف ہماری رائے کے فائدہ پہنچنے
لا ہے چشم ما روشن ہماری عین خوشی ہے کہ ملک کو فائدہ
چے اور ہماری رائے غلط ثابت ہو اور اگر وہ در حقیقت ملک کو
ندہ پہنچانے والی نہیں ہے تو اس کو ہونے دو اس سے مخالفت
کچھ ضرورت نہیں ہے خود اس میں ناکاسی کا بیج ہے اور وہ آپ
ں ناکام ہوجائے گی ۔

ہمارا مقصد صرف اپنی قوم کو متنبہ کرنا ہے کہ در حقیقت
ا چیز اس کے لیے مفید اور اس کی ترقی کے لیے بکار آمد ہے اور

گورنمنٹ کو اس بات کا جتلانا ہے کہ ہماری ترقی کے لیے اُس کو کیا کرنا ہے ۔ عام تعلیم ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عام تعلیم کے لیے ہماری زبان نہایت عمدہ وسیلہ ہے جو تحصیلی و دیہاتی مکتبوں میں محدود رہنی چاہیے ۔ ہم اس بحث کو بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ ہماری زبان میں علوم و فنون کے ترجمہ سے ہم کو اعلیٰ درجہ کی ترقی تعلیم میں ہو سکتی ہے یا نہیں ۔ اگر بالفرض ہو بھی سکتی ہو تو اُس کا نتیجہ کیا ہے ؟ بنارس کالج نے سنسکرت زبان کی ترقی پر بہت کچھ توجہ کی مگر وہ ایک کو بھی سنسکرت میں اُن پنڈتوں کی برابر نہیں بنا سکا جو دھوتی باندھے کمری پہنے منکنکا اور شیوالہ گھاٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اپنی مقدس زبان سنسکرت کو تحصیل کرتے ہیں ۔ اس کی تحصیل سے ملک کو بجز اس کے کہ بنارس میں دس پانچ منگتا پنڈت اور زیادہ ہوگئے کیا نتیجہ حاصل ہوا ؟ یونیورسٹی کالج لاہور نے بلخ و بدخشاں کے طالب علموں کو جو کچھ تعلیم دی ہو ہم کو اس کا حال معلوم نہیں مگر آج تک اُس نے ایک کو بھی عربی یا فارسی میں اُن لوگوں کی برابر نہیں بنایا جنھوں نے مسجد کے چبوتروں اور خانقاہ کے تنگ و تاریک حجروں میں بیٹھ کر اور درود و فاتحہ کی روٹیوں پر گذران کرکے عربی اور فارسی کو تحصیل کیا اور اعلیٰ درجہ کا تبحر اس میں پیدا کیا مگر اس کا نتیجہ بجز اس کے کہ مُردوں کی روٹیاں کھانے والے زیادہ ہو گئے ملک کو کیا فائدہ پہنچا ؟ اگر پنجاب یونیورسٹی قائم ہو جائے اور ہم کو علوم مشرقی میں دیسی ہی تعلیم دے (گو دیسی تعلیم بھی ممکن نہیں) تو بجز اس کے کہ چند بھکاری اور چند فاتحہ کی روٹی کھانے والے ملک میں زیادہ ہو جائیں اور کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے ۔ ہم کو صاف صاف بتاؤ کہ لاہور یونیورسٹی کالج نے جن لوگوں کو انٹرنس میں پاس

ـنے کی سندیں عطا کیں ھیں ۔ پروفشینسی اور ھائی پروفشینسی کے
لاب مرحمت فرمائے ھیں وہ کس مرض کی دوا ھیں اور اُن سے
ک کو قوم کو اُس کی دولت کو اُس کی حکومت کو اُس کی تجارت
و اُس کے اخلاق کو اُس کی روشن ضمیری کو اُس کے وسعت
الات کو کیا فائدہ پہنچا ھے یا آئندہ پہنچ سکتا ھے ؟ ھاں اگر یہ
ہا جائے کہ اُس تعلیم سے مقصد ھی یہ ھے کہ ایسے نہ ھونے
یں تو سب کچھ تسلیم کیا جا سکتا ھے ۔

ھم کو طعنہ دیا جاتا ھے کہ خود ھم نے اسی اصول پر
ائنٹیفک سوسائٹی قائم کی تھی اور بہت کچھ مباحثہ اور تکرار گورنمنٹ
ے کی تھی اور اب ھم اس کے برخلاف ھیں ۔ ھاں یہ بات سچ ھے
ر جس قدر مباحثہ ھم نے کیا جو ھماری سوسائٹی کے دفتر میں
وجود ھے اور بہت سے کاغذوں میں چھپ چکا ھے ابھی اُس قدر
باحثہ و استدلال پنجاب یونیورسٹی کے طرفداروں نے نہیں کیا ۔
گر اُس زمانہ میں اور حال کے زمانہ میں زمین آسمان کا فرق ھے ۔
ائنٹیفک سوسائٹی کی بنا کو پڑے اٹھارہ انیس برس کے قریب زمانہ
گذرا ۔ وہ زمانہ وہ تھا کہ اُس کے تھوڑے عرصہ پیشتر ھماری
لکہ معظمہ قیصرۂ ھند نے سلطنت ھند کا اختیار اپنے ھاتھ میں لیا
ھا اور اھل ھند کو مطلق معلوم نہ تھا کہ کس سے ھمارا تعلق چھوٹا
ور کس سے ھمارا تعلق ھوا اور اس تبدیلی نے جو بظاھر صرف نام کی
تبدیلی تھی اھل ھند کو کن کن حقوق کا مستحق کیا اور اُن حقوق
کے حاصل کرنے کو اُنھیں اپنے تئیں کس درجہ تک لائق بنانا ضروری
ھے ۔ وہ زمانہ وہ تھا کہ اُس میں انگریزی علوم کی حاجت نہ تھی
یا یوں کہو کہ قدر نہ تھی ۔ تمام عدالتوں میں دیسی زبان مروج تھی ۔
اعلی سے اعلی عہدوں کے لیے ادنی درجہ کی مشرقی تعلیم کافی تھی ۔
ھندوستانیوں کو خیال بھی نہ تھا کہ ھم کوئی ایسا عہدہ بھی پا سکتے

ھیں جو ھماری فتح مند قوم کے نوجوانوں یا تجربہ کار حکام کو مل سکتے ھیں - اُس زمانہ میں ریل و تار برقی کو کروڑوں ھندوستانیوں نے دیکھا بھی نہ تھا اور جو خیالات تجارت و ترقی کے اب پیدا ھوتے ھیں وہ اس زمانہ میں کسی کے خیال میں بھی نہ تھے - سمندر کے سفر سے بجز اُن حاجیوں کے جو نہایت ابتر و خراب حالت سے سفر کرتے تھے اور جس میں ڈوبنا بہ نسبت سلامت پہنچنے کے زیادہ یقین کے قابل تھا کوئی جانتا بھی نہ تھا اُس زمانہ کے مناسب حال بلا شبہ ایک شخص کو جو سچے دل سے اپنی قوم و ملک کی ترقی کا خواھاں ھو اس خیال کا پیدا ھونا کہ ھم دیسی زبان کے ذریعہ سے اپنے ملک و قوم کو ترقی دیں نہایت واجب اور سچا خیال ھو سکتا ھے مگر رفتہ رفتہ تمام حجاب رفع ھوتے گئے اور خود زمانہ نے بتا دیا کہ کدھر جاتے ھو اور ٹھیک رستہ کدھر ھے -

زمانے میں کچھ خفیف تبدل نہیں آیا بلکہ ایسا تبدل آیا جو آنکھ سے دکھائی دیتا ھے تربیت یافتہ لوگوں نے ھی نہیں بلکہ عام لوگوں نے بھی اس کو بخوبی دیکھا ھے - ھم مثالاً اپنے ملک کی بڑی عدالت کا ذکر کرتے ھیں جبکہ صدر عدالت ھائی کورٹ نہیں ھوتی تھی - مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے نہایت ذی علم و لائق شخص وکالت کرتے تھے اور ایسے کامیاب تھے کہ زمانہ اُن پر رشک کرتا تھا - وہ نام کے مولوی عالم اور مولوی فاضل نہ تھے بلکہ حقیقۃً مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے ایسے عالم تھے کہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو اُن سے آدھا بھی پیدا کرنا نہایت مشکل ھے - دفعۃً سنہ ۱۸۶۶ء میں صدر عدالت ھائی کورٹ ھو گئی اور یورپین علوم اور یورپین زبان نے اپنا راج کیا - وہ بار آور درخت علوم مشرقی اور مشرقی زبان کے جن کی پتنگ آسمان تک پہنچی تھی اس طرح کملا کر زمین پر گر پڑے ...

ے کے صدمہ سے جھلس جائے ۔ اب ھائی کورٹ میں جا کر علماء
رم مشرق کا حال دیکھو کہ ان پر مکھیاں بھنکتی ھیں ۔ نہ وہ
ں ذات کا کچھ فائدہ کر سکتے ھیں نہ ملک کا نہ قوم کا ۔

تمام عہدوں میں سے مشرقی علوم و مشرقی زبان خارج ہو گئی
۔ دیوانی عہدوں میں جن کی بنیاد وکالت کے امتحان پر قائم ھوتی
مشرقی علوم و مشرقی زبان کی قدر و پرسش نہیں رھی ۔ ھم نے
ھے کہ ھائی کورٹ کی وکالت کے امیدواروں کی فہرست میں
ک بھی مسلمان نہیں ھے ۔ نہ کوئی پنجاب یونیورسٹی کالج کا خطاب
ا ھوا ھم نے سنا ھے ۔ مگر ھم کو صحیح معلوم نہیں کہ ایک لائق
عیلدار عالم علوم مشرقی کو امیدواران ڈپٹی کلکٹری کی فہرست
ں اس لیے جگہ نہیں مل سکی کہ وہ انگریزی نہیں جانتا ۔ ھم
ورنمنٹ کی اس تجویز کو کہ تمام اعلی عہدے بجز لائق انگریزی
انوں کے کسی کو نہ دیے جائیں نہایت پسند کرتے ھیں اور جہاں
ک کہ اس میں سختی ھوتی جائے ملک کا اور قوم کا اور گورنمنٹ
سب کا فائدہ سمجھتے ھیں اور یقین کرتے ھیں کہ ملک کی ترقی
کے لیے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ھے ۔ انڈین سول سروس کے فائدہ
ے زیادہ تر ناراضی ھم کو اس لیے ھے کہ اس میں اعلی درجہ کی
علیم کی کوئی شرط نہیں ھے ۔

ھمارے ملک میں اور پنجاب میں اس وقت ایسے عہدہ دار
ھی موجود ھیں جو علوم مغربی و زبان مغربی میں پوری دستگاہ
کھتے ھیں ۔ ایک کے سامنے قانون کا ترجمہ جو نہایت محنت اور
ابلیت سے کیا گیا ھے موجود ھوتا ھے اور دوسرے کے سامنے اصل
نگریزی ۔ پھر جو شخص واقف ھیں اُن دونوں کی لیاقت اور قابلیت
کا اُس کام میں جو اُن دونوں کے ھاتھ میں یکساں ھے تفرقہ
[illegible]

زمانه نے سرکاری ملازمت ھی کی حالت کو نہیں بدلا ھے بلکہ تمام حالات مبدل ھوگئے ھیں - جس طرح علوم مشرق اور زبان مشرق عہدہ جات سرکاری میں بے کار ھوگئی ھے اسی طرح تجارت صنعت ، حرفت میں بے کار ھے - ھم روز مرہ کے کاموں میں بھی انگریزی کے محتاج ھیں - ادنلٰی درجہ کے لوگوں کو ادنلٰی درجہ کی انگریزی کی اعلٰی درجہ کے لوگوں کو اعلٰی درجہ کی انگریزی کی محتاجی ھے - یہاں تک کہ ایک کنجڑے ترکاری فروش کو یا ایک چمار جوتی والے کو بھی اس قدر انگریزی جاننا ضروری ھے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ "خوشی ھو ٹیک خوشی نہ ھو تو ٹیک" (خوشی ھو لیجیے ، خوشی نہ ھو نہ لیجیے) اعلٰی درجہ کے علوم و زبان مغربی کی تعلیم کی ضرورت ھے ھم کو - تجارت و روزمرہ ھی کے کاموں میں نہیں ھے بلکہ اس کو ھماری سوشل اور پولٹیکل حالت سے بہت بڑا تعلق ھے - جس کو سمجھ ھے وہ اس بات کو سمجھتا ھے اور جس کو آنکھیں ھیں وہ اس بات کو دیکھتا ھے اور جس کو غیرت ھے وہ اس بات کا خیال کرتا ھے اور جو حقیقۃً اپنے ملک اپنی قوم کی بھلائی و ترقی کا خواھاں ھے وہ ان سب باتوں پر نہایت دور اندیشی سے نظر کرتا ھے -

جب کہ ان انیس بیس برس کے عرصہ میں زمانہ نے ایسا تغیر و تبدل پایا ھے اور وہ تمام حالات جو اُس وقت موجود تھے جب کہ ھم نے سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی تھی اور جس کے دلائل و براھین و مباحثوں کی خوشہ چینی اب پنجاب یونیورسٹی کے طرف دار کرتے ھیں اور ھم پر حسد کا الزام لگاتے ھیں بالکل بدل گئے ھیں تو ایک شخص کا جو در حقیقت اپنے ملک اپنی قوم کی بھلائی و ترقی چاھتا ھے یہ کام نہیں ھے بلکہ اُس کے اختیار میں نہیں ھے کہ جو زمانہ بیس برس آگے بڑھ گیا ھے اس کو کھینچ کر

ں برس پیچھے ہٹا لاوے اور جو روشنی زمانہ نے دکھائی ہے
ں کوٹھی کی اوجھل کر کے اس پر کالے کپڑے کی چادر ڈال دے -
ں انجمن پنجاب اور انجمن پنجاب کا اخبار ہے جس نے اس رائے
و مشہور کیا تھا کہ ہندوستانیوں کا انگلستان میں تعلیم کو جانے
نا خلاف مصلحت ہے - کیا کچھ رنج و افسوس نہیں ہے جو ملک و
م کی ترقی چاہنے والوں نے اس رائے پر نہیں کیا - ہم لارڈ لارنس
رحوم کو روتے ہیں کہ اُن کی تجویز اسکالرشپ دے کر
ندوستانیوں کو ولایت بھیجنے کی برباد ہوگئی جس نے بے انتہا
ک کو اور گورنمنٹ کو نقصان پہنچایا اور ہمارے دوست ملک کی
رقی کا دعویٰ کرنے والے ، ہندوستانیوں کا انگلستان میں تعلیم کو
انا خلاف مصلحت قرار دیتے ہیں - افسوس صد ہزار افسوس -

ہمارے ملک کو ہماری قوم کو اگر در حقیقت ترقی کرنی اور
ی الواقع ہماری ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کا سچا خیر خواہ اور وفادار
عیت بننا ہے تو اُس کے لیے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں ہے کہ
وہ علوم مغربی و زبان مغربی میں اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرے -
ہماری دولت ، ہماری حشمت ، ہماری عزت ، ہماری سوشل ، ہماری
پولٹیکل حالت سب کا مدار اسی بات پر ہے - جو شخص کہ ہم کو
اس راہ سے بھٹکانا چاہتا ہے بلا شبہ وہ ہمارے ملک کا دوست نہیں
ہے بلکہ بلا شبہ دشمن ہے اور ہم کو دھوکہ دیتا ہے -

ہمارے لیے اب یہ زمانہ بھی نہیں ہے کہ ہم اپنی تعلیم کا مدار
صرف کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں پر اور بی - اے اور ایم - اے کی
ڈگری پانے پر محدود رکھیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندوستان
کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کو اپنی تعلیم کے لیے صرف ایک دروازہ
سمجھیں اور بسم اللہ مجریہا و مرسہا ان ربی لغفور رحیم

کہہ کر جہاز پر سوار ہوں اور اپنی کامل تعلیم کے لیے کیمبرج
اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں کو اپنا درسگاہ قرار دیں - ہماری
سمجھ میں نہیں آتا کہ پنجاب یونیورسٹی مردہ مشرق علوم اور
مشرقی زبان کو زندہ کر کے اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی سکھلا کر ہم
کو کیا بخشے گی اور ہم کو کسی رتبہ پر پہنچاوے گی - اس سے
بجز اس کے کہ ہم ایک جال میں پھنس جائیں اور ایک ایسے
بھنور میں جا پڑیں کہ تمام عمر چکر کھایا کریں اور وہیں کے
وہیں رہیں اور نجات کی کچھ توقع نہ ہو اور ہر دم ڈوب جانے کا
اندیشہ ہو اور کیا حاصل ہوگا - اس وقت ہمارے ملک میں بہت سے
عالم مشرقی علوم اور مشرقی زبانوں کے موجود ہیں مگر ہر شخص
جانتا ہے کہ محض بے مصرف ہیں اور ملک کو ان سے کوئی فائدہ
نہیں - شاید مذہبی مراسم میں ان سے مدد پہنچتی ہو اس سے ہماری
بحث کو کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ گورنمنٹ کو نہ کسی یونیورسٹی
کو جس میں گورنمنٹ دخیل ہو اس سے تعلق ہونا چاہیے -

ہم کہہ چکے ہیں کہ پنجاب یونیورسٹی کسی اصول پر قائم
ہو صحیح پر یا غلط پر ہم کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتی
تو ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ ہم پنجاب یونیورسٹی پر کوئی
حملہ کریں - بلاشبہ ہم کو اس وقت خوف پیدا ہوتا ہے جب کہ
ہم ایسے لوگوں کو جن کے ہاتھ میں خدا نے ہمارے ملک کی
بھلائی برائی نفع نقصان سپرد کیا ہے مردہ مشرقی علوم و مشرقی
زبانوں کے زندہ کرنے پر مائل پاتے ہیں تو ضرور سمجھتے ہیں
بلکہ بلحاظ حب قومی اپنا فرض جانتے ہیں کہ اس امر کو بیان
کریں کہ مردہ علوم مشرقی اور مشرقی زبانوں کے زندہ کرنے کی
فکر میں پڑنا ہمارے لیے ، ملک کے لیے بلکہ گورنمنٹ کے لیے کچھ

لائی نہیں ہے ۔ اپنی قوم کو سمجھاتے ہیں کہ ان کا مقصد
ربی علوم مغربی زبان کو اعلیٰ درجہ تک حاصل کرنا ہونا چاہیے
۔ گورنمنٹ سے یہ التجا کرتے ہیں کہ ہندوستان میں یورپ کے
وم اور یورپ کی حکمت کو ترقی دینا اس کا مقصد ہو ۔

عرضداشت سرسید برائے ورنیکلر یونیورسٹی

۱۸۶۶ء میں سرسید نے سیاسیات میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے ، اپنے حقوق کی حفاظت کرنے اور اپنی تکالیف و ضروریات کو پارلیمنٹ کے ممبران تک آسانی سے پہنچانے کے لیے "برٹش انڈین ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی ۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنی معروضات گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کی جایا کریں ۔

اگرچہ اس انجمن کی وساطت سے مسلمانوں کی متعدد شکایات کا ازالہ ھوا مگر اس تمام عرصہ میں سب سے اھم عرضداشت جو اس انجمن کے ممبران کے توسط سے گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجی گئی وہ ایک ورنیکلر یونیورسٹی کی تحریک کے متعلق تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ھندوستان میں دیسی زبان کی ایک ایسی یونیورسٹی علیحدہ قائم کی جائے جس میں بڑے بڑے تمام علوم و فنون کی تعلیم دیسی (اردو) زبان میں ھوا کرے ۔ سرسید کا خیال تھا کہ کوئی قوم اس وقت تک حقیقی ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ تمام علوم کی تعلیم اپنی مادری زبان میں حاصل نہ کرے ۔ یہی اس عرضی کا مقصد تھا جو ممبران برٹش انڈین سوسائٹی کی جانب سے سرسید احمد خاں نے خود لکھ کر اور

مرتب کر کے ۱۸۶۷ء میں گورنمنٹ کو بھیجی تھی ۔ اس تحریک کی تائید میں سر سید نے اس عرضداشت میں بڑے مدلل اور قوی دلائل دے ھیں جو آج بھی خاص طور پر غور کے قابل ھیں ۔ سر سید کی ذھانت اور دور بینی پر تعجب آتا ھے کہ انھوں نے ایسے وقت میں ایسی یونیورسٹی کی تحریک اٹھائی جب انگریزی تعلیم کا آغاز تھا ۔ سارے ملک پر انگریزی تسلط پورے طور پر بیٹھا ھوا تھا اور ان حالات میں اپنی مادری زبان کی یونیورسٹی قائم کرنے کا خیال دماغ میں آ ھی نہیں سکتا تھا ۔

ھم ذیل میں وہ مکمل مسودہ درج کرتے ھیں جسے سر سید نے مرتب کیا تھا اور جسے ایسوسی ایشن کی طرف سے گورنر جنرل ھند کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ۔ یہ پورا مسودہ اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علی گڈھ کے ۹ اگست ۱۸۶۷ء کے پرچہ میں چھپا تھا ۔

اس ورنیکلر یونیورسٹی کے متعلق ایک تفصیل مضمون مولوی عبد الحق صدر انجمن ترقی اردو نے اپنی کتاب ”سر سید احمد خاں“ میں اور مولانا حالی نے ”حیات جاوید“ میں لکھا ھے ۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

عرضداشت برٹش انڈین ایسوسی ایشن اضلاع شمال و مغرب بحضور جناب نواب گورنر جنرل بہادر ، به اجلاس کونسل

”ھم ممبران برٹش انڈین ایسوسی ایشن اضلاع شمال و مغرب جن کے دستخط اس عرضداشت کے ذیل میں ثبت ھیں به دل و جان

ر نمنٹ کی ان سخت کوششوں سے بخوبی واقف اور ان کی قدر و منزلت
رنے والے ہیں جو اس نے ہندوستانیوں کی عام تعلیم کے باب
ں کی ہیں اور ان کی عوض میں ہم سب پر گورنمنٹ کی
یت بڑی احسان مندی واجب اور لازم ہے ۔ ہم کو اچھی طرح
ن ہے کہ گورنمنٹ نے اس تعلیم کے کام کو نہایت خالص نیت
ر بالکل بے غرضی سے اختیار کیا ہے ۔ تعلیم سے گورنمنٹ کا
لی مقصود بالکل لوگوں کی بہبودی اور فلاح ہے ۔ وہ اپنی
ایا کی حالت کو ترقی دینے کے باب میں ہمیشہ ساعی رہتی ہے ۔

اس یقین کے مستقل اثر سے جو ہمارے دلوں پر اچھی طرح
ن پذیر ہو گیا ہے ، پیش گاہ حضور میں ایسی چند تدبیریں پیش
رنے کے لیے ہماری ڈھارس بندھی ہے جس کا عمل در آمد ہوجانے
ہم کو کامل بھروسہ ہے کہ اس موجودہ سررشتہ تعلیم سے
گوں کو حد سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا اور ہم کو بہت بڑی
قع ہے کہ گورنمنٹ کمال فیاضی سے ان تدبیروں پر از بس سنجیدہ
ر پسندیدہ توجہ فرمائے گی ۔

ہم اقرار کرتے ہیں کہ جو علوم و فنون اب ایشیا کے
کوں میں جاری ہیں جن کے موضوع اور تاریخی حالات ہمارے
ت سے مشہور مصنفوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور اپنی اصلی
لت میں بغیر کسی طرح کے تغیر و تبدل اور ترقی کے ہم تک
چے ہیں ان میں سے اکثر ایسے اصول پر مبنی ہیں جو زمانۂ حال
ں علم کی ترقی ہونے سے بالکل غلط اور ناجائز ٹھہرے ہیں اور
ضے علم ایسے ہیں کہ اگرچہ بنیاد ان کی صحیح اور مضبوط
ول پر ہے مگر زمانۂ حال کی نئی نئی تحقیقاتوں اور تلاشوں کے
ب سے ان کا رنگ ڈھنگ بالکل بدل گیا ہے اور بعضے علم ایسے
ں کہ اب تحصیل ان کی فضول اور غیر مروج ہوگئی ہے اور

خلاف اس کے آج کل دنیا میں بہت سے ایسے علوم و فنون کی
رم بازاری ہے جو زمانۂ حال کی ایجاد ہیں اور ان کا حال ہمارے
رگوں کو بالکل معلوم نہ تھا ۔ بس یہ ایک ایسی بات ہے جس
ے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ ایشیا میں جو علوم اور
انیں اب جاری ہیں ، ان کی تحصیل ہمارے علم کی ترقی اور
شن ضمیری کے لیے محض غیر کافی ہے اور یہ بات بھی ایسی ہی
نیقی اور مسلم ہے کہ مذکورہ فائدہ کے حاصل کرنے کے واسطے
وئی ذریعہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ ہم انگریزی زبان کو سیکھیں
ر اب جو مالا مال خزانے علم و ہنر کے زمانۂ حال میں جمع
ر قائم ہوئے ہیں ۔ ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ
ورنمنٹ کی جو تدبیر اس ملک میں انگریزی زبان کے رواج دینے
ہے وہ حقیقت میں نہایت عمدہ اور مناسب سوچی گئی ہے ۔

مگر یہ بات ممکن ہے کہ جس حالت میں ہم ایک اچھے کام
رنے پر کوشش کرتے ہوں تو ہم اور ایسے کاموں سے جو زیادہ مرتبہ
ے ہیں غافل رہیں اور اسی طرح سے ان کوششوں کی قدر و منزلت کو
ٹا دیویں جن کو اگر مناسب اور بلا رو رعایت کے کیا جائے تو ہم
و بہت فائدہ ہو یہ غلطی تعلیم کے سررشتہ حال میں ہوئی ہے ۔ ہماری
ی آرزو یہ ہے کہ یہ سررشتہ ایسا بے عیب اور بے داغ ہو جائے
ہ اس پر کوئی حرف گیری نہ ہو سکے ۔ اس سلسلہ میں ہم اس بات
خیال کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ہم ایک اچھے کام کے پورا
نے پر کمر باندھے رہنے سے ایسے مطالبوں سے غفلت کر رہے
ں جو بہت بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں اور ضروری ہیں ۔

جو گورنمنٹ خصوصاً انگریزی گورنمنٹ اپنی رعایا کے بہت سے
وہوں کو عام تعلیم دینے کا کام اختیار کرے تو اس کا فرض
ہے علم اور پند و نصیحت کی تعلیم دینا ہے جو لوگوں کے روزمرہ

کاروبار کی تہذیب و اصلاح ہووے اور لوگوں کو قدرت اور
ائق اور حالات سے جہاں تک ممکن ہو آگاہی حاصل ہو اور ان
دلوں میں عمدہ عمدہ اصول اور بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے
ال پیدا ہوں مگر اس بات کی احتیاط رہے کہ ان اصولوں اور
الوں کی اصل و بنیاد کسی مذہبی مسائل یا کسی قومی مذہبی
م و رواج پر نہ ہووے بلکہ وہ قدرتی اخلاق کے قوانین اور
العلوم عقل سے تسلیم کر لینے پر مبنی ہو ۔ یہ کام مشکل تو
حد ہے مگر غیر ممکن نہیں اور اگر اس کو کامیابی کے ساتھ انجام
نے پر کوشش کی جائے تو نتیجہ اس کا ملک کے حق میں نہایت
دہ ہو چنانچہ لوگوں کی عقل کے روشن ہونے سے ان کے
و دولت اور جسمانی فائدوں کو ترقی ہوگی جب کہ وہ ان
ب چیزوں کی ماہیت سے جو ان کے چاروں طرف نظر آتی ہیں
قف ہو جائیں گے اور ایسے فاسد خیالوں اور بے ہودہ خوف
اندیشہ کو آئندہ فوراً اور یک بیک قبول نہ کر لیا کریں گے ۔
ں سے لوگوں کی طبیعتوں کو پریشانی حاصل ہوتی اور سب میں
ک ھل چل پڑ جاتی ہے اور عام امن آسائش اور انتظام میں خلل
قع ہوتا ہے ۔ علاوہ اس کے جو نفرت اور عداوت نسل اور
ہب کی غیرت سے پائی جاتی ہے وہ قدرت اور عقل کی روشنی کے
گے نیست و نابود ہو جائے گی اور بجائے ان سب کے آپس میں
اظ و پاس اور بھروسہ قائم ہو جائے گا ۔

جو گورنمنٹ سوائے ان غرضوں کے اور کسی قسم کی اور
اید اس کمتر خواہش کے سبب سے اپنی رعایا کی تعلیم پر آمادہ ہو
ہ ان کو صرف اس قدر تعلیم کیا جائے کہ وہ اپنی زندگی کے معمولی
روبار انجام دینے کے لائق ہو جائیں تو وہ گورنمنٹ رعایا کے ساتھ
ں سے زیادہ کچھ نہیں کرے گی جو ایک آدمی اپنا بوجھ کھچوانے

اور کوئی کام لینے کی غرض سے کسی جانور کے ساتھ اس کے
.ھانے میں کرتا ہے مگر ہم کو دل سے یقین ہے کہ گورنمنٹ ہند
یہ غرض اور ایسا ارادہ نہیں ہے بلکہ اس بات کو ہم تحقیق
نتے ہیں کہ اس نے جو کام تعلیم کا اختیار کیا ہے وہ بڑے بڑے
لٰی درجہ کے مقصدوں اور ارادوں سے شروع کیا ہے - چنانچہ اس
مشہور عمدہ ثبوت وہ تین یونیورسٹیاں یعنی مدرسہ ھائے اعظم
ں جن میں علی العموم علم تک ہر ادنٰی و اعلٰی کی دسترس
ںن ہے - اس لیے ہم اپنی گورنمنٹ کو اس بات کے تصفیہ پر
وجہ کراتے ہیں کہ جو سررشتہ تعلیم کا آج سرکار کا درست اور
م کیا ہوا موجود ہے وہ اس قابل ہے یا نہیں کہ اس سے تعلیم
لی کے مقصد جن کا تذکرہ بالاجمال اوپر ہوا حاصل ہوویں - ہم
زمندی سے عاجزانہ عرض کرتے ہیں کہ ہماری رائے میں اس
رشتہ سے وہ مقصد حاصل نہ ہوں گے - سررشتہ مذکور کے ذریعہ
، چودہ کروڑ آدمی ہیں جو گورنمنٹ ہند کے محکوم اور مطیع ہیں
د آدمیوں کو ایک عمدہ اور معقول تعلیم کے تمام حظ اور لطف اور
دے حاصل ہوئے ہوں مگر جب کہ بہت سی خلقت کا ان چند تعلیم
تہ سے مقابلہ کیا جائے تو ان کی تعداد نہایت بے حقیقت اور خفیف
ہرتی ہے کیونکہ خلقت کے اس انبوہ کثیر کو روشن ضمیری
صل ہونا تو ایک طرف روشن ضمیری کا پرتو بھی اس پر نہیں
ا ہے - غرض کہ ملک باعتبار ہیئت مجموعی اپنی اصلی تاریکی کی
حالت میں ہے اور اس نے علم اور شائستگی کے کسی فائدہ کا
ا نہیں چکھا - ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس عرضداشت کے
ں کرنے سے ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ ایشیا کے مردہ علوم و فنون
ئستگی اور خوبی کو ترو تازہ کیا جائے بلکہ اصل غرض یہ ہے
ہ پچھلے زمانوں میں اہل یورپ نے جو علم و ہنر بہم پہنچایا ہے

ر وہ زیادہ عمدہ اور مفید ہے اس کا رواج ملک میں ہووے ۔ سوا
ء کے ہماری خواهش یہ ہے کہ بجائے چند آدمیوں کے ، گروهوں
ء گروهوں کو فائدہ پہنچے ، اخلاق پسندیدہ اور قومی دانائی کی
متیں تمام ملک پر پھیل جائیں ۔

بالفعل بڑے بڑے علموں سے صرف زبان انگریزی کے ذریعہ
ء واقفیت حاصل ہو سکتی ہے اور یہی بات ایسی ہے جس کے
ب سے ملک میں مفید علموں کے عموماً جلد شائع ہونے میں
ے بڑے موانع اور ہرج واقع ہوتے ہیں اور اس کے باعث سے
گوں کی رائے اور خیالات سے بہتر تبدیلی ہونے میں توقف ہوتا
ء اور عام تعلیم مضمحل اور پژمردہ ہوگئی ہے اور چند لوگ
سے ذریعہ سے جس تک رسائی مشکل ہے اس علم کے ثمروں کو
صل کر سکتے ہیں جس تک سب کی رسائی آسان اور سہل
ونی چاہیے ۔

جو حال تعلیم کا ہو رہا ہے اس کا باعث یہ نہیں ہے کہ لوگ
علیم انگریزی کی تحصیل سے گریز یا نفرت کرتے ہیں ۔ جن وقتوں
ں لوگ انگریزی کی تحصیل سے گریز یا نفرت کرتے تھے ہم کو
ین ہے کہ وہ زمانہ ایسا گذر گیا کہ پھر کبھی نہ آئے گا ۔
گریزی کی ضرورت اور اس کے فائدے کو لوگوں نے اچھی طرح
مجھا اور دیکھا اور علانیہ اقرار کیا ہے اور ان میں سے اکثر نے
نی رایوں کو اپنے ہم وطنوں کی بڑی بڑی شان دار مجلسوں میں
ں امر کی نسبت ظاہر کیا ہے ۔ چنانچہ ہم خاص ایک شخص
نی سرسید احمد خاں صدرالصدور علی گڈھ کے قول کو نقل کرتے
یں :—

”خاص کر میں تمہاری توجہ اس بڑی ضرورت پر مائل
کرنا چاہتا ہوں جو انگریزی کی تحصیل کرنے سے اہل ہند

کو ہے ۔ اس کی تحصیل ان بڑے فائدے بخشنے والے
عہدوں کے باعث سے ضروری نہیں جو اس کے سبب سے
حاصل ہوتے ہے ہیں بلکہ ان بے نہایت فائدوں کے
سبب سے ضروری ہے ۔ جو زندگی کے روزمرہ کے ذرا ذرا
سے کاروبار میں بھی ہوتے ہیں ۔ چنانچہ انگریزی کا پورا
علم ہم کو اس بات کے قابل کرنے کے لیے ضروری
ہے کہ ہم اپنے ملک کے قوانین کو بخوبی سمجھ سکیں
جو گورنمنٹ کے ایکٹوں اور روئیدادوں معمولی میں ظاہر
ہوتے ہیں اور تجارت کامیابی کے ساتھ کر سکیں اور
اہل یورپ کے ساتھ ربط و ضبط بڑھا سکیں اور بہت سے
علوم و فنون میں جن کی بحث بہت قابلیت سے انگریزی
زبان میں ہے کامل ہو سکیں ''۔

تعلیم جو اب ترقی کرنے سے تھکی ہوئی ہے اس کی اس حالت
ے اور بھی کئی باعث ہیں جن میں سے سب سے بڑا باعث یہ ہے
ہ صرف انگریزی کی تحصیل کے ذریعہ سے جیسے کہ اب مروج ہے
ی العموم ہر ایک طالب علم باستثنائے بعض طالب علموں کے علم
ے اس قدر درجہ یا اخلاق اور تربیت کے اس قدر مرتبہ کو نہیں
نچتا یا اس کی ذات سے ظاہر نہیں ہوتا جس کی لوگ تعظیم و تکریم
ِص و تقلید کریں یا جس سے ان کے والدین کو یہ معلوم ہووے
ہ انھوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی ہے ۔ البتہ سینکڑوں میں
ے ایک کا اس درجہ کی عظمت تک پہنچنا ممکن ہے جس کی بڑی خواہش
جاتی ہے مگر ایسے طالب علم کی تعداد بہت خفیف اور تھوڑی ہے
ر ہزاروں جاہلوں پر جو ان کے گردو پیش موجود ہیں کچھ اثر ان
نہیں ہوتا ۔ اس نقصان کے علاج کی غرض سے ہم اپنی تجویزیں پیش
ِنے کے آرزو مند ہیں ۔ ہماری خواہشیں یہ ہیں کہ جو کوششیں

ریزی زبان کی اشاعت کے لیے بالفعل کی جاتی ھیں وہ جاری رھیں بلکہ
کو وقتاً فوقتاً ترقی ھوتی رھے مگر ایک اور طریقہ تعلیم کا جو عام تعلیم
ترقی کے لیے زیادہ موثر تصور کیا جاتا ھے قائم اور جاری کیا
ئے اور اس کے ذریعہ سے انگریزی زبان کو بجائے بہت تھوڑے
یوں کے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا وسیلہ بنایا جائے۔
طریقہ ھم تجویز کرتے ھیں وہ تعلیم کے طریقۂ مروجہ سے گو
حدہ اور غیر ھو مگر اس سے مخالف نہیں ھے۔ نتیجہ دونوں کا
ام کار ایک ھی حاصل ھوگا۔ وہ طریقہ یہ ھے کہ بجائے اس
کے کہ صرف انگریزی ھی زبان میں تعلیم کی جائے دیسی زبان
بھی تعلیم کے اعلیٰ درجہ کے مضمون اور مطالب میں لوگوں
تعلیم و تربیت کا ذریعہ گردانا جائے۔

بادی النظر میں یہ کہا جا سکتا ھے کہ اس تجویز کا ایک
ت ھوئی تصفیہ ھو چکا۔ مگر ھم اس کے سخت مخالف ھیں کیوں کہ
جو کچھ تجویز کرتے ھیں اس پر کبھی مباحثہ تک بھی
ھوتا ھے۔ جس بات کا تصفیہ ھو چکا وہ یہ ھے کہ انگریزی
ن کا رواج اس ملک میں ھونا چاھئے۔ مشرقی زبانوں کا اور مشرقی
نوں میں جو فضول علم و ھنر مندرج ھیں ان کی تحصیل کو ترقی اور
اج دیا جائے یا نہیں۔ جو تصفیہ اس امر کا ھوا، اس سے ھم کو
پی اتفاق ھے۔ وہ تصفیہ ھر طرح سے مقبول اور پسندیدہ ھے مگر
ں تجویز کو ھم گورنمنٹ اور لوگوں کی غور و فکر اور تصفیہ کرنے کے
طے پیش کرتے ھیں وہ یہ ھے کہ جس حالت میں ھم انگریزی کی
لیم قائم رکھیں اور اس کی ترقی میں کوشش کریں تو کیا ھم کسی
سی زبان کو اس قسم کا ذریعہ اختیار اور تجویز نہیں کر سکتے جو
ک غیر ملک کی زبان کی نسبت علم کے عموماً شائع ھونے اور
گوں کے خیالات اور طور طریقے اور اخلاق کی ترمیم کے واسطے

زیادہ تر مناسب ہو؟ کیا اهل یورپ کی روشن ضمیری اور شائستگی
اور فضل و کمال کی تعلیم ایسی زبان کے ذریعہ سے جس سے وہ نا آشنا
هیں اور وہ ایک غیر ملک کی ایسی زبان ہے جس کی تحصیل ممکن
نہیں کہ هندوستان مقبوضہ سرکار کے چودہ کروڑ باشندے کر لیویں
بہتر اور عمدہ نہیں ہو سکتی ہے ؟ یہ ممکن نہیں کہ ان کروڑوں
آدمیوں کو ایک هی زبان اور وہ بھی نئی سکھائی جا سکے ۔ یہ کب
ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس قدرت کے برخلاف عمل کر سکیں
جو بابل کے مینار پر اس نے دکھائی ہے ۔ پس اگر یہ بات ممکن
نہیں تو بجز اس کے اور کوئی علاج اور تدبیر نہیں کہ اهل یورپ کی
روشن ضمیری اور ان کا علم اور ان کا فضل لوگوں کے علی العموم
سکھانے کے لیے دیسی زبان کو ذریعہ تعلیم ٹھہرایا جائے ۔ جو
معقول رائیں کہ هاکسن صاحب نے هندوستان میں علم پھیلنے کے
لیے ایک جلسہ کی بنیاد پڑنے پر ظاہر کیں ان کا ذهن نشین کرنا
نہایت مناسب اور اچھا ہے چنانچہ انھوں نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک
اگر هم کتابی ترتیب کے ذریعہ سے هندوستان کو فی الحقیقت فائدہ
پہنچانا چاهیں تو وہ هم کو اسی طرح پر پہنچانا چاهیے جس طرح
کہ هم اس کو اپنی حکومت اور اپنے قوانین سے پہنچاتے هیں ۔
یعنی کتاب کے علم کو جھگڑوں اور دقتوں سے پاک صاف اور
عام فہم کر کے ان کی خاص زبان سے اس کو هم رشتہ اور هم پیوند
کر دیں تاکہ بہت سے لوگوں کی رسائی اس تک هونے لگے اور
ان هی مقصدوں کو اصلی اور مستحکم سمجھ کر ان کی تہذیب اور
تربیت کو اپنا بڑا منشا قرار دیویں ۔ علم کی اس طرح پر تعلیم کی
جائے کہ وہ روزمرہ کے کام میں آئے اور فائدہ بخشے اور اس کی
تحصیل میں هر قسم کی آسانی کرنی چاهیے ۔ جب کہ یہ سب میری
خواهشیں هیں تو میں علم کی تحصیل کے واسطے زبان کے ذریعہ کو

، لیے از بس ترجیح دیتا ہوں کہ اول تو طالب علم کو اس
، بہت سی آسانی ہوتی ہے ۔ دوسرے اس کی یہ خاصیت ہے کہ
۔ علم اس زبان کے ذریعہ سکھایا جاتا ہے اس کا اثر عمل میں
ئ قوی اور مفید ہوتا ہے ۔ علاوہ اس کے اس میں ایک خوبی یہ
، کہ اس کے ذریعہ سے علم خوب شائع ہوتا ہے ۔

اگر علم کی تحصیل غیر ملک کی زبان کے ذریعہ سے کی جائے
اس میں دو چند وقت صرف ہوتا ہے ۔ اول تو خود زبان ہی کے
کھنے میں وقت خرچ ہوتا ہے اور اس کی تحصیل میں ہزاروں
لب علم اس قدر وقت کھوتے ہیں کہ پھر اس زبان کے ذریعہ سے
ں کو انھوں نے حاصل کیا ہے کسی مفید علم کی تحصیل کرنے
، واسطے وقت باقی نہیں رہتا ہے ۔ بہت تھوڑے طالب علم ایسے
ہتے ہیں جو بخوبی علم تحصیل کر لیتے ہیں ۔ دوسرے علم کی
ہیل خاص علم کے فائدوں کے لحاظ سے ضروری ہوتی ہے اور
ذ و نادر ایسے طالب علم پائے جاتے ہیں جن کو زبان اور علم
نوں کی تحصیل میں کامیابی حاصل ہو ۔ مگر جب کہ اس کے دیس
زبان میں علم کی تحصیل کی جاتی ہے تو طالب علم کا کچھ بھی
ت ضائع نہیں ہوتا اور یہ بات تحقیق ہے کہ ان منصوبوں سے اس کو
چھ کچھ آگاہی ہوگی جن پر اس کی رسائی اس حالت میں کہ وہ
ن جس کے ذریعہ سے ان منصوبوں کو حاصل کیا غیر ملکی ہوتی ،
ر غیر ممکن نہ ہوتی تو جیسا کہ اکثر ہوتا ہے نہایت مشکل
ور ہوتی ۔

ہم نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ان لفظوں سے
ہ تعلیم دیسی زبانوں کے ذریعہ سے ہونی چاہیے ، ہماری یہ مراد
ں کہ ایشیا کے علوم و فنون پھر تر و تازہ کیے جائیں اور ان
تعلیم ہو بلکہ ہم صرف اس بات کے خواستگار ہیں کہ جو

علوم و فنون بالفعل یورپ میں مروج ھیں انھیں کو شائع کیا جاوے کیونکہ بجز اس کے ہماری اور کوئی غرض نہیں ھے کہ اھل یورپ کی طرح روشن ضمیری تمام ھندوستان میں عموماً پھیل جائے -

دو کالج اب ایسے موجود ھیں جن کی سند ھم اپنی تجویز کے مفید ھونے کی تائید میں پیش کرتے ھیں ایک تو ٹامس سول انجنیئرنگ کالج رڑکی کی شاخ دوسرا میڈیکل کالج آگرہ کی شاخ اردو۔ رڑکی کالج کے انگریزی اور اردو فریقوں میں سے ہر ایک کو ایک ھی قسم اور ایک ھی درجہ کے علم سکھائے جاتے ھیں یعنی جن کتابوں کی تحصیل اردو فریق کے طالب علم کرتے ھیں وہ کتابیں بالکل ان کتابوں کا ترجمہ ھوتی ھیں جو انگریزی طالب علموں کے استعمال میں ھوتی ھیں ۔ امتحان کے سوالات دونوں فریق کے یکساں ھوتے ھیں ۔ ایک بند سوالوں کا انگریزی میں اور دوسرا اردو میں دیتے ھیں جو انگریزی کا ٹھیک ترجمہ ھوتا ھے ۔ امتحان کے نتیجے بھی ایک ھی قسم کے ھوتے ھیں کبھی اردو فریق والے کا طالب علم انگریزی فریق اپنے ھمسر سے بہتر نمبر حاصل کرتا ھے اور کبھی انگریزی طالب علم اپنے ھمسر اردو کے طالب علم سے سبقت لے جاتا ھے دونوں فریق کے طالب علم کو مساوی فائدے حاصل ھوتے ھیں ۔ صرف ذریعہ مختلف ھوتا ھے جس سے وہ علم کی تحصیل کرتے ھیں علاوہ اس کے میڈیکل کالج آگرہ میں یہ بات معلوم نہیں ھوتی کہ اردو کے طالبعلم اپنے انگریزی ھمسر طالب علموں سے ان منصوبوں کے بخوبی تحصیل کرنے میں پیچھے رہ جاتے ھوں جو دونوں کو ایک ھی معین حد تک یکساں طریق پر سکھاتے ھیں ۔

پس اگر دیسی زبان کو تعلیم کا ذریعہ ٹھہرایا جائے تو اس درجہ کا علم جس تک اب چند ایم ۔ اے کے سند یافتہ طالب علموں کو رسائی ھوتی ھے بے انتہا لوگوں کو حاصل ھونے لگے گا ۔ اب جو

سررشته تعلیم کا غیر ملکی زبان کے ذریعہ سے جاری ھے اس کی بدولت طالب علم کو ایک مرتبہ حاصل کرتا ھے اس کو وہ یونیورسٹی کے چھوڑنے اور زندگی کے معمولی کام کاج میں مصروف ھونے کے بعد جلد بھول جاتا ھے اور جلد اس کے ذھن سے وہ علم اتر جاتا ھے مگر جو طریقہ ھم نے تجویز کیا ھے اس کے ذریعہ سے جو علم ایک مرتبہ حاصل ھوجائے گا صرف وھی باقی اور برقرار نہیں رھے گا بلکہ علم کے تحصیل کا ذریعہ اس معمولی زبان کے ھونے سے جس میں ھر وقت اس کے خیالات ظاھر اور پیدا ھوتے ھیں وہ علم کی استعداد اور قابلیت کی مناسبت سے ھمیشہ ترقی اور شگفتگی پاتا رھے گا۔

اس بات کا خیال کرنا بے جا ھے کہ دیسی زبان کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کرنا انگریزی زبان کی اشاعت کو مضر اور ھارج ھوگا کیونکہ یہ کہنا بھی تو اسی طرح سے صحیح نہیں ھے کہ نہر اور سڑکوں دونوں کا ایسے مقاموں میں بنانا ، جہاں دونوں کی ضرورت ھے مضر اور ایک دوسرے کا مخالف اور مانع ھوگا حالانکہ یہ دونوں کام ایسے جداگانہ ھیں کہ اپنی ذات سے ھر ایک فیض بخش ھے اور ایک دوسرے کا ھارج اور مزاحم نہیں ھے ۔ انھیں وجوھات سے تعلیم کا انگریزی میں ھونا ایسے دو متفرق کام ھیں کہ دونوں ایک اچھے نتیجے کے ممدو معاون ھیں ۔ حقیقت میں وہ دونوں جدا جدا آلے ایک ھی قسم کے نتیجوں کے حاصل کرنے کے لیے ھیں ۔ ھم کو کچھ شبہ نہیں بلکہ اچھی طرح یقین ھے کہ اگر اھل یورپ کے علموں اور ان کے نتیجوں کی تعلیم دیسی زبان کے ذریعہ سے کی جائے تو اس سے انگریزی زبان کی تحصیل کرنے کی خواھش پیدا ھوگی اور ھندوستانیوں میں انگریزی کے عموماً پھیلنے میں اس سے بڑی مدد ھوگی ۔ بالفعل ھندوستانیوں

میں ان علموں اور فضل کی تعظیم و تکریم بہت سی نہیں ھے جو
اھل یورپ کو حاصل ھیں اور یہ خیال کیا جاتا ھے کہ یورپ
کی تحصیل اور تحقیق اس سے برتر نہیں ھے جو ایشیا والوں کو پہلے
حاصل تھی - اس کی یہی وجہ ھے کہ ھندوستانی اھل یورپ کے
علم و تربیت سے بالکل واقف نہیں ھیں اور یہ ان کی نا واقفیت ایسی
ھے کہ جب تک ان کو اس کے دوز کرنے کا ذریعہ حاصل
نہ ھوگا جیسا کہ اب تک حاصل نہیں ھے اس وقت تک وہ
نا واقفیت قائم رھے گی - فرض کیا جائے کہ ایک ھندوستانی کلکتہ
بلکہ انگلستان کی کسی یونیورسٹی میں علم تحصیل کر کے گھر کو
واپس آئے اور ایم - اے یا ایل - ایل - ڈی کی سند کے تمام اعزاز
اس کو حاصل ھوئے ھوں لیکن جب وہ اپنے دوستوں سے گفتگو
کرے گا تو جو علم اس نے حاصل کیا ھے اس کا کچھ بھی حال
ان کو نہیں بتا سکے گا - انگریزی اصطلاحیں اور الفاظ تو اس کے
دل میں پھرے ھوں گے مگر مطلب اور منشا اپنی دیسی زبان میں
مہارت نہ رکھنے کے سبب سے اپنے دوستوں کے رو برو بالکل بیان
نہیں کر سکے گا - اسی وجہ سے اس کا علم اس کے دوستوں اور
واقف کاروں کو کچھ فائدہ نہ بخشے گا وہ اس کے علم کو ذلیل
اور حقیر سمجھیں گے - اب اگر تعلیم اس کی دیسی زبان کے ذریعہ
ھووے اور وہ تمام لوگوں پر جو اس سے ملتے جلتے ھیں اپنے علم
اور تجربوں کو فوراً ظاھر کرسکے تو ان میں اس کی کسی قدر
زیادہ عزت اور بڑائی ھو اور نا واقفیت کی وجہ سے نفرت کرنے کی
بجائے لوگ اس کی حرص اور تقلید کریں اور ایک برتر درجہ کی
تربیت کے عمدہ نتیجوں کی ان کی آنکھوں کے سامنے ظاھر ھونے سے
ان کو بھی اس کے مانند علم حاصل کرنے کی ترغیب ھو اور
اس کا ایسا اثر ھو کہ زمانۂ حال کے علموں کی تحصیل کا شوق

گوں کے دلوں میں پھیل جائے ۔

وجوہات سطورہ بالا کی رو سے ہم مسکینی اور نہایت عاجزی
، گذارش کرتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند اعلی درجہ کی تعلیم عام
ایسا سر رشتہ قائم کرے جس میں بڑے بڑے علوم و فنون کی
لیم دیسی زبان کے ذریعہ سے ہوا کرے اور دیسی زبان میں انہیں
ممونوں کا امتحان سالانہ ہوا کرے جس میں کہ اب طالب علم
کتہ یونیورسٹی میں انگریزی زبان میں امتحان دیتے ہیں اور جو
د اب انگریزی زبان کے طالب علموں کو علم کے مختلف شاخوں
، لیاقت حاصل کرنے کی عوض میں عطا ہیں وہ ہی سندیں ان
لب علموں کو عطا ہوا کریں جو انہیں مضمونوں کا دیسی زبان
، امتحان دے کر کامیاب ہوں ۔ حاصل یہ ہے کہ خواہ تو ایک
.و فریق کلکتہ کی یونیورسٹی میں قائم کیا جائے یا ممالک شمالی و
ربی میں ایک یونیورسٹی دیسی زبان کی علیحدہ مقرر کی جائے ۔

گورنمنٹ پنجاب نے مشرق زبانوں کی ایک یونیورسٹی کی
ورت کو تسلیم کر کے اس کی بنیاد ڈالنے کی کوشش شروع کی ہے ۔
، یونیورسٹی کا مقصود اور منشا مشرقی زبانوں کا شگفتہ اور سر سبز
نا ہے اور یہ یونیورسٹی ایک ایسا ذریعہ ہوگی جس کی بدولت
، یورپ کے علم اور شائستگی اور تربیت ہندوستان میں پھیلے گی ۔
، سے ہندوستان کی حالت بالکل بدل جائے گی ۔

یہ بات البتہ سچ ہے کہ بالفعل ایسی کتابیں دیسی زبان میں
جود نہیں ہیں جن کے ذریعہ سے طالب علم اس درجہ تک علم
تحصیل کر سکے جو اب یونیورسٹی میں امتحان دینے کے واسطے
ر ہوتا ہے ۔ لیکن ایسی کتابوں کا موجود ہو جانا کوئی مشکل
، نہیں ہے ۔ جو کتابیں یونیورسٹی کے امتحان کی فہرست میں
.رج ہیں ان کے ترجمے دیسی زبان میں ہو سکتے ہیں اور بعض

ـمونوں کی اصل کتابیں تصنیف ہوسکتی ہیں - چنانچہ بہت سے
ـلم و فاضل اس کام کے لائق موجود ہیں اور علی گڑھ کی سائنٹیفک
ـسائٹی اسی کام کو انجام دے رہی ہے - اس نے حال ہی میں
ـنسٹن صاحب کی مشہور تاریخ ہندوستان کا ترجمہ مشتہر کیا ہے
ـر ایک کتاب یونیورسٹی کے امتحان کے مضمونوں میں سے ہے اور
ـدہ بھی وقتاً فوقتاً سوسائٹی اس قسم کے ترجمے چھاپتی رہے گی -

خاتمہ پر ہم اپنا بہ قوی یقین ظاہر کرتے ہیں کہ جس تجویز
ـ ہم تائید کرتے ہیں اگر اس کو جاری کیا جائے تو اس ملک
ـ حالت کو از سر نو عمدہ اور بہتر کرنے اور اس کے باشندوں کی
ـعیتوں میں سے غلطی اور جہالت کو دور کرنے اور سب حاکم
ـکوموں کو برابر فائدہ پہنچانے کا یہ تجویز ایک بڑا موثر وسیلہ اور
ـریعہ ہوگی - ہم اس لیے نہایت ادب اور بھروسہ کے ساتھ امید رکھتے
ـیں کہ ہماری روشن ضمیر گورنمنٹ ہند جس نے اپنی ہندوستانی
ـعایا کی بہبودی اور ترقی کے لیے ہمیشہ اپنی آرزو اور فکر ظاہر
ـی ہے اس بڑے پایہ کی تجویز پر جو اب ہم پیش کرتے ہیں اپنی
ـایت سنجیدگی اور پسندیدہ توجہ فیاضی سے کرے گی - الہٰی آفتاب
ـولت و اقبال ہمیشہ تاباں اور درخشاں رہے" -

اس عرضداشت کے جواب میں یوں تو گورنر جنرل نے
اپنی خوشنودی اور ہمدردی کا بہت کچھ اظہار کیا
لیکن جس امر کا اندیشہ تھا اور جس کے رفع کرنے
کی عرضداشت کے آخر میں کوشش کی گئی تھی جواب
میں وہی لکھا ہوا آیا - جواب کا خلاصہ یہ تھا -

(۱) دیسی زبانوں میں ابھی اعلیٰ درجے کی تعلیم
کے لیے کافی سامان اور لوازم موجود نہیں -

(۲) صرف ان کتابوں کا ترجمہ جو یونیورسٹی کے نصاب

علیم میں داخل ھیں اس قدر کافی نہ ھوگا کہ جس کی
نا پر اس تجویز کو عمل میں لانے کی ھمت ھوسکے
کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کا مقصد صرف اتنا ھی
ہیں ھے کہ بعض خاص کتب سے واقفیت
ہو جائے بلکہ یہ مقصد ھے کہ یورپ کے علوم و فنون
کے فراخ دائرے میں علم کی تحصیل کے لیے طبیعت
کو مستعد اور تیار کیا جائے اور کچھ عرصہ تک غالباً
ہندوستان کے باشندے انگریزی کے ذریعہ سے اس بات
کو حاصل کرسکتے ھیں۔

۳) اس صورت کے پسندیدہ ھونے کے باوجود گورنمنٹ
کے لیے یہ غیر ممکن ھے کہ ایسے گنجان آباد ملک کو
یسا کہ ھندوستان ھے کامل تعلیم دینے کا کل خرچ اپنے
سے لے۔

ر سید نے ایسوسی ایشن کی عرضداشت اور گورنمنٹ کا
واب بغرض اظہار رائے ایک انگریز عالم کے پاس
بھیجا۔ جن الفاظ میں سر سید نے اس کا ذکر کیا ھے
ور جو جواب اس انگریزی عالم کی جانب سے موصول
ہوا وہ اخبار سائنٹیفک سوسائٹی کے شمارہ بابت ٦ ستمبر
١٨٦. ء میں شائع ھوا جسے ھم مولوی عبدالحق کی
کتاب ''سر سید احمد خاں'' سے لے کر یہاں درج کرتے
ہیں۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

اس ایسوسی ایشن کے سیکرٹری نے ایک نقل اس عرضداشت
در باب وسعت تعلیم اھل ھند حضور میں جناب معلی القاب
آنریبل وائسرائے اور گورنر جنرل بہادر کشور ھند بھیجی گئی
اس کے جواب کے ایک بہت بڑے یورپین عالم کے پاس

جس کے برابر ہندوستان میں چند ہی عالم انگریز ہوں گے اس مراد سے بھیجی تھی کہ وہ اپنی رائے اس امر میں جس کی درخواست گورنمنٹ سے کی گئی ہے ارقام فرماویں ۔ اگرچہ ہم ان صاحب کا نام نہیں بتاتے ہیں مگر چونکہ ایک بہت بڑے عالم کی رائے اور قابل توجہ حضور وائسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند کی ہے اس لیے ہم اس کو بہ حذف ان کے نام و نشان کے اس اخبار میں درج کرتے ۔

(نقل چٹھی صاحب ممدوح بنام سیکرٹری ایسوسی ایشن
۲۷ اگست ۱۸۶۷ء)

میرے عزیز صاحب !

”میں نے آپ کی درخواست بہت دل لگا کر پڑھی اور نہایت صدق دل سے اس نہایت مناسب جواب کی مبارکباد دیتا ہوں جو جناب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر نے آپ کے پاس بھیجا ہے ۔ میری دانست میں اس امر میں مطلقاً شبہ نہیں ہوسکتا ہے کہ آپ کی تجویز مجوزہ یونیورسٹی کے اثر ہائے فائدہ بخش کو نہایت وسعت دے گی کیونکہ ہزاروں آدمی جو بہ سبب بعض حالات کے تحصیل علم انگریزی سے محروم ہیں علم مغربی کی تحصیل پر آمادہ ہوں گے اور اس کے ساتھ یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اس ملک کی عمدہ زبانوں کو بہ احتیاط اور بطور عالمانہ تحصیل کریں گے ۔

علوم ریاضی و تواریخ و جغرافیہ اور وہ علم جن سے اخلاق اور عقل کی تہذیب اور ترقی ہوسکتی ہے ہندوستان کی ہر دیسی زبان میں اس خوبی کے ساتھ ہوسکتے ہیں جیسے کہ انگریزی میں بشرطیکہ ان علوم کی عمدہ عمدہ کتابوں کے خاطر خواہ ترجمے اور لائق مدرس دستیاب ہوں ۔ فی الواقع آپ کی تدبیر کی تکمیل کے لیے وقت اور بہت سے بڑے بڑے عالموں کی باہمی کوشش کی

ضرورت ہوگی لیکن مجھے یقین واثق ہے کہ یہ امر ممکن التکمیل ہے اور یقینی اس سے فوائد بے شمار پیدا ہوں گے ۔

آپ اس امر کا یقین کامل رکھیں کہ جو کچھ اعانت قلیل میں دے سکتا ہوں ہمیشہ برضا و رغبت تمام دوں گا ۔

آپ کا صادق

عرضداشت میں اس امر کو صاف اور صریح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ ہمارا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ ایشیا کے مردہ علوم و فنون کو ترو تازہ کیا جائے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان علوم و فنون کی جو اہل یورپ نے اس زمانے میں اپنی جد و جہد اور تحقیقات سے حاصل کیے ہیں ملک میں عام اشاعت کی جائے ۔ گورنمنٹ نے جو ملک میں مغربی تعلیم جاری کی ہے اس کا احسان مندی کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن موجودہ حالت میں رعایا کی صرف ایک قلیل تعداد اس سے فائدہ حاصل کر سکتی ہے اور عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہے اس لیے جب تک دیسی زبان کے ذریعہ سے تعلیم نہ دی جائے گی ملک میں روشن خیالی نہیں پھیل سکتی اور تعلیم کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کو پُر زور الفاظ میں جتایا گیا ہے کہ اس تحریک سے ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ انگریزی تعلیم گھٹا دی جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یا تو کلکتہ یونیورسٹی میں ایک شعبہ ایسا قائم کیا جائے کہ اس میں دیسی زبان کے ذریعہ علوم و فنون کی تعلیم اس درجہ تک دی جائے جو انگریزی میں دی جاتی ہے اور اسی قسم کے امتحان لیے جائیں اور دیسی ہی سندیں عطا کی جائیں یا ممالک مغربی شمالی میں ایک یونیورسٹی دیسی زبان کی علیحدہ قائم کی جائے ۔ اس امر کا بھی

اعتراف کیا گیا ہے کہ بالفعل دیسی زبان میں ایسی کتابیں موجود نہیں ہیں جن کے ذریعہ سے طالب علم اس درجہ تک علم کی تحصیل کر سکے جو اس وقت یونیورسٹی میں امتحان دینے کے لیے ضروری ہیں لیکن ایسی کتابوں کا موجود ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں ہے - جو کتابیں یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں داخل ہیں ان کے ترجمے دیسی زبان میں تیار ہو سکتے ہیں اور بعض مضمونوں کی اصل کتابیں تصنیف ہو سکتی ہیں - چنانچہ بہت سے اهل علم اس کام کے لائق موجود ہیں اور سائنٹیفک سوسائٹی علی گڈھ اس کام کو انجام دے رہی ہے -

یہ ہے خلاصہ عرضداشت کا - گورنمنٹ کی طرف سے جو جواب اس کا وصول ہوا اس میں چند باتیں قابل غور ہیں - گورنمنٹ اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ جمہور انام کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینے کے لیے دیسی زبانیں کارآمد ہوں گی لیکن دیسی زبانوں میں ابھی اس اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لیے کافی سامان اور لوازمہ موجود نہیں ہے - دوسری بات جو زیادہ قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ صرف ان کتابوں کا ترجمہ جو یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں داخل ہیں اسی قدر کافی نہ ہوگا جس کی بنا پر اس تجویز کو عمل میں لانے کی ہمت ہو سکے کیونکہ تعلیم یونیورسٹی کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ بعض خاص خاص کتب سے واقفیت ہو جائے بلکہ یہ مقصد ہے کہ یورپ کے علوم و فنون کے فراخ دائرے میں علم کی تحصیل کے لیے طبیعت کو مستعد اور تیار کیا جائے اور کچھ عرصے تک غالباً ہندوستان کے باشندے صرف انگریزی کے ذریعہ سے اس بات کو حاصل کر سکتے ہیں - تیسری بات جس کا گورنمنٹ نے اظہار کیا ہے ”در صورت پسندیدہ ہونے کے بھی گورنمنٹ کے

واسطے یہ غیر ممکن ہے کہ ایسے گنجان آباد ملک کو جیسا کہ ہندوستان ہے کامل تعلیم دینے کا کل خرچ اپنے ذمہ لے'' یعنی ملک کے اہل دولت کو بھی اپنی رضا و رغبت سے اپنے وقت ، روپے اور اثر سے اس کام میں مدد دینی چاہیے جس کی تکمیل پر ہندوستان کی بہبودی اور ترقی کا انحصار ہے ۔

طریقہ تعلیم مسلمانان

(تہذیب الاخلاق بابت ۱۰ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ)

"کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان" نے جو ایک سلیکٹ
میٹی اس لیے مقرر کی تھی کہ وہ کمیٹی بعد غور و فکر و مباحثہ
ممی کے ایک رپورٹ لکھے کہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیے کونسا
ندہ طریقہ ہے اور کون کونسی زبان اور کون کون سے علوم اور
س طرح پر اُن کو پڑھائے جاویں - چنانچہ اس مطلب پر کمیٹی
کورہ نے رپورٹ لکھی ہے - اُس میں ۱۹ ممبر تھے اور سب کی رائے
ں طریقہ تعلیم پر متفق ہوئی - اول سیکرٹری (سر سید) نے ایک
ہیدی تقریر کی اور پھر طریقہ تعلیم بیان کیا اور پھر ممبروں نے
ں پر رائے دی چنانچہ اُس سب کو ہم اس مقام پر مندرج
رتے ہیں -

گفتگو تمہیدی

سید احمد خاں نے ممبروں سے یہ بات کہی کہ اس امر سے جس کی
بت ہم رپورٹ تحریر کرتے ہیں - یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم لوگ
ف وہی بات لکھیں جو زمانہ حال کے مناسب ہو اور جو اس وقت
ام بھی ہوسکے - بلکہ یہ مقصد ہے کہ حالات اور حیثیات
جودہ سے قطع نظر کر کر ہم کو وہ تجویز کرنی چاہیے جو
ری پوری اور ٹھیک ٹھیک اعلیٰ درجہ پر مسلمانوں کے حق میں
ر ہو تاکہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ ہم کو در حقیقت کیا
رنا ہے ؟ اور بالفعل ہم کس قدر کرسکتے ہیں -

سید احمد خاں نے ممبروں سے کہا کہ تجویز اور عمل ان دونوں میں بڑا فرق ہے - تجویز ہم کو ہمیشہ پوری اور کامل کرنی چاہیے اور اُس تجویز پر عمل اُس قدر جتنا کہ ہم وقتاً فوقتاً کر سکتے ہوں -

فرض کرو کہ ہم کو ایک بہت عالیشان مکان بنانا ہے جب ہم اُس کا نقشہ تجویز کریں گے تو اُس تمام مکان کا پورا کامل نقشہ تجویز کریں گے اور جب اُس کی تعمیر شروع کریں گے تو اُسی قدر کریں گے جس قدر کہ تعمیر کا بالفعل ہم کو مقدور ہے - اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ وہ مکان عالیشان مطابق نقشہ مجوزہ کے تیار ہو جاوے گا اور اگر ہم بلا پورا اور کامل نقشہ سونچے تعمیر شروع کر دیں گے تو ہم نے اس مکان میں سے کچھ نہ بنایا ہوگا بلکہ اُس مکان کے بنانے کے لیے پھر کر اُس قدر عمارت کا بھی ڈھانا پڑے گا جو بے نقشہ سوچے تعمیر کی تھی - میرا مقصد اس تقریر اور تمثیل سے یہ ہے کہ اس وقت طریقہ تعلیم مسلمانوں کا پورا اور کافی تجویز کیا جاوے اور اس بات کا خیال نہ ہو کہ آیا اس وقت ہم اُس کو کر بھی سکتے ہیں یا نہیں -

سید احمد خاں نے کہا کہ اس وقت دو ایک باتیں اور عرض کرنی چاہتا ہوں کہ آپ صاحب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ تعلیم ہمیشہ کسی ایک خاص مقصد کے لیے نہیں ہوتی اور نہ کسی ایک گروہ کثیر کا ہمیشہ ایک ہی مقصود ہوتا ہے بلکہ ایک گروہ کثیر میں سے مختلف جماعتوں کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں - ہم جس طریقہ تعلیم کے قرار دینے کی فکر میں ہیں وہ ایک بہت بڑے گروہ سے علاقہ رکھتا ہے اور یقینی مختلف جماعتوں کے مختلف مقاصد تعلیم کے ہیں پس اس وقت ہم کو ایسا طریقہ تعلیم

ویز کرنا چاهیے جو مختلف جاعتوں کے مختلف مقاصد کے پورا
رنے کو کافی ہو -

سید احمد خاں نے اس مطلب کو دوبارہ زیادہ تر وضاحت سے
ن کیا اور یہ بات کہی کہ مثلاً ہم مسلمانوں میں ایک جاعت
سی ہے جو گورنمنٹ کے اعلی اعلی عہدوں کے حاصل کرنے
ر انتظام گورنمنٹ میں شامل ہو کر دنیاوی عزت حاصل کرنے
ر اپنے ملک کو فائدہ پہنچانے کی آرزو رکھتی ہے - ایک جاعت
سی ہے کہ اُس کو گورنمنٹ کے عہدوں کے حاصل کرنے کا
چھ خیال نہیں ہے بلکہ وہ اپنی قوت بازو سے بذریعہ تجارت یا
رائے کارخانجات کے اپنی معاش پیدا کرنے کی خواهشمند ہے -
ک جاعت ایسی ہے کہ وہ صرف اپنی جائداد اور اپنے علاقجات کی
ستی اور اپنے روز مرہ کی زندگی کے اسورات کو بخوش اسلوبی انجام
نے کی آرزو رکھتی ہے - ایک جاعت ایسی ہے کہ علوم و فنون
و حاصل کرنا اور اُن میں واقفیت کامل حاصل کرنا پسند کرتی
، - ایک جاعت ایسی ہے کہ اُس کو ان تمام چیزوں سے چنداں
لق نہیں ہے بلکہ وہ بلحاظ اپنی معاد کے علوم دین میں دستگاہ
ل حاصل کرنا اور اُسی میں اپنی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے اور
ک جاعت عوام الناس کی ہے جن کے لیے کسی قدر عام تعلیم ہو
نا ضروری ہے - بایں همه هر ایک کو اپنی اولاد کی نسبت
خواهش ہے کہ اُس کے عقاید مذهبی بھی درست رهیں اور وہ
ائے فرائض مذهبی سے بھی غافل نہ ہو جاوے - پس جبکہ ہم
م مسلمانوں کی تعلیم کا طریقہ قرار دیتے ہیں تو ہم کو ایسی
ویز کرنی چاهیے جس سے تمام مقاصد مذکورہ اور نیز دیگر مقاصد
، تعلیم سے متعلق ہیں حاصل ہوں -

سید احمد خاں نے یہ بھی کہا کہ جب آپ سب صاحب

ان مقاصد پر غور فرماویں گے جن میں سے امور معظمه کو میں نے ابھی بیان کیا تو آپ یقین کریں گے که کسی قوم کو یه سب مقاصد جب تک که وہ خود ان مقاصد کے حاصل کرنے پر مستعد نه ہو حاصل نہیں ہو سکتے پس ہم کو اپنے تمام مقاصد کے انجام کو صرف گورنمنٹ ہی پر منحصر رکھنا نه چاہیے بلکه یقین کرنا چاہیے که اُن تمام مقاصد کا گورنمنٹ سے حاصل ہونا غیر ممکن اور مانند ممتنع بالذات کے ہے ۔ پس اس وقت ہم کو دو قسم کی تجویزیں کرنی چاہئیں ۔ ایک کامل اور پوری ادنیٰ سے اعلیٰ درجه کی تعلیم تک کی جو ہمارے تمام مقاصد کو پورا کر سکیں اور جن میں ہم کو گورنمنٹ سے اُس کی تعمیل کرانے کی کچھ خواہش نه ہو بلکه ہم کو خود اپنی سعی اور کوشش سے آپ اُس کا انجام کرنا مد نظر ہو ۔

دوسری تجویز ہم کو اس بات کی کرنی چاہیے که جب تک که ہم اُس اول تجویز کو انجام دیں یا اُس کے انجام دینے کے لائق ہوں اُس وقت تک اُن اصول و قواعد سے جو گورنمنٹ نے تعلیم کے لیے مقرر کیے ہیں کیونکر فائدہ اُٹھاویں اور ہمارے متعدد مقصدوں سے جون جونسا مقصد تعلیم معینه گورنمنٹ سے حاصل ہو سکتا ہے اُس کو ہم کیونکر حاصل کریں ۔

سید احمد خاں نے کہا که ایک بات میں اور کہنی چاہتا ہوں اور یقین کرتا ہوں که میری یه بات میرے شریک ممبروں کو بری معلوم ہوگی اگرچه افسوس ہے که میں اپنے شریکوں کو رنجیدہ کرتا ہوں مگر جو که میری رائے میں وہ بات بالکل سچ ہے اس لیے میں اُس کے کہنے پر مجبور ہوں اور وہ بات یه ہے که میں دیکھتا ہوں که جب مسلمانوں میں کچھ تعلیم کی تحریک ہوتی ہے تو اُن کی سعی ہمیشه اسی بات پر مقصور ہوتی ہے که وہی پورانا موروثی طریقه تعلیم کا اور وہی ناقص سلسله نظامیه

س کتب کا اختیار کیا جاتا ہے - چنانچہ اس زمانہ میں اسی
رانے طریقہ پر مسلمانوں نے کئی مدرسہ تعلیم کے لیے جونپور،
گڈھ، کانپور، سہارنپور، دیوبند، دھلی، لاھور میں جاری کیے
ں مگر میں نہایت سچے دل سے کہتا ہوں کہ وہ محض بے فائدہ
ر محض لغو ھیں - اُن سے کچھ بھی قومی فائدہ ھونے کی توقع
ں ہے -

زمانہ اور زمانہ کی طبیعت اور علوم اور علوم کے نتائج سب
یل ہوگئے ھیں - ھمارے ھاں کی قدیم کتابیں اور اُن کا طرز بیان
ر اُن کے الفاظ مستعملہ ھم کو آزادی اور راستی اور صفائی اور
دہ پن اور بے تکلفی اور بات کی اصلیت تک پہنچنا ذرا بھی تعلیم
ں کرتے بلکہ بر خلاف اُس کے دھوکہ میں پڑنا اور پیچیدہ بات
ہنا اور ہر بات کو لون مرچ لگا دینا اور ہر امر کی نسبت غلط
ر خلاف واقع الفاظ شامل کر دینا اور جھوٹی تعریف کرنا اور
دگی کو غلامی کی حالت میں رکھنا اور تکبر اور غرور کو
ود پسندی کا منبع بنانا اور اپنے ابنائے جنس سے نفرت کرنا -
مدردی کا نہ رکھنا، مبالغہ آمیز باتوں کا عادی کرنا، گذشتہ
انہ کی تاریخ کو بالکل ناتحقیقی میں ڈالنا اور واقعات واقعی کو
ل قصہ و کہانیوں کے بنا دینا سکھاتے ھیں اور یہ تمام باتیں حال
زمانہ اور حال کے زمانہ کی طبیعت کے مناسب نہیں ھیں اور
لیے بجائے اس کے کہ مسلمانوں کو اُن سے کچھ فائدہ ھو مضرت
صل ھونے کی توقع ہے اول تو یہی کس قدر بڑی مضرت ہے کہ
کی عمر بے فائدہ چیز میں ضائع کی جاتی ہے - پس میں چاھتا ھوں
میرے معزز شریک ممبر میری اس گفتگو سے رنجیدہ نہ ھوں بلکہ
وقت تجویز طریقہ تعلیم کے اُن باتوں پر بھی لحاظ رکھیں خواہ
کو پسند کریں خواہ نا پسند کریں -

لارڈ میکالے صاحب نے جبکہ وہ ہندوستان کی عام تعلیم کی
ورڈ کے میر مجلس تھے اور اُس زمانے میں گورنمنٹ کالجوں میں
یشیائی طریقۂ تعلیم جاری تھا گورنمنٹ کالجوں کی نسبت ایک
پورٹ لکھی تھی اُس کا منتخب میں اس مقام پر بیان کرتا ہوں۔
ھوں نے لکھا ھے کہ اگر گورنمنٹ کی رائے بند و بست موجودہ
کو (یعنی ایشیائی تعلیم مروجہ اس وقت کو) غیر مبدل رکھنے
ہو تو میری عرض یہ ھے کہ میرا میر مجلسی سے استعفا منظور
و۔ مجھ کو معلوم ھوتا ھے کہ میں اُس میں کچھ کام نہیں آ سکتا
ں یہ بھی جانتا ھوں کہ اُس شے کو مجھ کو اپنی تقویت دینی
وتی ھے جس کی نسبت مجھ کو خوب یقین ھے کہ وہ صرف ایک
ھوکہ ھے۔ مجھ کو یقین ھے کہ موجودہ بندوبست سچ کی جلدی
قی کرنے کی طرف نہیں بلکہ معدوم ھونے والی غلطیوں کی طبعی
یت کے توقف کرنے پر رجوع کرتا ھے۔ میں خیال کرتا ھوں کہ
م کو تعلم عام کے بورڈ کے معزز نام کا بالفعل کچھ حق نہیں ھے۔
م ایک بورڈ یعنی مجلس ھیں واسطے اُوڑانے سرکاری روپیہ کے اور
سطے چھاپنے ایسی کتابوں کے جو کم قیمت ھیں۔ اُس کاغذ سے
ں پر وہ چھاپی جاتی ھیں جب کہ وہ کورا تھا اور واسطے جھوٹی
بری دینے نا معقول تواریخ اور نا معقول الٰہیات اور بیہودہ علم
بت اور بیہودہ علم مذھبی کے اور واسطے تیار کرنے ایک فرقہ ایسے
ب علموں کے جو اپنی طالب علمی کو اپنے اوپر ایک بوجھ اور
ب پاتے ھیں"۔

لارڈ میکالے صاحب کے الفاظ جو نسبت مذھب کے ھیں اُن کو
وڑ دو باقی مطلب پر غور کرو کہ بالکل سچ ھے پس اب ھم کو
سلسلہ تعلیم ایسا قائم کرنا چاھیے کہ جو تمام عیبوں سے
ک ھو اور جس سے در حقیقت مسلمانوں کے دین و دنیا کی بہتری اور

ق متصور ہو -

ایک اور بات بھی قابل اطلاع کے ہے کہ میں اکثر مصنفین
الوں کی بھی رائے دیکھتا ہوں اور ممبروں کی بھی رغبت پاتا
ں اور اور لوگوں کی رائے کا بھی رجحان اس طرف دیکھتا
ں کہ انگریزی زبان اور علوم کی تعلیم کے ساتھ عربی زبان کی
ر اُن علوم کی بھی جو عربی میں ہیں تعلیم دی جاوے مگر
رائے اس سبب سے قائم ہوئی ہے کہ اُن لوگوں نے خیال
ں کیا کہ انگریزی اور عربی کی تحصیل میں کس قدر محنت اور
س قدر وقت درکار ہوتا ہے اگر اس بات کو جاری کیا جاوے گا
ر کوئی حد و تمیز اس کے لیے مقرر نہ ہوگی تو دونوں میں سے
ئی حاصل نہیں ہونے کا - لڑکے نہ ادھر کے رہیں گے نہ
ھر کے - پس میں چاہتا ہوں کہ تمام جذبات انسانی کو جن میں سے
انی رسم کی پابندی سب سے زیادہ قوت رکھتی ہے اور انسان کو
یک بات تک پہنچنے نہیں دیتی ذرا دل کو ٹھنڈا کر کر تجویز
یا جائے کہ در حقیقت کون بات دین و دنیا کے لیے مفید ہے
ر ہم کو کرنی چاہیے -

بیان طریقہ تعلیم

ممبران شریک نے اس تقریر کو باکراہ سنا اور اس میں سے
ں بات پر متفق الرّائے ہوئے کہ بلا شبہ تعلیم مسلمانوں کا طریقہ
. قسم کا تجویز کرنا چاہیے - ایک وہ جو خود مسلمان اُس کو قائم
ریں جس سے اُن کے تمام مقاصد دینی و دنیوی انجام پاویں -
سرے وہ جن سے مسلمان اُن اُصول و قواعد سے جو گورنمنٹ نے
لیم کے لیے مقرر کیے ہیں فائدہ اُٹھاویں - پس امور مذکورہ
سب تفصیل ذیل پیش ہوں -

اول قواعد تعلیم مسلمانان جن کا قائم کرنا اور جاری کرنا خود
لمانوں کو لازم ہے -

سید احمد خاں نے کہا کہ میں نے ان امور کے سوچنے اور
جھنے اور غور کرنے میں شاید بہ نسبت اور ممبروں کے زیادہ وقت
ف کیا ہے اور زیادہ فکر کی ہے - میں چاھتا ہوں کہ جو
یقہ تعلیم میں نے خیال کیا ہے اس کو میں بہ ترتیب بیان
دوں - پھر ممبروں کو اس کے منظور کرنے یا تبدیل کرنے کا
خوبی موقع ہوگا -

ذکر علوم

مسلمانوں کی تعلیم دو قسم پر منقسم ہونی چاہیے - ایک تعلیم
م اور دوسری خاص -

تعلیم عام مسلمانوں کی علوم مفصلہ ذیل میں ہونی چاہیے -

اول دینیات

فقہ ، اصول فقہ ، حدیث ، اصول حدیث ، تفسیر ، علم سیر ،
لم عقاید -

دوم علم ادب

زبان دانی اور انشاء پردازی اردو ، فارسی ، عربی ، انگریزی ،
یٹن ، علم تاریخ ، علم جغرافیہ ، علم اخلاق ، مینٹل سائنس یعنی
لم قوائے انسانی ، علم منطق ، علم فلسفہ ، علم سیاست مدن یعنی
سول گورنمنٹ ، علم انتظام مدن یعنی پولٹیکل اکونمی -

سوم علم ریاضی

علم حساب ، علم جبر و مقابلہ ، علم ہندسہ فروعات اعلیٰ
لم ریاضی کی -

چہارم علم طبیعات

علم سکون ، علم حرکت ، علم آب ، علم ہوا ، علم مناظر ،
م برق ، علم ہیئت ، علم آواز ، علم حرارت ، نیچر فلاسفی -

تعلیم خاص مسلمانوں کی ان علوم میں ہونی لازم ہے جن کی
صیل ذیل میں مندرج ہے - انجنیئری ، اینیمل فزیالوجی یعنی
م حیوانات ، اناٹومی یعنی علم تشریح ، ذوالوجی حسب اینیمل
الوجی ، باٹنی یعنی علم نباتات ، جیالوجی یعنی علم طبقات الارض ،
الوجی یعنی علم جمادات ، کمسٹری یعنی علم کیمیا -

یہ وہ علم ہیں جن میں مسلمانوں کی تعلیم ہونی چاہیے - اُن کی
یق اور اُن کی مقدار کی تعین ہر ایک درجہ تعلیم کے لیے
ا جدا ہوگی اور جس کا اندازہ ہر ایک درجہ کی تعلیم کے لیے
ا جاوے گا -

طریقہ تعلیم و تربیت

امراء اور اہل مقدور اور ذی دولت مسلمانوں کے لڑکوں کی
لیم کے لیے نہایت ضرور ہے کہ اُن کی عمر دس برس تک نہ
چنے پاوے کہ وہ اپنے گھر سے جدا رکھے جاویں اور اُن کی
اص طور پر اور خاص نگرانی میں تعلیم ہو اور اس لیے ضرور ہے
ہ کسی شہر کے قریب جس کی آب و ہوا عمدہ ہو اور شہر بھی
ھوٹا ہو ایک پُر فضا میدان تجویز کر کے مکانات تعمیر کیے جاویں
ر پھول باغ لگایا جاوے -

اُسی عمارت کے شامل ایک مسجد بنائی جاوے جس میں
ؤذن و امام مقرر ہو اور ایک کتب خانہ بنایا جاوے اور ایک
ا کمرہ کھانا کھانے کے لیے اور ایک بڑا کمرہ ایسے کھیلوں کے
ھیلنے کے لیے جو مکان کے اندر کھیلے جاتے ہیں اور باقی مختصر و

مناسب کمرہ اس طرح پر کہ ہر ایک لڑکے کو ایک مناسب کمرہ بیٹھنے اور پڑھنے کو ملے -

کسی لڑکے کے ساتھ کوئی خاص خدمتگار نہ رہے بلکہ تمام خدمتگار اُنھیں مکانات کے متعلق نوکر ہوں اور ہر ایک خدمتگار کو کمرے تقسیم کیے جاویں - پس اُن کمروں کے رہنے والے لڑکوں کی خدمت اور کمروں کا جھاڑنا اور آراستہ کرنا اور پلنگوں اور بچھونوں کا درست کرنا وہی لوگ کیا کریں گے -

ان تمام لڑکوں کو ضرور ہوگا کہ مسجد میں ہر روز کی نمازیں جماعت سے پڑھیں اور صبح کی نماز کے بعد کسی قدر قرآن مجید بموجب اُس قاعدہ کے پڑھ لیا کریں جو تجویز کیا جاوے اور ہر ایک کو ایک قسم کا یکساں لباس پہنایا جاوے اور سب مل کر ایک جگہ وقت معین پر کھانا کھاویں - اُن کے اوقات پڑھنے اور کھیلنے کے اور جسمانی ورزش کے سب مقرر کیے جاویں اور ہر ایک لڑکے کو ہر ایک وقت پر جو کام مقرر ہے اُس کا کرنا واجب و لازم ہو -

اس مکان پر ایک نہایت لائق اور معتمد شخص بطور اتالیق یا گورنر کے مقرر ہو - تاکہ وہ تمام نگرانی اور سب طرح کا بند و بست کرتا رہے اور لڑکوں کی صحت و تندرستی کا نگراں رہے اور اس بات کی خبرداری اور نگرانی کرے کہ تمام لڑکے اوقات معینہ میں وہی کام کرتے ہیں جو اُس وقت کے لیے معین ہے یا نہیں -

لڑکوں کو اپنے گھر جانے اور ماں باپ اور عزیز و اقارب سے ملنے یا اُن کو لڑکوں سے ملنے اور اُن کا آرام و آسائش کا حال دیکھنے کو آنے کے لیے قواعد مقرر ہوں اور ہمیشہ اُن قواعد کی پابندی رہے -

اتفاقیہ بیماری یا اتفاقیہ ضرورت کے واسطے ایک طبیب ملازم رہے اور اُس مقام کے سول سرجن سے بھی بند و بست کر لیا جاوے

که اتفاقیه اور دفعتاً کی بیماری کی حالت میں طبیب یا ڈاکٹر کا
دج جیسا کہ اُن لڑکوں کے مربیّوں نے اجازت دی ہو ہو سکے ۔
بند و بست صرف اتفاقیہ اور نا گہانی بیماری کے لیے ہے ورنہ بحالت
ری زاید اُس کو مربی اُس کو گھر پر لے جاویں گے اور خود
ں طرح چاہیں گے معالجہ کریں گے ۔

یہ مکان عالی شان اُمراء اور اہل دول کے چندہ سے تعمیر
نا چاہیے اور اخراجات ماہواری کا اوسط لگا کر جو لڑکا اس میں
خل ہو اور سکونت اختیار کرے اس کے مربّیوں سے وہ خرچ لیا
وے ۔

خوب یاد رہے کہ جب تک ہمارے لڑکے گھروں سے علیحدہ
کر اس طرح پر تربیت نہ پاویں گے ہمیشہ خراب اور نالائق
ر جاہل اور کمینہ عادتوں کے عادی رہیں گے ۔

مدرسة العلوم

اسی شہر میں جہاں یہ مکان تعمیر ہو ایک بہت بڑا عالی شان
رسہ تعمیر کیا جاوے اور اس کا نام انگریزی زبان میں "دی
ن اینگلو اورینٹل کالج" اور عربی زبان میں "مدرسةالعلوم" رکھا
وے ۔ اس مدرسہ میں وہ لڑکے امراء اور ذی مقدور لوگوں کے
ان مکانات میں رہتے ہیں اور نیز اور مسلمانوں کے جو ان میں
ں رہتے عموماً تعلیم پاویں گے ۔

یہ مدرسہ در حقیقت تین مدرسوں پر مشتمل ہوگا ۔ اول انگریزی ،
ئم اردو ، سوئم عربی فارسی ، جو مدرسہ انگریزی کا ہوگا اس میں
کل انگریزی پڑھائی جاوے گی اور تمام علوم و فنون اور جو کچھ
ہ اس میں تعلیم ہوگا وہ سب انگریزی میں ہوگا ۔ الاہر طالب علم
و سیکنڈ لینگوج بھی پڑھنی ہوگی ۔ لیٹن و اُردو یا لیٹن و فارسی یا

ن اور عربی اور اس کو بشمول اپنی تعلیم کے کچھ مختصر کتابیں
و حدیث و عقائد کی اردو زبان میں پڑھ لینی ہوں گی -

اس مدرسہ کے تجویز کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اب زمانہ ایسا
جاتا ہے کہ جو لوگ گورنمنٹ سے اعلیٰ عہدوں کے پانے کی
ا رکھتے ہیں اور دنیا میں نہایت اعلیٰ درجہ کی عزت جو رعایائے
رنمنٹ حاصل کر سکتی ہے حاصل کرنا چاہتے ہیں جب تک کہ
اعلیٰ درجہ کا کمال انگریزی زبان میں حاصل نہ کریں گے اس
ت تک یہ بات مسلمانوں کو نصیب نہیں ہونے کی ، اور ایسا کمال
گریزی میں بغیر اس کے کہ اسی کو خوب حاصل کریں حاصل
نا غیر ممکن ہے - پس جو لوگ کہ اس قسم کے عہدوں اور
تون کے خواہاں ہیں ان کے لیے یہ تجویز کی گئی ہے -

علاوہ اس کے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایک جماعت اس
سم کی ہو کہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کمال انگریزی میں حاصل کرے
یونکہ اس جماعت سے ملک کو اور ملک کے لوگوں کو اور ترقی تعلیم
و بہت فائدہ ہوگا اور وہ ذریعہ اور منبع شیوع علوم بن جاویں گے
، کی بدولت تمام علوم انگریزی زبان سے اردو زبان میں آجاویں گے
ر ان کی ذات سے ملک کو منفعت عظیم پہونچے گی -

اردو مدرسہ - اس میں تمام علوم و فنون بزبان اردو پڑھائے
اویں گے اور جو کچھ تعلیم اس میں ہوگی وہ سب اردو میں ہوگی -
بتہ ہر طالب علم کو تین زبانوں میں سے کوئی زبان بطور سیکنڈ
نگوج کے اختیار کرنی ہوگی - انگریزی ، فارسی ، عربی ، میں امید
رتا ہوں کہ جو لڑکا دس بارہ برس کی عمر میں اس مدرسہ میں
اخل ہوگا وہ ضرور اٹھارہ برس کی عمر تک تمام سینز یعنی علوم
و اردو زبان میں اس قدر تحصیل کر لے گا جس قدر کہ درجہ بی -
ے کے لیے مقرر ہیں - اور سیکنڈ لینگوج میں اس کو اس قدر لٹریچر

اوے گی جیسے کہ انٹرنس کلاس تک پڑھنے والوں کو آتی ھے -
پس اس عمر کے اور اس قدر تحصیل کے بعد طالب علم اس
کنڈ لینگوج میں سے اس زبان کی لٹریچر کو جو اس نے اختیار کی
، تکمیل کرنی شروع کرے اور تین برس اس کو اس کی تکمیل
، لیے بہت کافی ھوں گے - پس اگر اس نے ان تینوں برس میں
گریزی زبان کی تکمیل کی ھے تو اس کو تین برس کی اور مہلت
، لیے بخوبی ملے گی کہ وہ عدالت کے قوانین سیکھے اور مختلف
ہدوں کے لیے جو امتحان مقرر ھیں اُن میں امتحان دے اور نوکری
رنمنٹ کی تلاش کرے اور اس کو حاصل کرے یا اور کسی کاروبار
، جس میں وہ چاھے مشغول ھو-

اور اگر اس نے ان تین برس میں فارسی زبان کی تکمیل کی ھے
اس نے یقینی گورنمنٹ کی نوکری سے توقطع نظر کرلی ھے کیونکہ
تو بغیر انگریزی پڑھے حاصل نہ ھوگی - پس اس کو مہلت ھے
، جہاں تک چاھے فارسی میں کمال بہم پہونچائے اور شاعر و منشی
ادیب ھو کر دنیا میں اپنا نام یادگار چھوڑ جاوے -

اور اگر اس نے ان تین برس میں عربی زبان کی تکمیل کی ھے
اس نے بوجہ مذکورہ بالا سرکاری نوکری سے توقطع نظر کر لی
، - پس اس کو بھی عربی زبان میں اور نیز ان علوم میں جو عربی
ان میں ھیں اور نیز علوم دین مثل فقہ و حدیث و تفسیر و کلام
غیرہ میں جہاں تک کہ وہ چاھے ترقی کرنے اور کمال بہم پہنچانے
موقع حاصل ھے ؎

یہ مدرسہ جو اس قسم کا تجویز کیا گیا ھے جس میں اول
ام علوم اُردو زبان میں پڑھائے جاویں گے اس کا سبب یہ ھے کہ
م دیکھتے ھیں کہ انگریزی مدرسوں میں کافی لیاقت لڑکوں کو
بن آتی ایک مشکل غیر زبان کا سیکھنا ھوتا ھے - پس اس تدبیر سے

نے اُن کی ایک مشکل کو موقوف کر دیا ہے تا کہ وہ بسبب
زبان کے علوم و فنون سے نہایت جلد بخوبی واقف ہو جاویں اور
ں کے لٹریچر میں محنت کرکر جہاں تک اُن سے ہو سکے
کر لیں -

اس تدبیر سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بہت کم طالب علم
و فنون سے گو کہ وہ اُردو ہی زبان میں کیوں نہ ہوں
ہ رہیں گے اور بہ نسبت حال کے لٹریچر پر محنت کرنے کی
مہلت ملے گی اور اُن کو اُس کی زبان کی لٹریچر بہ نسبت حال
ت زیادہ آ جاوے گی -

اس بات پر اکثر بحث ہوئی ہے کہ سرکاری کالجوں کی تعلیم
یاقت کامل نہیں ہوتی اور کیوں وہ تعلیم انگلستان کے کالجوں
لیم کے برابر نہیں ہے - پس میری رائے میں اس کا سبب یہی
نہ انگلستان میں تعلیم اُنھیں لوگوں کی زبان مین ہوتی ہے اور
علوم و فنون انھیں کی زبان میں ہیں اور ہر وقت اور ہر محل
، کو اپنے علم کی ترقی کا موقع ہوتا ہے برخلاف ہندوستان کے
اُن کی تعلیم اُن کی مادری زبان میں نہیں ہے اور اُن کو دوسری
پر قادر ہونے میں نہایت مشکل پیش آتی ہے اور اُس پر قادر ہونے
تمام وقت تحصیل علوم و فنون کا گذر جاتا ہے پس اس تبدیلی سے
س مدرسہ کے تقرر میں کی گئی ہے اُمید ہے کہ وہ رکاوٹ
ہے گی -

جو طالب علم کہ بذریعہ عربی زبان کے علوم تحصیل کرنے پر
ہ تھے اُن میں بھی یہ نقصان رہتا تھا کہ وہ ان علوم و فنون سے
ہایت ضروری ہیں نا واقف محض رہتے تھے اور اس تبدیلی سے جو
ہ تعلیم میں کی گئی ہے اُمید یہ ہے کہ وہ بھی نا واقف نہ
گے اور عربی زبان میں بھی کمال حاصل کرنے کا اُن کو موقع

صل رہے گا -

عربی فارسی مدرسہ - اس میں ابتداءً کسی علم کی تعلیم
ں ہونے کی، بلکہ جو انگریزی اور اُردو پڑھنے والوں نے ان زبانوں
ں سے جس کو بطور سیکنڈ لینگوج کے اختیار کیا ہوگا اور اُردو میں
وم و فنون پڑھ لینے کے بعد عربی یا فارسی زبان کے لٹریچر و علوم
ں کمال حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہوگا تو اُن کی پڑھائی فارسی
بی میں اعلیٰ درجہ تک کی اس مدرسۃ میں ہوگی -

تینوں مدرسہ مل کر در حقیقت ایک مدرسہ ہوگا اور جوکہ
قسم کے یعنی انگریزی سے اور اُردو فارسی و عربی کے اس میں
جود ہوں گے تو سلسلہ تعلیم ہر ایک مدرسہ کا جو قائم کیا گیا
، وہ اُستادوں کی تقسیم اوقات سے بخوبی تکمیل پاتا رہے گا -

مدارس

یہ چھوٹے چھوٹے مدرسے ہوں گے اور ہر شہر و قصبہ و ضلع
ں جہاں ان کا قائم ہونا ممکن و مناسب ہو قائم ہوں گے - ان
ں تعلیم صرف اُن قواعد کے مطابق ہوگی جو اُردو مدرسہ کے
، ہیں اور اُسی طرح اس مدرسہ کے طالب علموں کو ایک
کنڈ لینگوج مقرر انگریزی یا فارسی یا عربی اختیار کرنی ہوگی -

اس مدرسہ میں اور پہلے مدرسہ اُردو میں صرف اتنا فرق ہوگا
، اس مدرسہ میں ایک حد معین تک علوم پڑھائے جاویں گے اور
ب اس حد تک طالب علم پہنچ جاویں گے تو اس مدرسہ سے
رج ہو جاویں گے اور اُن کو اختیار ہوگا کہ اُس سے اعلیٰ درجہ
تعلیم اگر چاہیں تو مدرسۃ العلوم میں داخل ہوں - یہ مدرسے
، مراد سے ہوں گے کہ مدرسۃ العلوم کے لیے لڑکے تیار کریں -
کی مثال بعینہ ایسی ہوگی جیسے گورنمنٹ ضلع اسکول کالجوں کی

، کے لیے طالب علم تیار کرتے ھیں -

مکتب

ھر گاؤں اور قصبہ جہاں ھو سکے مکتب قائم ھونے
ئیں - ان میں قرآن شریف بھی پڑھایا جاوے اور اردو زبان میں
ھ کتابیں اور حساب وغیرہ سکھایا جاوے اور اردو میں لکھنا پڑھنا
سکھایا جاوے اور اس مکتب میں بھی کسی قدر فارسی اور
ی قدر انگریزی سیکنڈ لینگوج ھو - فارسی تو صرف اس قدر
جس سے اردو کو مدد پہنچے اور انگریزی نہایت قلیل صرف
، کہ حرف پہچان لے - چھاپے کے حرفوں میں لکھا ھوا نام
سکے اور انگریزی ھندسے جو کلوں اور اوزاروں پر لکھے ھوئے
تے ھیں اُن کو پہچان سکے تاکہ اگر کسی کل سے کام لینا ھو
کام لے سکے -

اس مکتب میں قرآن مجید نئے قاعدہ سے پڑھایا جاوے جس
کل قرآن شریف چھ مہینے میں بخوبی ختم ھو جاتا ھے - بعض
وں نے قرآن مجید کے کل لفظ بحذف الفاظ مکرّر جدا چھانٹ لیے
، اور اُن کو بہ ترتیب دو حرفی و سہ حرفی مرتب کر لیا ھے اور
، بے کے بعد صرف اُن لفظوں کے پڑھا دینے سے کل قرآن مجید
ران پڑھنا بخوبی آ جاتا ھے -

اس مکتب میں نماز پڑھنا بھی بتایا جاوے گا اور چھوٹی چھوٹی
و کتابیں مسئلوں کی بھی جیسے کہ 'راہ نجات'، 'حقیقت الصلوٰۃ'
یرہ ھیں لڑکوں کو پڑھائی جاویں گی -

حفاظی مکتب

جو لڑکے مسلمانوں کے قرآن مجید حفظ کرنا چاھیں یا اشخاص
ینا جو قرآن مجید حفظ کرنے کی زیادہ رغبت رکھتے ھیں اُن کے

ے بڑے بڑے شہروں اور مناسب مناسب مقاموں پر مکتب مقرر
وں جن میں وہ لوگ قرآن مجید حفظ کیا کریں مگر اس مکتب
و بالکل علیحدہ رکھنا چاہیے اور کسی مدرسہ یا مکتب کے شامل
رنا نہیں چاہیے -

عمر تعلیم

اگرچہ ابتداءً جب مدرسے مقرر ہونگے اُن میں عمر کا چنداں
اظ نہ ہوگا۔ بلکہ منتظمان کی رائے پر اور لڑکوں کی حالت پر اُن
داخلہ منحصر ہوگا مگر جبکہ انتظام بہ خوبی ہو جاوے اُس
ت ہر ایک قسم کے مدرسہ کے لیے عمر کی تعین ضرور ہوگی ۔
ں لڑکوں کی تعلیم میں اُن کی عمر کا حسب تفصیل ذیل لحاظ
ھنا چاہیے گا جس کے لیے پانچ درجہ قرار دیے جاتے ہیں ۔

اول ۔ چھ برس سے دس برس تک ، اس میں چاہیے کہ لڑکا
ن مجید پڑھ لے اور کچھ اُردو کتابیں بھی اور مسائل کی چھوٹی
ھوٹی کتابیں جیسی راہ نجات اور حقیقت الصلوٰۃ وغیرہ ہیں پڑھ لے
ر کچھ کچا پکا لکھنا بھی سیکھ لے اور اُس کو اس قدر استعداد
جاوے کہ اُردو عبارت بآسانی پڑھ لکھ سکے اور انگریزی حرفوں
ہندسوں کو پہچاننا اور نام پڑھ لینا سیکھ لے - یہ وہ تعلیم ہے
ں کا مکتبوں میں انتظام ہونا چاہیے ۔

دوم ۔ گیارہ برس سے تیرہ برس تک ، اس عمر میں اس قدر
ھ لینا چاہیے جو روزمرہ کے کاموں اور امورات متعلقہ زندگی اور معاش
کام میں درکار ہیں۔ سیدھے سادھے مسائل مذہبی و عقاید مذہبی
بھی واقفیت حاصل ہو۔ یہ وہ تعلیم ہے جو مدارس مجوزہ میں تجویز
گئی ہے -

اہل پیشہ اور غریب آدمی بھی جو اپنے لڑکوں کو اپنے پیشہ

ں مصروف کرتے ھیں اس قدر عمر تک لڑکوں کو تعلیم میں رکھنے
ے کچھ اپنا ھرج نہیں سمجھتے اور اگر اھل پیشہ کے لڑکے اس قدر
جه تک کی تعلیم پا جاویں اور ھمارے ملک میں عموماً اس قدر
جه تک علم پھیل جاوے تو ھندوستان ھندوستان نہیں رھنے کا ،
که قطعه جنت ھو جاوے اور ٹھیک ٹھیک ھندوستان جنت نشان کا
ب اس پر صادق آوے گا ۔

سوم ۔ چوده برس سے اٹھاره برس تک ۔ اس عمر میں جمله
وم و فنون سے جو دین و دنیا میں بکار آمد ھیں واقفیت کلی حاصل
نی چاھیے ۔

چہارم ۔ انیس برس سے اکیس برس تک ، اس عمر میں خاص
وم اور خاص زبان جس میں طالب علم کمال حاصل کرنا چاھے
صل کرنے ھوں گے ۔

پنجم ۔ بائیس برس سے پچیس برس تک ، یه وه زمانه ھے جس
ں طالب علم بعد فراغ تعلیم ان چیزوں کو پڑھنے اور امتحان
نے میں مشغول رھے گا جن کے ذریعه سے سرکاری نوکریاں ھاتھ
ی ھیں اور اسی قسم کے حصول معاش کے ذریعوں کو حاصل کرنے
ں مشغول ھوگا ۔

یه پچھلی تینوں قسم کی تعلیمیں وه ھیں جو مدرسة العلوم سے
(قه رکھتی ھیں ۔

سلسلۂ تعلیم

انگریزی مدرسه کے لیے ھم کو سلسلۂ تعلیم کے معین کرنے
ضرورت نہیں ھے ۔ کیمرج اور آکسفورڈ کی دو یونیورسٹیاں ھماری
ایت کے لیے موجود ھیں ۔ پس ھمیشه ھم کو ان کی ھی تقلید
ر پیروی سے سلسلۂ کتب درسیه کا معین کرنا اور اسی طریق پر

ایم دینا کافی ہوگا ۔

اُردو مدرسہ کے لیے البتہ ہم کو کتابیں تلاش کرنی اور ان کا سلۂ تعلیم قائم کرنا پڑے گا مگر یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے ۔ سلۂ کتب درسیہ علوم و فنون معینہ وہی قائم رہے جو انگریزیؔ ، ہو انھیں کتابوں کا جو انگریزی میں علوم و فنون کی پڑھائی ویں اردو میں ترجمہ ہو اور اردو میں پڑھائی جاویں پس ان دونوں رسوں میں پڑھائی تو ایک سی ہوگی صرف یہ فرق ہوگا کہ جو ناب انگریزی مدرسہ میں انگریزی زبان میں پڑھائی جاتی ہے وہ اس رسہ میں اردو میں پڑھائی جاوے گی ۔

عربی و فارسی مدرسہ کے لیے بھی کتابوں کے متعین کرنے ، چنداں دقت نہ ہوگی فارسی زبان کے علم انشاء کی کتابیں نہایت انی سے بہت عمدہ اور سادہ ،منتخب ہو سکتی ہیں جو سلسلہ سب سے درس میں داخل ہوں - عربی زبان میں جو سلسلہ تعلیم ری ہے بلا شبہ اس میں تبدیلئی عظیم کرنی پڑے گی ۔ سلسلہ نظامیہ ۔ بالفعل جاری ہے محض لغو ہے اور حال کے زمانہ کے مطابق ں بلا شبہ اس کو ترک کرنا اور سلسلہ جدید قائم کرنا پڑے گا ۔

طالب علموں کو لغو مباحث میں ڈالنا اور الفاظ کی بحث پر کی عمر کو ضائع کرنا محض بیفائدہ ہے بعوض اس کے یہ بات ھیے کہ سیدھے سادے اور صاف مسائل صرف و نحو اُن کو پڑھائے ویں بغیر کسی بحث کے تاکہ وہ بخوبی بموجب قواعد صرف و نحو بی کی عبارت پڑھ سکیں ۔

چند رسالہ منطق خالص کے جو بہت صاف اور سیدھے ہوں ان ، پڑھانے چاھئیں اور علم معانی بیان کے سیدھے مسئلہ سکھانے ھئیں اور عربی بولنے اور عربی لکھنے کی مشق کرانی چاھیے پس ، قدر تعلیم متعلق علم ادب کو کافی سمجھنا چاھیے ۔

اس تعلیم کے لیے بھی کتابوں کی چنداں مشکل نہیں پڑنے کی کتب موجودہ میں سے ایسی صاف صاف کتابیں بآسانی منتخب ہو سکتی ھیں اور بعض کتابوں پر ایک عالم نظرثانی کرکر ان میں سے فضول مباحث کو حذف کرکر کتابوں کو مناسب حال کر دے سکتا ھے -

باقی رھی تعلیم کتب مذھبی کی - بالفعل ھمارے ھاں یہ رواج ھے کہ کتب مذھبی میں سے ابتداء سے آخر تک کسی کتاب کے پڑھنے کا رواج نہیں ھے بلکہ مقامات معیّنہ ھر ایک کتاب کے پڑھ کر باقی کتاب کو چھوڑ دیتے ھیں - میری دانست میں اس طریقہ کو تبدیل کرنا چاھیے ایک آدھ متن جو عمدہ اور مفید ھو وہ بتمامہ پڑھایا جاوے اور باقی کتابوں میں سے ان مقامات کا جو اس زمانہ میں مفید اور بکارآمد ھیں انتخاب کرکر ایک چھوٹی سی کتاب بنائی جاوے - مثلاً ھدایہ اس میں سے عمدہ اور مفید مقامات کا انتخاب کرکر تلخیص الھدایہ اس کا نام رکھا جاوے جو چند جزو پر ھو اور وہ بتمامہ پڑھا دیا جاوے - اسی طرح کتب صحاح ستہ حدیث میں سے احادیث عمدہ و مستند و مفید و ضروری کا انتخاب کرکر تلخیص البخاری و تلخیص المسلم و ھذالقیّاس چھوٹی چھوٹی کتابیں بنا لی جاویں اور وہ بتمامہ پڑھائی جاویں - تفسیر میں جلالین شاید نہایت عمدہ ھے اور انتخاب کی بھی ضرورت نہیں رکھتی مگر وہ نہایت آسان ھے اور اہِن سے زیادہ قابلیت کے لیے دوسری تفسیر ھونی چاھیے پس وہ تفسیر بیضاوی ھے اس کی بھی تلخیص کی جاوے اس طرح پر کہ جہاں تک کہ اس میں مباحث عربیت سے متعلق ھیں وہ انتخاب کر لیے جاویں اور باقی امور چھوڑ دیے جاویں غرض کہ اسی طرح کتابوں کے انتخاب اور تلخیص سے ایک سلسلہ کتب درسیہ عربیہ کا قائم کرلیا جاوے پس یہ وہ طریقے ھیں جن سے میری دانست

، تعلیم مسلمانوں کی اس طریق پر جو دین و دنیا کے لیے مفید ھو
ری ھو سکتی ھے اور نکبت اور جھل جو مسلمانوں میں پھیلتا جاتا
، اس کا علاج ھو سکتا ھے مگر ھر شخص یہ بات بخوبی اور بآسانی
جھ سکتا ھے کہ یہ طریقہ تعلیم کا نہ کسی طرح گورنمنٹ اختیار
سکتی ھے اور نہ سرکاری کالجوں اور اسکولوں میں جاری ھو سکتا
، خود مسلمان البتہ بخوبی جاری کر سکتے ھیں اور کچھ شک نہیں
، اس کے اجراء کا مقدور بھی رکھتے ھیں صرف ھمت اور محنت
ر توجہ درکار ھے -

دوم وہ طریقہ جس سے گورنمنٹ کالجوں اور اسکولوں کی تعلیم
دہ تر مسلمانوں کے مناسب حال ھو جاوے اور اس سے مسلمان
دہ اٹھاویں -

مسلمانوں کو چاھیے کہ گورنمنٹ کے کالجوں اور اسکولوں کو
ما تصور کریں کہ صرف انگریزی زبان کی تعلیم کا ایک قسم کا
رسہ ھے جیسا کہ ان کے لیے اوپر تجویز ھوا ھے اور تمام
وم و فنون اس میں بزبان انگریزی تعلیم دیے جاتے ھیں اور اردو ،
رسی ، عربی صرف بطور سیکنڈ لینگوج کے ھے اور صرف ان مدرسوں
و زیادہ تر مناسب اور مفید کرنے کے لیے مفصلہ ذیل باتوں پر
جہ کریں -

اول - گورنمنٹ سے درخواست کریں کہ جس قدر انگریزی کی
لیم اب دی جاتی ھے اس میں ترقی کی جاوے / اور ھر ایک
جہ کی تعلیم بالکل یونیورسٹی کیمرج اور اکسفورڈ کے برابر کر دی
اوے -

دوم - یورپ کے طالب علموں کو لٹریچر میں قدرتی دستگاہ
وتی ھے کیونکہ وہ اُن کی مادر زاد زبان ھے اس لیے اُن کو تھوڑی
صیل میں آ سکتی ھے مگر ھندوستان کے لیے کالجوں میں لٹریچر کی

پڑھائی زیادہ ترکی جاوے تاکہ لیاقت تحریر و تقریر بخوبی آجاوے ۔

سوم ۔ ہر کالج میں بہ تحت انتظام پرنسپل کے ایک کلب مقرر ہو جس کا پریذیڈنٹ پرنسپل ہو اور ہر ہفتہ اُس میں اعلیٰ کلاسوں کے طالب علم اسپیچیں مضامین معین میں کیا کریں اور اگر چھوٹے کلاسوں میں اُس کو وسعت دی جاوے اور ہر کلاس کے ماسٹر کے اہتمام میں اُس کے طالب علم ہر ہفتہ اس کی مشق کیا کریں تو ترقی لٹریچر کے لیے نہایت مفید ہوگا ۔

چہارم ۔ مسلمان گورنمنٹ سے درخواست کر کر بشمول ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ایک کمیٹی مقرر کریں جو اُن کتابوں کو منتخب کرے گی خواہ خود تالیف کرے یا تالیف کرائے گی جو سیکنڈ لینگوج کی تعلیم کے لیے درکار ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر اُردو و فارسی و عربی کی تعلیم کی کتابوں میں جو بطور سیکنڈ لینگوج کے پڑھائی جاتی ہیں کچھ درستی کی جاوے اور کتابیں عمدہ و مفید بصلاح کمیٹی اُس میں داخل کی جاویں تو مسلمان طالب علموں کو رغبت بھی ہوگی اور بہ نسبت حال کے اُن زبانوں کی تعلیم کی بھی ترقی ہو جاوے گی اور جب عربی فارسی کی تعلیم ایک عمدہ قاعدہ پر ہوگی تو مسلمان طالب علموں کو کسی وقت پر اُس کو اعلیٰ درجہ تک ترقی دینے کا موقع حاصل رہے گا ۔

پنجم ۔ بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کے مسلمان بہ منظوری گورنمنٹ ایک کمیٹی مقرر کریں جو اس بات کی تحقیقات کیا کرے گی کہ کس قدر مسلمان لڑکے شہر یا قصبہ میں ہیں اور وہ کہاں کہاں پڑھنے لکھنے میں مصروف ہیں اور کیا کرتے ہیں اس تحقیقات کی کتابیں اور فہرستیں مرتب ہوں اور ہمیشہ سہ ماہی پر اُن کی جانچ پرتال ہوا کرے اور جو لڑکے پڑھتے نہیں ہیں اُس کا سبب بھی دریافت کر کر اُس کتاب میں مندرج کیا کریں ۔

اس کمیٹی میں بجز مسلمانوں کے اور کوئی شخص اور نہ کوئی
روپین حاکم شریک ہو مگر اس کی اطلاع و کیفیت ڈائرکٹر
لک انسٹرکشن کے پاس جایا کرے اور خرچ اس کمیٹی کا میونسپل
ڈ سے دیا جاوے ۔

ششم ۔ ہر کالج اور اسکول کے لیے کمیٹی ہو جس میں
سلمان بھی شریک ہوں اور اُن کو کچھ وقعت اور اختیار بھی دیا
وے اور اُس کا بائی لاز خود اُنھیں سے بنوایا جاوے اور گورنمنٹ
د اصلاح و ترمیم اُس کو منظور کرے تاکہ گورنمنٹ کالج و اسکول
سلمانوں کے لیے بطور ایک مربی کے متصور ہوں نہ بطور ایک
وفناک چیز کے جیسا کہ اب تک رہے ہیں ۔

تحصیلی و حلقہ بندی مکتبوں کو بھی اپنے مفید کرنے کے لیے
سلمانوں کو چاہیے کہ اُن کے اہتمام اور نگرانی میں زیادہ تر مداخلت
ریں اور سب سے عمدہ یہ بات ہے کہ اپنی طرف سے اور باہمی
ندہ سے ایسے ایسے چھوٹے مکتب خود قائم کریں اور گورنمنٹ
ے اُس میں نصف روپیہ ملنے کی درخواست کریں ۔

غرضیکہ جیسا کہ اب تک گورنمنٹ کے سررشتہ تعلیم سے
سلمان علیحدہ علیحدہ رہے ہیں بر خلاف اُس کے جہاں تک ممکن
ہ اُس میں اعانت و مدد کریں اور سررشتہ تعلیم کو ایک اپنی
روریات کے سمجھیں تاکہ وہ اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں اور جو جو
صان اُس میں ہوں اُس کے رفع کرنے پر قادر ہوں ۔

یہ تمام باتیں جو اوپر بیان ہوئیں مسلمانوں کو گورنمنٹ
لجوں و اسکولوں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے کافی ہیں ۔ اس سے زیادہ
ر کچھ گورنمنٹ سے درخواست کرنی یا توقع رکھنی محض بیہودہ
ت ہے بلکہ اس میں سے بھی بعض باتیں ایسی ہیں کہ گورنمنٹ
شکل اُس کو قبول کرے گی ۔

رائے ممبران

اس تجویز کی نسبت کل ممبران سلیکٹ کمیٹی سے صلاح اور
نورہ کیا گیا جو ممبر کہ بنارس میں موجود تھے اُنھوں نے
لمشافہ اپنی رائیں ظاہر کیں اور جو لوگ کہ بنارس میں موجود
تھے اُن کے پاس یہ تجویز بھیجی گئی اور اُنھوں نے بذریعہ
یر کے اپنی رائیں ظاہر کیں جن کی تفصیل ذیل میں مندرج ہے۔

سید احمد خاں، مولوی محمد عارف صاحب، مولوی سید عبد اللہ
احب محمد یار خاں صاحب، مولوی سید زین العابدین صاحب، مرزا
مت اللہ بیگ صاحب، مولوی اشرف حسین خاں صاحب، مولوی
سمیع اللہ خاں صاحب اور منشی محمد اکرام حسین صاحب نے
کسی اختلاف کے مذکورہ بالا تجویز کو پسند اور منظور کیا
ر تمام مراتب مذکورہ بالا سے اتفاق رائے ظاہر کیا۔

مولوی سید امداد علی صاحب اور مولوی قطب الدین حسن
حب اور مولوی حمید الدین صاحب اور منشی محمد سبحان صاحب
، بھی بالکلیہ اس تجویز سے اتفاق کیا مگر ان چاروں ممبروں نے
، بات کی خواہش ظاہر کی تلخیص کتب بذریعہ علماء کامل اور
ین کے عمل میں آوے۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب نے بھی جملہ مراتب مندرجہ بالا
، دلی اتفاق کیا اور یہ لکھا کہ سلسلہ تعلیم میں جو کمی بیشی کی
اهش کی ہے نہایت عمدہ اور مناسب ہے لیکن چونکہ اس رپورٹ
، اُن کتابوں کے انتخاب کا پورا ذکر نہیں ہے جو اس طریقہ میں
ھائی جاویں گی اس لیے میں اسباب میں ابھی کچھ رائے نہیں دیتا
ب اس کا موقع آوے گا تب میں بالتفصیل رائے دوں گا۔

مولوی عبد الرحمٰن صاحب اور مولوی حفیظ الدین احمد صاحب
میر بادشاہ صاحب نے بھی تجویز مذکورہ بالا سے اتفاق کیا

ر کتب فقه و اصول فقه و کتب حدیث کی تلخیص کرنے سے
نلاف رائے کیا اور کہا کہ وہ بدستور سابق تعلیم میں رہیں -
مولوی سید فرید الدین احمد صاحب نے اپنی رائے یہ لکھی ہے
ء میں اپنے لائق فائق مسیح عصر حکیم دھر روشن ضمیر عالی دماغ
د احمد خاں صاحب بہادر سی - ایس - آئی عمدہ ممبر کی رائے سے
کل اتفاق نہیں کر سکتا - اُس سخت مرض مہلک اور مزمن مرض
حالت کا کہ جو آج کل جسم اسلامی کو لا حق ھوگیا ہے اور
ں نے اُن کے سارے دین و دنیا کے امور کو نہایت فتور اور
ہان میں ڈال رکھا ہے جو علاج تجویز کیا ہے وہ محض ایک
ویر خیالی ہے جو حالت موجودہ مسلمانوں سے اس بات کی توقع
ھی بھی نہیں ھو سکتی کہ وہ اُس عمدہ علاج کے اجزائے نافع کو
م پہنچا کر استعمال کریں - میں اس بات کو نہایت سچائی سے
ل کرتا ھوں کہ وہ نسخہ مجوزہ نہایت بے نظیر و لا جواب ہے
ر اُس کے استعمال کا امکان ھوتا تو وہ بالکل اُس مرض مہلک کی
خ و بنیاد کو توڑ ڈالتا اور جسم اسلامی کو اعلیٰ درجہ کی
حت و طاقت کو پہنچا دیتا اور یقین ہے کہ آئندہ نسلوں میں کوئی
ت ضرور ایسا آوے گا کہ اھل اسلام بخوشی اُس نسخہ کو استعمال
ریں گے اور خدا کرے کہ جلد وقت آوے - میرے خیال میں
ں حکیم حاذق کو ضروری تھا کہ وہ دولت اور ھمت اور توفیق
جودہ مسلمانوں پر لحاظ فرما کر مطابق اُس کے کوئی نسخہ تجویز
رتے کہ جس سے زیادتی اُس مرض کی تو رک جاتی اور کسی قدر
ار صحت کے نمایاں ھوتے اور اسی طرح وقتاً فوقتاً بہ لحاظ حالت
جودہ کے اُس نسخہ میں تبدیل عمل میں لاتے کہ یہی طریقہ
لکل قانون قدرت کے مطابق ہے اگر حکیم ممدوح بہ نظر مہربانی
ہر دوبارہ توجہ فرما کر کوئی ایسی تدابیر تجویز فرماویں کہ جس کا

رج میں موجود ہونا گو بدقت ہو مگر ممکن ہو تو نہایت مناسب و
ر ہے اور جب میری رائے یہ قائم ہوئی کہ فی الحال وہ تدبیرات
س خیالی ہیں اور کسی طرح وہ وجود پذیر نہ ہوں گی تو اُن
ابیر کی نسبت مفصل رائے لکھنا محض فضول و بے فائدہ ہے تا ہم
، قدر کہنا میں ضروری جانتا ہوں کہ مسلمانوں کے امور معاد کے
اظ سے اُن کی اعلیٰ اور عمدہ تعلیم میں زبان عربی کو دوم درجہ
ر دینا نا مناسب ہی نہیں بلکہ مضر ہے جب ہم ایک ایسا خیالی
صوبہ قرار دیں کہ جو عمدہ حالت ترقی تعلیم مسلمانوں کی ہو تو
، میں حیف ہے کہ زبان عربی درجہ دوم میں قرار پاوے اور چند
ـوں نے جو درباب تلخیص کتب دینیہ اہل اسلام کے رائے
، ہے اور سید احمد خان صاحب سے اختلاف کیا ہے میں اُس میں
د احمد خان سے بالکل متفق ہوں ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ
تاً فوقتاً علمائے اہل اسلام اس کے درپے رہے ہیں اور بہ نظر
مالح وقت اور حالت موجودہ اہل زمان بہ تبدیل عبارت یا
تصار و تلخیص مقامات کتب تالیف کرتے آئے ہیں اور مجھ کو
بد ہے کہ ہمارے یہاں کے لائق آدمی ہمیشہ اسی عمدہ رائے پر
تے رہیں گے ۔ بخاری کی تلخیص کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اُس کے
ض اجزاء کو ہم اپنی سمجھ کے موافق قائم رکھیں اور بعض کو
ل دیں بلکہ تلخیص کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے جو مقامات کہ
بد اور بمناسب وقت ہیں اُس کو نکال کر کے درس میں داخل
یں اور اس میں کوئی قباحت اور نقصان نہیں ہے اور میں اس میں
ی کوئی قباحت اور نقصان نہیں سمجھتا کہ جو غلطی یا خطا
سی کتاب میں واقع ہے اُس کی گرفت کی جائے اور بلا اندیشہ وہ
طی ظاہر کر دی جاوے ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہمیشہ اول
نہ صحابہ سے لے کر آج تک ہمارے یہاں کے علماء یہی کام کرتے

ے آئے ہیں - صحابہ ، تابعین ، مجتہدینؒ ، فقہاء ، محدثینؒ ،
ائخ کرام سب کی غلطی و خطاؤں کو بہت صراحت سے علماء نے
ھا ہے اور اس بات کو بھی بہت احتیاط سے ملحوظ رکھا کہ اگر
سی پر بے جا اعتراض یا ناجائز غلطیاں لگائی گئی ہیں تو اُس کو
لائل معقول ردکیا اور یہ بھی اسی مقام پر میں لکھنا نہایت
اسب جانتا ہوں کہ ہمارے سچے مذہب کا عمدہ اصول یہ ہے کہ
ؤئی عالم اور کوئی مجتہد اور کوئی صلحا سے بلکہ کوئی انسان سوائے
اء علیہم السلام کے ایسے درجہ میں نہیں ہیں کہ جن کے کلام
ں خطا اور خلل واقع نہ ہوا ہو اگر آج ہم کسی بڑے سے بڑے
لم کے کلام کی غلطی ظاہر کریں اور اُس کو عمدہ دلائل سے
چی نیت سے بغرض ہوا خواہی اسلام ثابت کر دیں تو کچھ
م پر اعتراض نہیں ہے -

منشی محمد اکبر حسین صاحب نے یہ رائے لکھی کہ مجھ کو
ناب سید احمد خاں صاحب بہادر سی - ایس - آئی کی اعلیٰ اور
مدہ اور حکیمانہ تجویز سے بدل اتفاق کلی ہے - ہر چند مولوی
ید الدین صاحب کا خیال اُس کی تصویر خیالی ہونے کی نسبت
سلمانان ہند کی عادت و عقائد و حالات موجودہ پر نظر کرنے سے
سی درجہ تک صادق آتا ہے اور اس تدبیر کی تکمیل اجراء کی
نا مرحلہ اُمید و بیم میں معلوم ہوتی ہے لیکن جب ہم اُس تشریح
ر توضیح پر نظر کرتے ہیں جو جناب سید احمد خاں صاحب
دوح نے تجویز اور عمل ان دونوں چیزوں کے امتیاز کے باب میں
رمائی ہے تو بے تامل متفق الرّائے ہوکر خدائے عز و جل سے اپنے
مدہ ارادوں کے پورا ہونے کی دعا مانگتے ہیں السعی منّی
الا تمام من اللہ تعالیٰ -

جو رائے ممبروں کی اوپر بیان ہوئی اُس سے ظاھر ھے کہ جو طریقہ تعلیم کا تجویز ھوا اُس سے تمام ممبروں نے اتفاق رائے کیا ھے پس اب میں نہایت خوشی سے اس رپورٹ کو ختم کرتا ھوں اور بموجب ھدایت ممبران سلیکٹ کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان کے سامنے اس اُمید سے پیش کرتا ھوں کہ ممبران کمیٹی ممدوح در باب تعمیل اور اجراء اس طریقۂ تعلیم کے بہ تدابیر مناسبہ سعی اور کوشش فرمانی شروع کر دیں -

---

مذہب اور عام تعلیم

لیم کا عام رواج بلا شمول مذہبی تعلیم کے ناممکن ہے

(تہذیب الاخلاق جلد ۱ نمبر ۲ بابت ۱۵ شوال ۱۲۸۷ھ)

اس مضمون میں سرسید نے جس نہایت اہم امر کی جانب مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کو مذہبی تعلیم بھی لازمی طور پر دینی چاہیے - ورنہ کبھی حقیقی ترقی نہیں ہو سکتی اور قوم اصلی تہذیب و شائستگی سے محروم رہتی ہے - کیونکہ پسندیدہ اخلاق مذہب پر مضبوطی سے قائم ہونے کے بغیر کبھی حاصل نہیں ہوسکتے اور جب تک اخلاق بلند اور عادات پسندیدہ نہ ہوں قوم کبھی مہذب اور شائستہ نہیں بن سکتی - اسی لیے سر سید اپنے اس مضمون میں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ ”جو لوگ ہندوستان میں مسلمانوں کی عام تعلیم پر کوشش کرتے ہیں - اُن کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ عام تعلیم کا رواج کسی قوم کے زن و مرد میں بغیر شمول تعلیم مذہبی کے نہ ہوا ہے نہ ہوگا اور نہ دنیا میں کوئی ملک اور کوئی قوم ایسی موجود ہے جس میں عام تعلیم کا رواج بلا شمول مذہبی تعلیم کے ہوا ہو“-

مگر افسوس ! بزرگ سید کی اس قابل قدر نصیحت کو اُن مسلمان شرفا کی اولاد نے سراسر فراموش کر دیا

جنھوں نے ابتدائی ایام میں سر سید کی آواز پر لبیک
کہتے ہوئے اور دنیوی تعلیم کی طرف توجہ کرتے ہوئے
عزت و وقار اور دولت و عظمت حاصل کی تھی - آج
مسلمان شرفا اور معززین کے گھرانوں میں شاید
۹۸ فیصدی سے بھی زیادہ ایسے خاندان موجود ھیں جو
مغربی تعلیم اور انگریزی طرز پر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت
کراتے ھیں مگر مذھبی اور دینی تعلیم سے اپنی اولاـدوں
کو بالکل بے بہرہ رکھتے ھیں جس کے نتیجہ میں
دھریت اور الحاد اور مذھب سے قطعاً بے تعلقی مسلمانوں
کی نئی نسل میں روز بروز زیادہ ھوتی جاتی ھے - کاش !
اب بھی مسلمان بزرگ سید کی اس نیک صلاح اور احسن
مشورہ پر عمل کریں اور جہاں اپنی اولادوں کو
اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی تعلیم دلاتے ھیں وھاں اُن
کے لیے مذھبی تعلیم کا بھی مقعول انتظام کریں لیکن
افسوس ! مغرب پرستی کی اس عالمگیر رو میں اس کی
بہت کم توقع ھے - (محمد اسماعیل پانی پتی)

انسان کے خیالات جو آئندہ زندگی کی نسبت ھیں جس کو
معاد یا آخرت کے نام سے تعبیر کرتے ھیں اور جو مذھبی یقین سے
پیدا ھوتے ھیں - انسان کی ترقی کے اکثر ھارج ھیں - بلا شبہ سچا
مذھب جو در حقیقت خدا کی طرف سے دیا گیا ھو - وہ انسان کی
کسی قسم کی ترقی کا مانع نہیں ھوسکتا - کیونکہ انسان کا تنزل
لوازم انسانیت سے خدا کا مقصد نہیں ھے - ورنہ انسان کو انسان
بنانے کی کیا ضرورت ھوتی مگر جب اُس سچے مذھب میں بھی
لغو خیالات اور بد تعصبات مل جاتے ھیں تو وہ ویسا ھی انسان کی
ترقی کا ھارج ھو جاتا ھے اور جبکہ لغو اور مہمل رسومات ملکی اور

کا اُس میں خلط ہو جاتا ہے جیسا کہ اب مسلمانوں کا
ہے ۔ تب وہ سم قاتل ہوتا ہے ۔

اس مقام پر ہم کو اس امر سے زیادہ بحث کرنی منظور نہیں
بلکہ صرف اسی قدر ظاہر کرنا منظور تھا کہ مذہبی خیالات
، کی ترقی پر فی الواقع کس قدر اثر رکھتے ہیں اور جس
ب سے یہ بیان ہوا ہے وہ ابھی چند سطروں کے بعد ظاہر
اوے گا ۔

یہ مذہبی خیالات گو کیسے ہی ہارج ترقی انسان کے ہوں
ہم کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں پاتے جس میں اس قسم کے
ت نہ ہوں مگر بلا شبہ یہ بھی پاتے ہیں کہ جس ملک میں
ں تعصبات نا واجب اور جہالت آمیز اور توہمات و خیالات
نہ اور وحشیانہ کم ہیں وہاں اُسی قدر انسانیت کو ترقی ہے ۔

اس ہرج کے رفع کرنے کے لیے اور تعلیم کو عموماً پھیلانے
یے بعض شائستہ اور تربیت یافتہ قوموں اور ملکوں میں دو طرح
کوشش ہوئی ۔ ایک گروہ تو اس بات پر مستعد ہوا کہ مذہبی
بالکل موقوف کی جاوے جو باہمی اختلاف اور تباین کا باعث
اور سب لوگ متفق ہو کر اس قسم کی تعلیم میں کوشش
ں جو بلا اختلاف سچ اور فائدہ مند ہے ۔ اگرچہ اس گروہ میں
بڑے بڑے عاقل اور فاضل اور لائق آدمی شامل تھے مگر
ی کوششوں کی کامیابی کی کچھ بھی توقع نہ ہوئی اور نہ ہوگی
لیے کہ مذہبی خیالات کو تمام انسانوں کے دلوں میں سے نکال
جن کی تعلیم میں کوشش مقصود ہے ایک ایسا امر ہے جس کے
نے کی ابھی سینکڑوں برس تک توقع نہیں ہے ۔

دوسرے گروہ کی کوششوں کا اصلی مقصد تعلیم مذہبی پر
ش کرنا تھا اور اور علوم کی تعلیم اُس کے ساتھ بطور ضمنی

یم کے تھی - ہم دیکھتے ہیں کہ اس گروہ نے نہایت کامیابی
صل کی اور اُس کے سبب سے بے انتہا علوم و فنون نے ترقی
ں اور نہ صرف اپنی قوم اور ملک کو فائدہ دیا بلکہ دور دور کی
سوں اور دور دور کے ملکوں کو ہر قسم کی خوبیوں اور فائدوں
، اپنا احسان مند بنایا اور آئندہ نسلوں کی تعلیم کے لیے کروڑوں
پیہ جمع کر جانے اور کتب خانوں اور مدرسوں اور کالجوں
، بنانے اور یونیورسٹیوں کے قائم کر جانے سے جس میں کروڑوں
ِ پدموں روپیہ خرچ ہو گیا - تمام علوم و فنون کا دروازہ
ہولا - اگر اس طریقہ سے تعلیم میں کوشش کرنے کا اصلی مقصد
مذہبی خیال نہ ہوتا تو اُس کا ہزارواں حصہ بھی اسباب رواج
یم کو مدد نہ پہنچتی بلکہ اُس زمانہ میں جس میں کہ یہ سب
اروں سامان جمع ہوا ایک شخص بھی اُس کی تائید نہ کرتا -

اس طریقہ کی سعی میں جو نقصان تھا وہ صرف یہ تھا کہ
تعصبات مذہبی کی ترقی کا اندیشہ تھا مگر تعلیم نے خود اُس
س کو مٹا دیا اور ضرورت تمدن و معاشرت نے بالکل معاملہ
عکس کر دیا یعنی جو تعلیم اُس زمانہ میں اصلی مقصد ٹھہرائی
ی تھی وہ اصلی ہوگئی - تعصبات بہت گھٹ گئے متعصبانہ
ت سی رسمیں موقوف ہوگئیں اور جو دو چار باقی ہیں اُمید ہے کہ
بھی دور ہوں گی اور جو انسان کی انسانیت کا مقتضٰی ہے وہ
را ہوگا -

اب مسلمانوں کے حالات پر غور کرو - کہ وہ لوگ تمام علوم
ں تعلیم پاتے تھے - فلسفہ کے بڑے دوست تھے - طب و ریاضی
، محبت رکھتے تھے - شعر و شاعری اور علم ادب کے عاشق تھے -
ر اُن سب کے ساتھ مذہبی علوم کی بھی تعلیم تھی اور اسی پچھلے
یال کے سبب اُن مدرسوں اور دارالعلوموں کے لیے روپیہ کی

طرف سے مدد پہنچتی تھی جس کے سبب سے وہ تعلیم قائم تھی
'نکہ اُنھی مدرسوں میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے تھے جو
ذہب بلکہ مذہبی خیالات کے دشمن ہوتے تھے مگر اُن تمام
وں کے لیے مدد اور سامان بہم پہنچنے کی کچھ مشکل نہ
ں تھی -

اس بات کی تصدیق کے لیے پچھلے حالات شاھد ھیں اور
ں دو نامی یونیورسٹیاں قرطبہ اور بغداد کی گو مر گئی ھیں مگر
بھی اس واقعہ کی سچائی پر گواھی دے رھی ھیں - بھلا اُن
ں باتوں کو جانے دو - کل کی بات ھے کہ دھلی میں شاہ
العزیز صاحبؒ کا مدرسہ عزیزیہ انھیں اسباب اور وجوھات سے
تھا جس کے پڑھے ھوئے اب بھی چند لوگ زندہ موجود
گے غرض ھماری ان سب باتوں سے یہ ھے کہ جو لوگ
ستان میں مسلمانوں کی عام تعلیم پر کوشش کرتے ھیں اُن کو
ات معلوم ھونی چاھیے کہ عام تعلیم کا رواج کسی قوم کے
- مرد میں بغیر شمول تعلیم مذھبی کے نہ ھوا ھے نہ ھوگا اور
یا میں کوئی ملک اور کوئی قوم ایسی موجود ھے جس میں عام
کا رواج بلا شمول مذھبی تعلیم کے ھوا ھو -

زمانہ حال میں جس قدر وسیلے تعلیم کے موجود ھیں اُن میں
نقص ھے جس کے سبب ھندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں
ب تعلیم مجتمع نہیں ھوتے اور عموماً تعلیم کا رواج با وصف ،
نتہا کوشش اور سعی گورنمنٹ کے نہیں ھوتا ھے -

مگر ھم کو نہایت انصاف سے اس بات پر غور کرنی چاھیے
کیا گورنمنٹ کا اس میں کچھ قصور ھے - ھم نہایت سچے دل
ں بات کو تسلیم کرتے ھیں کہ گورنمنٹ ھر قسم کے الزام
'س باب میں بالکل بری ھے ھندوستان میں گورنمنٹ کی رعایا

مختلف مذاہب کی ہے اور وہ خود اُن سب سے مختلف مذہب رکھتی ہے اور اس سبب سے وہ کسی قسم کی مذہبی تعلیم کو شامل نہیں کر سکتی تھی - ہم نہایت سچے دل سے کہتے ہیں کہ گورنمنٹ نے جس قدر نا طرفدار طریقہ تعلیم کا اور مذہبی خیالات سے بالکل بچا ہوا اور اچھوتا اختیار کیا ہے اور جس قدر سعی اور کوشش ہندوستان کی تعلیم میں گورنمنٹ نے کی ہے وہ دونوں بے مثل اور بے نظیر ہیں اور غالباً اس وقت دنیا کے پردہ پر اس کا نظیر موجود نہیں ہے مگر اس پر بھی جو امر عام تعلیم کی ترقی کا مانع ہے اُس کا رفع کرنا گورنمنٹ کی قدرت سے باہر ہے وہ یہ کر سکتی تھی کہ اپنے تئیں مذہبی تعلیم سے بالکل علیحدہ رکھے - مگر یہ نہیں کر سکتی تھی کہ تمام مذاہب ہندوستان کی یا کسی خاص مذہب یا مذہبوں کی تعلیم اختیار کرے -

پس مسلمانوں میں ترقی تعلیم پر کوشش کرنے والوں کو دو باتوں سے تو نا اُمید ہونا چاہیے - ایک عام تعلیم کے رواج اور قیام سے بغیر شمول تعلیم مذہبی کے ، دوسرے گورنمنٹ کی جانب سے کسی مذہبی تعلیم کے شروع ہونے میں اور ان دونوں باتوں سے نا اُمید ہو کر غور کرنا چاہیے کہ اب اور کیا تدبیر ہے جس سے مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی ہو اور اُن میں عموماً تعلیم کا رواج ہو اور اعلیٰ اعلیٰ اور ہر قسم کے مفید علموں کی خواہ وہ مذہبی ہوں یا دنیاوی بنیاد قائم ہو - ہر شخص اس کا جواب دے سکے گا کہ صرف ایک ہی تدبیر باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خود آپ اپنی تعلیم و تربیت پر مستعد و آمادہ ہوں اور یہ جو ہندی مثل مشہور ہے کہ جیٹھ کے بھروسے پیٹ اُس کی عار نہ اُٹھاویں بلکہ آپ کام مہا کام کی نصیحت حکیمانہ سے نصیحت پکڑیں -

یہ بات کہنی کہ مسلمانوں کو اس کام کے انجام دینے کا مقدور

نہیں رہا بالکل غلط ہے ۔ البتہ یہ بات صحیح ہے کہ کرنے والے اور اسی پر محنت اٹھانے والے نہیں ہیں اور ہاں بیشک ہمت بھی کم ہو گئی ہے جو پھر تحریک میں آ سکتی ہے ۔

سلطنت اسلامیہ میں بھی یہ کام بالکلیہ گورنمنٹ کے ذمہ نہ تھا ۔ شاید دو ایک مدرسہ ایسے ہوں گے جن کا خرچ گورنمنٹ دیتی تھی ورنہ تمام مدرسے صرف رعایا کی مدد سے قائم تھے جو اُن کے مدرسوں یا بانیوں کو بطور نذر و نیاز کے ان کے قائم رکھنے کو روپیہ دیتی تھی ۔ کیا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا مدرسہ اور شاہ غلام علی صاحبؒ کی خانقاہ بغیر لوگوں کی نذر و نیاز دینے کے جس کو حال کی زبان میں چندہ یا سبسکرپشن یا ڈونیشن کہتے ہیں قائم رہ سکتی تھی ؟ پس ہر مقام میں مسلمانوں کو مستعد ہو کر ترقی تعلیم کے لیے سعی کرنی چاہیے اور پھر وہی وسیلے رواج تعلیم کے خود اپنے آپس میں قائم کرنے چاہئیں ۔ اس طرح پر تو البتہ ترقی تعلیم اور بہبودی مسلمانوں کی عموماً توقع ہے اور بغیر اس کے کچھ توقع نہیں ہے ۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمان اس تدبیر سے بالکل غافل ہیں کیونکہ ہم جونپور و علیگڈھ و دیوبند و دھلی و کانپور کے مدرسوں کو بھول نہیں گئے ہیں ۔ مگر جس طرز پر وہ قائم ہوئے اور جس طرح پر اُن کی کار روائی ہوتی ہے وہ کچھ مفید نہیں اور اُس سے مسلمانوں کی بھلائی کی کچھ توقع نہیں ۔ ہم اس بات سے خوش نہیں ہو سکتے کہ کسی جگہ چالیس طالب علم ریشائیل اِدھر اُدھر عرب پچھم کے جمع ہوگئے اور صد رہ و شمس بازغہ پڑھنے لگے کیونکہ سلسلہ وار تعلیم کی اور اُن نو عمر بچوں کے سلسلہ تعلیم کو قائم کرنے کی ضرورت ہے جو ہونہار ہونے کو ہیں اور جس سے ہمارے ملک کی ترقی اور ہماری قوم کی عزت متصور ہے ۔

مسلمانوں کی تعلیم کے لیے یہ کافی نہیں ھے کہ دو چار ملاں
ـسی جگہ پڑھانے کو مقرر کر دیے جاویں اور وہ وھی پرانی
ڑکھائی کتابیں دو چار دس پانچ آدمیوں کو پڑھانے لگیں بلکہ
ب سے بڑی ضرورت اس بات کی ھے کہ اول فہمیدہ فہمیدہ ذی علم
ر ذی عقل لوگ جمع ھوں اور بعد بحث و گفتگو کے یہ بات
ار دیں کہ اب سلسلہ تعلیم بنظر حالات زمانہ اور بلحاظ علوم و فنون
.یدہ کے کس طرح بر قائم ھونا چاھیے اور ھماری پرانی دقیانوسی
لیم کے سلسلہ میں کیا کیا تبدیلی اور ترمیم کرنی چاھیے ۔ ھمارا
سلہ تعلیم کا بلحاظ مقاصد مذھبی کس طرح پر قائم ھو اور بلحاظ
ـالب دنیوی کے کس طرح جاری کیا جاوے اور جب کوئی طریقہ
ـیز ھو لے اس وقت اس کے اجراء پر ھر ضلع کے لوگ اپنے
ع میں سعی و کوشش کریں ۔

ھر ضلع میں کم سے کم ایسا ایک مدرسہ قائم کرنا چاھیے
ں سے ھر قسم کے مطالب اور مقاصد پورے ھوں کیونکہ تمام
گوں کے ایک ھی مقاصد نہیں ھوتے ۔ اگر کوئی شخص مولوی
.ث و فقیہہ بننا چاھے تو مولوی بننے کا بھی اس میں موقع موجود
ـ ۔ اگر کوئی شخص بڑا ریاضی دان بننا چاھے تو وہ بھی اپنا مقصد
ں میں حاصل کر سکے ۔ اور اگر کوئی شخص علوم و زبان انگریزی
ں تحصیل کامل کرنا اور عہدہ ھائے جلیلہ گورنمنٹ کو حاصل
رنا چاھے وہ بھی کر سکے ۔ جب ایسا انتظام اور سلسلہ قائم
ـ جاوے گا تب مسلمانوں کی تربیت اور دینی و دنیوی ترقی کی
قع ھوتی ھے ۔

اس طرح کے سلسلہ تعلیم قائم کرنے میں اگرچہ بہت سا روپیہ
ھیے لیکن روپیہ جمع ھونا کچھ مشکل نہیں ھے ۔ لوگوں کا دل
ر ارادہ اور ھمت چاھیے ۔ ھر ضلع میں جس قدر مسلمان آباد ھیں

ر ایک شخص تھوڑا تھوڑا روپیہ بھی دو دو ایک بلکہ آٹھ آنہ
دے تو ہر ضلع میں اس قدر روپیہ جمع ہو جاتا ہے کہ ان
طالب کے لیے ایک نہایت عمدہ مستقل مدرسہ قائم ہو سکتا
رف لوگوں کا ارادہ کرنا اور اس کام کے انجام کرنے پر دل
وشش کرنا شرط ہے ۔

نظامیہ سلسلہ تعلیم

(تہذیب الاخلاق جلد اول نمبر ۷ بابت ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ)

ہم مختصر طور پر اس سلسلہ تعلیم کا ذکر کرتے ھیں جو بالفعل ہندوستان کے مسلمانوں میں رائج ھے اور جو سلسلۂ نظامیہ کہلاتا ھے ۔ مقصود ھمارا اس کے بیان سے صرف اتنا ھے کہ لوگ اس بات پر غور کریں کہ بلحاظ حالات اور علوم مروجہ زمانۂ حال کے آیا یہ سلسلہ اور طریقہ در حقیقت کافی اور مفید ھے یا واقعی اس میں کچھ تغیر و تبدیل کی ضرورت ھے ۔

ہم اس آرٹیکل میں اس پر کچھ بحث کرنی نہیں چاھتے اور صرف اُن علوم اور اُن کی کتابوں کا ذکر کرتے ھیں جو بالفعل درس میں داخل ھیں ۔ تاکہ جو لوگ اس پر بحث کرنے پر آمادہ ھوں اُن کو کسی قدر امداد ملے ۔

علم صرف ۔ اس میں مفصلہ ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ھیں ۔ میزان ، منشعب ، پنج گنج ، زبدہ ، صرف میر فصول اکبری ، شافیہ ، نقود الصرف ، دستور المبتدی ۔

علم نحو ۔ اس میں مفصلہ ذیل کتابیں درس میں ھیں مائۃ عامل ، شرح مائۃ عامل ، نحو میر ، ھدایت النحو ، کافیہ ، شرح ملا ۔

علم معانی و بیان و بدیع ۔ اس میں یہ کتابیں پڑھتے ھیں ۔ مختصر معانی تمام ، مطول تا بحث ما اناقلت ، ملازادہ مختصر ۔

علم ادب ۔ اس میں یہ کتابیں پڑھائی جاتی ھیں ۔ مقامات
یری چند مقالہ ، دیوان متنبی چند صفحہ ، سبعہ معلقہ ،
ستہ العرب ، نفحۃ الیمین ، العجب العجاب ۔

علم منطق ۔ اس میں مفصلہ ذیل کتابیں درس میں ھیں ۔
سا غوجی ، قال اقول ، میر ایسا غوجی ، شرح تہذیب ملابزدی ،
یع المیزان ، قطبی ، میر قطبی ، تصورات ، شرح سلم ملا حسن ،
ہدیقات شرح سلم ملا حمد اللہ ، تصورات ، شرح سلم قاضی
ارک ، میر زاھد رسالہ غلام یحییٰ ، حاشیہ بحرالعلوم بر میر زاھد
الہ ملا جلال ، میر زاھد ملا جلال ۔

علم طبعی و الٰہی ۔ اس میں تین کتابیں پڑھائی جاتی ھیں ۔
بذی تمام ، صدرا تا فلکیات ، شمس بازغہ تمام ۔

علم حساب ۔ اس میں ایک کتاب پڑھتے ھیں ۔
لاصتہ الحساب ۔

علم ھندسہ ۔ اس میں تحریر اقلیدس کا صرف پہلا مقالہ داخل
س ھے اور بعض طلبہ چار مقالے اور بعض چار سے بھی زیادہ
ھتے ھیں ۔

علم ھیئت ۔ اس میں یہ کتابیں داخل ھیں ۔ تشریح الافلاک
منہیات (اور بعضے تصریح شرح تشریح الافلاک بجائے تشریح الافلاک
نہیات کے پڑھتے ھیں) قوشجیہ ، سبعہ شداد ، شرح چغمینی ۔

علم کلام ۔ اس میں یہ کتابیں پڑھائی جاتی ھیں ۔
رح عقاید نسفی ، خیالی ، شرح مواقف ، میر زاھد امور عامہ ، شرح
ناید جلالی ، عقیدہ حافظ ، حاشیہ فاضل قرا باغی بر شرح
ناید جلالی ۔

علم فقہ ۔ اس میں یہ کتابیں پڑھاتے ھیں ۔ عبادات شرح

علم آصول - اس میں یہ کتابیں داخل درس ہیں - شاشی ، نور الانوار ، توضیح ، تلویح ، مسلم الثبوت ، دایر الاصول ، حسامی -

علم تفسیر - اس میں یہ کتابیں پڑھاتے ہیں جلالین ، بیضاوی ، چند جزو کشاف ، مدارک -

علم فرائض - اس میں صرف ایک کتاب پڑھتے ہیں - فرائض شریفی -

علم مناظرہ - اس میں بھی ایک کتاب پڑھتے ہیں - رشیدیہ -

علم وضع آلات - اس میں بھی ایک کتاب پڑھتے ہیں - رسالہ اسطرلاب مسمی بست بابی محقق طوسی -

اصول علم حدیث - اس میں ایک کتاب نخبتہ الفکر پڑھتے ہیں اور بعضے اس کی شرح بھی پڑھتے ہیں -

علم حدیث - اس میں مفصلہ ذیل کتابیں ہیں - مشکواۃ المصابیح ، موطا ، صحاح ستہ ، مگر ان کو صرف تیمناً و تبرکاً تھوڑا تھوڑا پڑھ کر سند لے لیتے ہیں اور بعضے سب کتابیں کامل پڑھتے ہیں - صحاح ستہ یہ ہیں - صحیح بخاری ، صحیح مسلم ، جامع ترمذی ، صحیح نسائی ، سنن ابی داؤد ، سنن ابن ماجہ -

علم لغت میں ، قاموس -

علم طب میں ، قانونچہ ، موجز ، کلیات نفیسی ، معالجات سدیدی ، شرح اسباب ، حمیات شیخ -

سنی اور شیعہ کی تعلیم میں کچھ فرق نہیں فقط اتنا تفاوت ہے کہ مذہبی کتابیں جو فہرست مذکورہ بالا میں مندرج ہیں سنیوں کی ہیں - شیعہ مذہبی کتابوں مندرجہ بالا کی جگہ اور کتابیں پڑھتے ہیں اور مذکورہ بالا کتابوں میں سے بھی بعض کتابیں پڑھتے ہیں مثل مسلم الثبوت و شرح عقاید نسفی و میر زاھد امور عامہ

بعض مشکواۃ شریف یا صحیح بخاری و بیضاوی و کشاف میں سے
کچھ کچھ پڑھتے ھیں اور خاص کتابیں اپنے مذھب کے لحاظ سے
تفصیل ذیل آن کے درس میں ھیں ۔

علم فقه میں ۔ حدیقة المتقین ، جامع عباسی ، مختصر نافع شرح
یر ، شرح سلمعه دمشقی ، شرایع الا سلام ، جواھر الکلام فی شرح
ایع الاسلام ۔

علم اصول فقه میں ۔ معالم الاصول ، اساس الاصول ،
ۃ الاصول ، قوانین ۔

علم کلام میں ۔ تجرید ، شرح تجرید علامه حلی ، کشف الحق ،
ح کشف الحق قاضی نور الله ، شرح باب حادی عشر ۔

علم حدیث میں ۔ اصول کافی ، من لایحضرہ الفقیه ، تہذیب
نبصار ۔

تفسیر میں ۔ مجمع البیان ۔

یه سلسله جو ھم نے بیان کیا ھے سلسله تعلیم ھے ۔ اس سے
غ کے بعد جو کتابیں بڑے بڑے علماء کے استعمال میں رھتی ھیں
جن کے پڑھنے پڑھانے پر وہ نہایت ناز اور فخر کرتے ھیں
ھیں :—

کتب فارابی : فصوص الحکم ، جمع بین الرائین ، رساله
یق عقل ۔

کتب شیخ الرئیس : شفا ، اشارات ، عیون الحکمت ۔

کتب شیخ مقتول : حکمة الاشراق ، تلویحات ، ھیاکل النور ،
ح ابن کرنه بر ھیاکل النور ، شرح علامه شیرازی بر ھیاکل ۔

کتب میر باقر : آفق المبین ، ایماضات ، قبات تقدیسات
یرہ ۔

کتب محقق طوسی، تحریر مجسطی، تذکرہ وغیرہ اور علیٰ هذا القیاس ۔

اسی قسم کی کتابیں هیں جو بلحاظ شوق اور وقت پڑھنے میں آتی هیں اب میری یہ خواهش ہے کہ ذی عقل اور دانشمند لوگ غور کرکر اس بات کی تنقیح فرماویں کہ آیا یہ سلسلہ کافی ہے یا تبدیلی کی اس میں ضرورت ہے ؟

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے متعلق گورنمنٹ کا فرمان

(تہذیب الاخلاق بابت یکم جمادی الثانی ۱۲۹۱ ھ)

گورنمنٹ نے جو فرمان نسبت ترقی تعلیم مسلمانان کے ۱۳ جون
۱۸۷ء کو جاری فرمایا ہے اس سے مسلمانوں کو نہایت شکر گزار
نا چاہیے - در حقیقت گورنمنٹ نے بہت زیادہ توجہ نسبت ترقی تعلیم
لمانوں کے فرمائی ہے اور جہاں تک ممکن تھا گورنمنٹ نے ان کی
لیم کے ذریعوں کے قائم کرنے کی اجازت دی ہے - نہایت خوشی
بات ہے کہ گورنمنٹ عالی نے ہماری کمیٹی کو بھی ایک عمدہ
یعہ ترقی تعلیم مسلمانان کا تصور فرمایا ہے - چنانچہ اس فرمان میں
فقرہ مندرج ہے ''بنارس میں مسلمانوں کی ایک عمدہ کمیٹی اپنے
م مذہبوں میں علم کو ترقی دینے کے واسطے ایک اینگلو اورئنٹل
ج قائم کرنے کی تجویز کر رہی ہے'' در حقیقت اصل بات یہ ہے
ہ اگر مسلمان خود اپنی تعلیم کی تدبیر آپ کریں گے تو گورنمنٹ
ہزاروں تدبیروں سے زیادہ مفید ہوگی - پس ہم اپنے ہم وطنوں
ے التجا کرتے ہیں کہ اپنی قوم کی ترقی تعلیم کی طرف خود
وجہ ہوں اور دینی و دنیاوی فائدہ حاصل کریں -

مسلمانوں کی تعلیم و تربیت
کے لیے
گورنمنٹ کی تدبیریں

(تہذیب الاخلاق بابت یکم ربیع الاول ۱۲۹۰ھ)

گورنمنٹ مدراس اور گورنمنٹ بمبئی اور گورنمنٹ بنگالہ نے ہم کو کچھ کاغذات مرحمت فرمائے ہیں جن سے یہ سب حال معلوم ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی ترقی کے لیے آج کل ان تینوں گورنمنٹوں نے کیا کیا خاص تدبیریں کی ہیں۔ حکام وقت نے جو بالفعل ہماری جہالت پر توجہ فرمائی ہے ہم کو اس سے غایت درجہ کی خوشی اور احسان مندی حاصل ہوئی ہے اور امید ہے کہ ان تدبیروں میں کامیابی ہو۔

گورنمنٹ مدراس اور گورنمنٹ بنگالہ اس معاملہ میں سبقت لے گئی ہیں اور گورنمنٹ بمبئی نے بھی بالکل عدم توجہی نہیں فرمائی ہے۔ ہم پر لازم اور واجب ہے کہ ہم جناب نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند کا دل سے شکریہ ادا کریں کیونکہ انھوں نے پہلے پہل مسلمانوں کی خراب حالت پر اپنی ماتحت گورنمنٹوں کو متوجہ فرمایا۔

ان سطروں کے لکھنے سے ہماری اصل غرض یہ ہے کہ ہم بطور اختصار یہ حال ظاہر کریں کہ ان تینوں گورنمنٹوں نے خاص مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لیے پچھلے تین برسوں میں کیا کچھ کیا ہے۔

گورنمنٹ بنگالہ

گورنمنٹ ہند کی چٹھی کے جواب میں احاطہ بنگالہ کے مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی یہ رائے اُن کے سیکرٹری نے لکھی ھے کہ صوبہ بہار کے مسلمان سرکاری ملازموں میں وہاں کے ھندو باشندوں سے کچھ کم نہیں ھیں ۔ ھاں اگر مسلمانوں کی کچھ کمی اور نقصان ھے تو بنگالیوں کے مقابلہ میں ھے جو بڑے بڑے فائدے اُٹھاتے ھیں ۔ سیکرٹری گورنمنٹ بنگالہ کی اُسی چٹھی میں اس بات کے دیکھنے سے ھم کو افسوس ھوتا ھے ۔ کہ حضور عالی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگالہ کو یہ یقین نہیں ھوتا ھے کہ صرف ھندوستان کی دیسی زبان کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم ھونی ممکن ھے وہ فرماتے ھیں کہ اگر ھم اعلیٰ درجہ کی تعلیم دیسی زبان کے ذریعہ سے دینا چاھیں تو ھم کو بہت سے لفظ اور زبانوں سے لینے پڑیں گے یا نئے بنانے ھوں گے اور ھندوستانی ملکوں میں ایسے الفاظ مغربی ایشیا کی زبانوں سے لیے جائیں گے ۔ چنانچہ عربی زبان پر توجہ کرنی پڑے گی کیونکہ یہی ایک ایسی وسیع اور لوچ دار مغربی زبان ھے جس میں سے ھر ایک چیز کے لیے نئے لفظ نکل سکتے ھیں خواہ ھم مصنوعی اور مرکب اردو لیویں یا نری فارسی لیویں جو نہایت آسان اور شیریں زبان ھے مگر مشکل لفظوں کے واسطے ھمیشہ عربی زبان سے کام لینا پڑے گا ۔

ھماری دانست میں یہ سمجھنا بڑی غلطی ھے کہ ھندوستان کی دیسی زبان اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے مضامین ادا کرنے کے لائق نہیں ھے ۔ ھماری زبان میں ھمیشہ سنسکرت اور فارسی اور عربی کے الفاظ مستعمل ھو سکتے ھیں اور اس بات میں وہ بالکل انگریزی زبان سے مشابہ ھے اب ایسے زمانہ میں جبکہ ھم اوروں سے تہذیب

کہتے ہیں لفظ مصنوعی یا مرکب کوئی چیز نہیں ہے - گارسن
اسی صاحب کہتے ہیں کہ انگریزی زبان بالکل اسی طرح پر مرکب
جس طرح پر گلکرسٹ صاحب کی تصنیفات ہیں اور کیمل صاحب
قاعدہ کی رو سے بھی انگریزی زبان مرکب اور مصنوعی زبان
- پھر لفظ مصنوعی یا مرکب کے کیا معنی ہیں - کیا وہ سب
نیں جن میں صرف و نحو ہے مصنوعی ہیں اس میں کچھ شک
ں کہ ہندوستانی دیسی زبان میں سے اگر عربی فارسی کے الفاظ نکال
جاویں تو وہ بالکل بے بضاعت اور ٹٹ پونجیا زبان رہ جاوے گی -
ں طرح سے اگر انگریزی زبان میں سے بھی لیٹن اور گریک الفاظ
ل ڈالے جاویں تو اس کا بھی وہی حال ہوگا - اس ملک میں
سی زبان کے ذریعہ سے تعلیم علوم کی مانع نہیں یہ بات کسی طرح
نہیں ہو سکتی ہے کہ اس میں عربی، فارسی، سنسکرت یا
گریزی میں سے لیٹن اور گریک الفاظ لینے پڑیں گے - کیونکہ
د انگریزی زبان میں اصطلاحات علمی قریب کل کے غیر زبان کی
ں - اب اگر انگریزی زبان میں صرف سیکسن زبان کے لفظ رہ
ویں تو وہ بالکل وحشیانہ زبان رہ جاوے -

گورنمنٹ بنگالہ کے سیکرٹری نے بنگالہ کے مسلمانوں کی تعلیم
باب میں ایک نہایت عمدہ رپورٹ تیار کی ہے - ہم کو اس بات
معلوم ہونے سے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ بہ نسبت ان ضلعوں کے
گالہ میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے بہت زیادہ ہے - گورنمنٹ
گال کی اس رائے سے ہم کو بالکل اتفاق ہے کہ بڑے بڑے
ہروں میں چند آدمیوں کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینے سے تمام
ہات اور دیہات میں ابتدائی تعلیم دینا زیادہ تر مفید ہوگا -

ہم کو یہ بات بیان کیے ہوئے ایک مدت گزر چکی کہ مسلمان
رشتہ تعلیم پر بخوبی متوجہ نہیں ہوتے - جس کا سبب کچھ تو

اُن کی بے پروائی اور کچھ سررشتہ تعلیم کا ناقص ہونا سمجھا جاتا ھے
اسی کی تائید کلیک صاحب انسپکٹر مدراس بنگالہ بھی کرتے ھیں
مسٹر بلاک من صاحب نے بنگالہ کے مسلمانوں کے گروھوں کا حال
لکھا ھے اور بیان کیا ھے کہ ان لوگوں میں کچھ روزوں سے تعلیم
نہایت تنزل کی حالت میں ھے - اکثر نہایت مفلس ھوگئے ھیں اور
اکثر کو نہایت کم فیس دینے کی عادت ھے بعضے انسپکٹر یہ بیان
کرتے ھیں کہ بہ نسبت ھندو لڑکوں کے مسلمان لڑکے زیادہ کاھل
اور اپنے مربیوں کی بری خصلتوں کے خوگر ھوتے ھیں -

حضور عالی نواب گورنر جنرل بہادر کی چٹھی پہنچنے کے بعد
گورنمنٹ بنگالہ نے اپنے سکرٹری کو مسلمانوں کی تعلیم کی حالت اور
اُس کی درستی کی تدبیر کی نسبت رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا
چنانچہ جناب برنارڈ صاحب نے نہایت عمدہ طول طویل رپورٹ اس
معاملہ میں لکھی ھے - جس میں وہ لکھتے ھیں کہ سرکاری مدرسوں
میں مسلمانوں کی تعداد بہ نسبت ھندوؤں کے نہایت تھوڑی ھے اور
وہ یہ تجویز خاص بتاتے ھیں کہ جو سرمایہ ھگلی کالج کے اخراجات
کے لیے معین ھے اُس کو تقسیم کر کے مسلمانوں کی آبادیوں کے
خاص خاص مقاموں میں مدرسے قائم کیے جاویں اور وہ یہ رائے بھی
دیتے ھیں کہ محمد محسن نے جو کچھ تعلیم کے واسطے وقف کیا ھے
وہ ھگلی کالج سے نکال کر اور کلکتہ مدرسہ میں جو سرکار کی طرف
سے مدد ملتی ھے اُس کو اُس میں ملا کر تین مدرسے نئے قائم کیے
جاویں - ایک چھوٹا مدرسہ ھگلی میں اور ایک بڑا مدرسہ کلکتہ میں
اور ایک متوسط درجہ کا مدرسہ ڈھاکہ یا چاٹگام میں قائم ھو - اُن
کی یہ تجویز ھے کہ ایک انگریز پرنسپل کلکتہ اور ھگلی کے مدرسوں
کی نگرانی کے لیے اور دوسرا ضلع شرقی کے مدرسہ کی نگرانی کے لیے
مقرر کیا جاوے - اس کے بعد وہ یہ تجویز بتاتے ھیں کہ جو روپیہ

کشن گڑھ کالج کے لیے مل سکتا ہے اُس کی تقسیم کا انتظام از سر نو ہونا چاہیے -

سرکاری کالج اور اسکولوں میں مسلمان طالب علموں کے کم آنے کا ایک یہ بھی سبب بیان کیا گیا ہے کہ سرکاری سررشتہ تعلیم میں مسلمان عہدہ دار بہت کم ہیں -

برنارڈ صاحب کی رپورٹ میں سب سے زیادہ مرغوب اور پسندیدہ چیز یہ بھی ہے کہ مشرقی بنگالہ میں بہ نسبت ہندوؤں کے مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے - گورنمنٹ نے نہایت دور اندیشی سے عام تعلیم کی طرف خوب توجہ فرمائی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس تدبیر سے مسلمانوں میں جو کثرت سے دیہات میں آباد ہیں تعلیم پھیل جاوے گی -

ہم کو برنارڈ صاحب کا اس بات کے لیے شکر کرنا چاہیے کہ انھوں نے گورنمنٹ بنگالہ کو ان اضلاع کی گورنمنٹ کی اس تدبیر کی پیروی کرنے کے لیے صلاح دی ہے کہ مسلمانوں کے لیے علم انشاء کی کتابیں تصنیف کرنے پر مصنفوں کو انعام دیا کرے -

علاوہ مدرسے قائم کرنے کے یہ بھی تجویز کی گئی ہے کہ جس مدرسہ میں مسلمان طالب علموں کی تعداد کافی ہو اُس میں خاص مدرس عربی و فارسی کے مقرر کیے جاویں - نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگالہ نے نہایت دور اندیشی سے ایسے مقاموں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تر دیہات میں ہو جیسے کہ مشرقی بنگالہ میں ہے اجازت دے دی ہے کہ مسلمان مدرس مذہبی سبق بھی خاص اُس وقت میں پڑھایا کریں جو اُس سبق کے لیے مقرر ہے -

گورنمنٹ مدراس

اب ہم اُن تدبیروں کا ذکر کرتے ہیں جو گورنمنٹ مدراس

نے مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے تجویز کی ھیں - گورنمنٹ انڈیا کا
یزولیوشن جس کے ذریعہ سے پہلے پہل گورنمنٹ ھند نے اپنی ماتحت
گورنمنٹوں کو مسلمانوں کی جہالت کی طرف متوجہ کیا ھے ایسا
ىمدہ ھے کہ باوجود طوالت کے ھم اُس کی پوری نقل کرنے سے باز
ہیں رہ سکتے - وہ ریزولیوشن یہ ھے :—

۱- ھندوستان کے مسلمانوں کی تعلیم کی حالت پر گورنمنٹ ھند
نے کئی مرتبہ توجہ فرمائی ھے - جو نقشہ کہ حال میں جناب
ﺍب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل کے حضور میں پیش ھوا
ے اُس سے ظاھر ھے کہ سوائے ممالک مغربی اور شمالی اور
ﻼع پنجاب[1] کے اور کہیں کے مسلمان کافی طور پر یا اور لوگوں
، بہ نسبت اپنی تعداد کے اندازہ پر سرکاری تعلیم سے فائدہ نہیں
ھاتے - کمال افسوس کی بات ھے کہ ایک ایسا بڑا فرقہ جس کے
ں قدیم علم انشاء اور اعلی درجہ کے علوم کی کتابیں موجود ھیں
ر جس میں ایسے لوگ بھی ھیں جو بالتخصیص علم کے تحصیل
رنے اور رواج دینے کے عادی ھیں ، سرکاری سلسلہ تعلیم سے علیحدہ
ے اور اُن خاص و عام فائدوں سے محروم رھتا ھے - جن کو اور
گ حاصل کرتے ھیں - جناب نواب گورنر جنرل بہادر خیال
ﺎتے ھیں کہ اگر اعلی درجہ کی تعلیم دیسی زبان کے ذریعہ سے
، جاوے اور حال کی بہ نسبت تحصیل علوم میں اُن کو آسانی

۱- واضح ھو کہ گو مسلمانوں کی آبادی کی تعداد بمقابلہ ھندوؤں
. کم ھے لیکن تعداد اُس قسم کے مسلمانوں کی جن سے یہ اُمید ھوسکتی
. کہ اپنے لڑکوں کو گورنمنٹ کالجوں میں تعلیم دیویں قریب برابر
ھے - ان اضلاع میں ادنی درجہ کے لوگ زیادہ تر ھندو ھیں - اگر
لمانوں کی حاضری تمام ذاتوں کے ھندوؤں کے مقابلہ میں اُن کی آبادی
اندازہ کے ساتھ بھی ھو ، تب بھی کسی طرح خاطر خواہ نتیجہ
ھوگا -

ھو جاوے اور عربی اور فارسی کتابوں کی ایک مناسبت کے ساتھ قدر
کی جاوے تو ان سب باتوں کو مسلمان صرف قبول ھی نہیں کریں گے
بلکہ اُن میں سے جو لوگ لائق اور روشن ضمیر ھوں گے وہ سررشتہ تعلیم
کے ساتھ ھمدردی بھی کریں گے۔

۲۔ حضور نواب گورنر جنرل بہادر کی یہ مرضی ھے کہ تمام
گورنمنٹ اسکول اور کالجوں میں مسلمانوں کی قدیم زبانوں اور روزمرہ
کی بول چال کی زبان کو ترقی دی جاوے ۔ اس میں یہ ضرور نہیں
ھے کہ مضامین تبدیل کیے جائیں مگر ذریعہ تعلیم بدل دیا جاوے۔
جو انگریزی مدرسے ایسے ضلعوں میں قائم ھیں جہاں مسلمان کثرت
سے رھتے ھیں ، اُن میں لائق مسلمان انگریزی کے مدرس مقرر کیے
جاویں تو ضرور فائدہ ھوگا اور جس طرح کہ اُن سکولوں میں دستور
ھے جن میں دیسی زبانوں کے ذریعہ سے تعلیم ھوتی ھے اُسی طرح
اس قسم کے مدرسوں میں بھی بموجب قاعدہ گرانٹ ایڈ کے
مسلمانوں کو مدد دی جاوے تاکہ وہ اپنے حسب دلخواہ علیحدہ
مدرسے قائم کر لیں اور مسلمانوں کے واسطے دیسی زبان کی لٹریچر کی
کتابیں تصنیف ھونے کے لیے زیادہ ترغیبیں دی جاویں کیونکہ یہ
ایک ایسی تدبیر ھے جس کے لیے خود جناب وزیر ھندوستان نے
گورنمنٹ انڈیا کو کئی مرتبہ لکھا ھے ۔

۳۔ حضور گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل کی مرضی ھے
کہ لوکل گورنمنٹیں اور تمام حکام امر مذکورہ کی طرف متوجہ ھوں
اس لیے حکم ھوتا ھے کہ یہ ریزولیوشن لوکل گورنمنٹوں اور حکام کے
پاس اور ھندوستان کی تینوں یونیورسٹیوں یعنی یونیورسٹی کلکتہ اور
یونیورسٹی بمبئی اور یونیورسٹی مدراس میں اس غرض سے بھیجا
جاوے کہ وہ سب اپنی اپنی رائے اس امر کی نسبت ظاھر کریں کہ
سرکاری تعلیم کے اصلی اصولوں کو تبدیل کیے بغیر کچھ عام تدبیریں

مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے قائم ہو سکتی ہیں یا نہیں اور نیز اس امر کی نسبت کہ یونیورسٹی کے سلسلہ تعلیم میں عربی اور فارسی کو زیادہ ترقی دی جا سکتی ہے یا نہیں -

یہ بھی حکم ہوتا ہے کہ یونیورسٹی لاہور کے اہل کاروں سے بھی جنھوں نے اس معاملہ پر زیادہ غور اور توجہ کی ہے گورنمنٹ پنجاب کے ذریعہ سے امر مذکور کی نسبت رائے طلب کی جاوے -

اس ریزولیوشن کو اس موقع پر ہم نے اس لیے پورا پورا نقل کر دیا ہے کہ ہم اس کو ایک عمدہ اور بڑی چیز سمجھتے ہیں - ہمارے اخبار کے پڑھنے والے اس کو دیکھیں -

بتعمیل احکام مندرجہ ریزولیوشن مذکور گورنمنٹ مدراس نے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن سے کیفیت طلب کی - ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ڈائرکٹر صاحب کی چٹھی مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۷۱ء سے ہم کو بالکل خوشی حاصل ہوتی ہے - وہ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ مسلمان ان کوششوں میں جو گورنمنٹ تعلیم کے باب میں کر رہی ہے شریک نہیں ہوتے - ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن احاطہ مدراس یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ اس احاطہ کے مسلمانوں کے خیالات اور رویہ کے تبدیل کرنے میں بہت عرصہ لگے گا - لیکن جس طرز سے انھوں نے یہ چٹھی لکھی ہے اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ مدراس کے سررشتہ تعلیم کی کارروائی کی تبدیلی بھی ویسی ہی مشکل ہے جیسے کہ مسلمانوں کے خیالات اور رویہ کی تبدیلی مشکل ہے -

ڈائرکٹر صاحب کی چٹھی کی تیسری دفعہ میں یہ لکھا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم بذریعہ دیسی زبان کے محال ہے اور ایسی تعلیم کے خواهشمند ہونے کے لیے اُن کے خیالات میں بہت سی تبدیلی کا ہونا درکار ہے -

چوتھی اور پانچویں دفعہ میں اور مشکلات اور خرچ کی شکایت ہے جس کے بدوں مسلمانوں کی تعلیم میں کسی طرح تبدیلی جاری نہیں کی جا سکتی - ڈائرکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لڑکے عموماً کسی قدر غبی اور سرد مہر ہوتے ہیں اور جس قدر اُن کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسی قدر اُن کی جرأت اور حوصلہ گھٹتا جاتا ہے -

چھٹی دفعہ میں وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے لٹریچر کا مرتب کرنا غیر ممکن ہے اور ساتویں اور آٹھویں اور نویں دفعہ کا مضمون بھی کچھ اسی قسم کا ہے - الغرض ڈائرکٹر صاحب آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیے اب تک جو کچھ ہو رہا ہے ہماری رائے میں اس سررشتہ تعلیم سے بالفعل اس سے زیادہ ہونا محال ہے - مگر میں کہتا ہوں کہ سررشتہ تعلیم میں مسلمانوں کی تعلیم کی بابت اُس زمانہ میں جبکہ ڈائرکٹر صاحب نے چٹھی لکھی ہے کوئی خاص تدبیر نہیں ہوتی تھی -

با وجودیکہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن مدراس نے ایسی دل کی توڑنے والی چٹھی لکھی مگر گورنمنٹ مدراس مسلمانوں کی تعلیم کے معاملہ میں کوشش کرنے سے غافل نہ رہی -

ریزولیوشن مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۷۲ء میں گورنمنٹ مدراس نے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کو پھر اس بات پر متوجہ کیا کہ سرکاری مدرسوں میں مسلمان طالب علم بہت کم ہیں - ہم یہاں ریزولیوشن کی عبارت نقل کرتے ہیں - وہ یہ ہے :—

”یہ نہیں کہہ سکتے کہ علی العموم گورنمنٹ کالج اور اسکول جن میں بقول (پاول صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن مدراس) اور لوگوں کے ساتھ مسلمان بھی داخل ہوتے ہیں حال کے انتظام کے بموجب مسلمانوں کے لڑکوں کی تعلیم کے لیے مناسب مقام ہیں -

ادنٰی درجہ کے اسکول اور کلاسوں میں جن میں تعلیم بالتخصیص بذریعہ کسی نہ کسی دیسی زبان کے ھوتی ھے وہ دیسی زبان ھمیشہ ھندوؤں کی زبان ھوتی ھے - پس ایسے سکول اور کلاسوں میں مسلمانوں کا ایسا نقصان ھوتا ھے جس کے سبب سے اس بات پر کچھ تعجب نہیں ھو سکتا کہ ان اسکولوں اور کلاسوں میں مسلمان لڑکے کم ھیں بلکہ تعجب یہ ھونا چاھیے کہ وہ اُن میں پڑھتے ھیں - فی الحقیقت یہ سب اسکول اور ان اسکولوں کا طریقہ تعلیم بالکل بلحاظ ھندوؤں کے تجویز ھوا ھے"۔

ھم مسلمانوں کے لیے اس سے زیادہ اور کونسی بات رنج کی ھو سکتی ھے پھر بھی ڈائرکٹر صاحب نے اپنی ایسی دل شکن اور افسردہ کرنے والی رائے دینے میں جس کو ھم اوپر نقل کر چکے ھیں دریغ نہیں فرمایا -

ریزولیوشن مذکور میں پھر یہ حکم ھے کہ جہاں مسلمانوں کی بستیاں ھیں وھاں کے صدر مقاموں میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ مدرسے قائم کیے جاویں اور اُن مدرسوں میں ابتدائی تعلیم ھندوستانی زبان میں ھووے -

ریزولیوشن مذکور کی چوتھی دفعہ میں ایک نہایت افسوس کے قابل حال ظاھر کیا گیا ھے یعنی چار سو بچاسی آدمیوں میں سے جو جوڈیشل اور سر رشتہ مال میں معزز عہدوں پر ممتاز ھیں صرف انیس مسلمان ھیں - اُسی ریزولیوشن میں یہ بھی مندرج ھے کہ ایک ایسے ملک کے انتظام ملکی میں مسلمانوں کا شریک نہ رھنا جس پر وہ حکمرانی کر چکے ھیں ملنساری اور تدبیر مملکت کے برخلاف ھے - اوپر کے بیان کے بموجب یہ بات تسلیم کرنی چاھیے کہ یہ خرابی بالکل اسی سبب سے نہیں ھے کہ مسلمان سرکاری طریقہ تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی خواھش نہیں رکھتے - بلکہ اس کا کسی قدر یہ بھی

سبب ہو سکتا ہے کہ اس سلسلہ تعلیم میں جو بالفعل جاری ہے مناسب تدبیریں نہیں ہیں ۔

ایک نہایت شائستہ گورنمنٹ سے اس سے زیادہ مہربانی کی امید کسی فرقہ کو نہیں ہوسکتی اور جس مہربانی کے ساتھ کہ اس ریزولیوشن میں مسلمانوں کے ساتھ سلوک کیا گیا ہے اس کے واسطے مسلمانوں کو تہ دل سے مشکور اور ممنون ہونا چاہیے ۔

گورنمنٹ کے حکم کے بموجب ڈائرکٹر صاحب نے مسلمانوں کی تعلیم کے باب میں لائق اور قابل شخصوں سے بذریعہ تحریر مشورہ لیا ۔ ہم اُن کی چٹھیوں میں سے اس موقع پر اکثر فقرے اس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ ہمارے ہم قوم اور ہم وطن مدراس احاطہ کے مسلمان کیسی ذلیل حالت میں ہیں ۔

ایچ فارٹی صاحب انسپکٹر مدراس احاطہ مدراس مستحق اس بات کے ہیں کہ ان کا شکریہ ادا کیا جاوے کیونکہ انھوں نے گورنمنٹ کے حکم کے بموجب مسلمانوں کے لیے علیحدہ مدرسہ قائم کرنے میں بڑی مستعدی کی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس قسم کے ہر ایک مدرسہ میں ضلع اسکول کی تیسری جماعت تک کی کتابوں کے پڑھانے کا انتظام ہونا چاہیے اور انگریزی صرف بطور ایک زبان کے پڑھائی جاوے اور علوم کی تعلیم بذریعہ ہندوستانی زبان کے ہووے ۔

فارٹی صاحب کی رائے کے ساتھ ہم دل سے اتفاق کرتے ہیں اور ہم ایک مدت پہلے اپنی رائے ظاہر کر چکے ہیں کہ سرکاری سر رشتہ تعلیم کی یہ ضد کہ طالب علموں کے منہ میں زبردستی سے انگریزی زبان ٹھونسیں گے ، ہندوستان کی عام تعلیم کی بڑی مزاحم اور مانع ہے ۔ اینگلو ورنیکلر اسکولوں میں ہر ایک علم انگریزی

، پڑھایا جاتا ہے اور دیسی زبان بطور ایک غیر ملکی زبان کے
ھائی جاتی ہے ۔ علم ہندسہ اور حساب اور جبر و مقابلہ اور
رافیہ سب انگریزی میں بڑھائے جاتے ہیں ۔ ہندوستان کے مدرسے
یا انگریزوں کے لڑکوں کی تعلیم گاہیں ہیں ۔ اس بات پر جو
یت استقلال کے ساتھ اتفاق ہو رہا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم
ف انگریزی ہی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے اس سے ہم کو اس
، کی نسبت بالکل نا امیدی ہوتی ہے کہ ہماری زبان مغربی علوم کی
ابوں سے رونق پائے گی ۔ جو سلسلہ تعلیم کا بالفعل جاری ہے وہ
ری زبان کی ترقی اور ہماری زبان میں عمدہ لٹریچر کی تصنیفات
نے کے بالکل بر خلاف ہے ۔ جب تک یہ سلسلہ بحال رہے گا ،
ب تک ہندوستان کی زبان کی ترقی کے لیے کوششیں نہیں ہو سکتیں ،
کہ اس کا ایسی حالت میں بھی رہنا محال ہے جیسے کہ مین ڈبول
انگریزی ہے اور جاپان کے لوگ سو برس میں یورپ کی نہایت
ستہ زبان کا مقابلہ کریں گے ۔

ایک چٹھی جو ڈائرکٹر صاحب کے نام ہے اس میں مفصلہ ذیل
ضمون مندرج ہے جس کے پڑھنے سے اس قدر افسوس ہوتا ہے کہ
ان نہیں ہو سکتا ۔ وہ یہ ہے کہ خاص مانع ترقی تعلیم مسلمانان
چناپلی اُن کا سخت افلاس ہے جس میں بہت سے مسلمان مبتلا
یں ۔ لیکن گو وہ مفلس ہیں مگر مغرور ہیں ۔ جب میں نے مسلمانوں
ے لڑکوں کو اسکولوں اور کلاسوں میں بلا فیس بھی داخل
رنا چاہا تو معلوم ہوا کہ کپڑے بغیر وہ نہیں آ سکتے ۔ غریب
ے غریب مسلمان ہرگز اپنے لڑکوں کو ویسے آدھے ننگے پن کی
الت میں باہر نہ آنے دے گا جس میں کہ بڑے دولت مند ہندو
نے لڑکوں کو مدرسوں میں بھیج دیتے ہیں ۔ غریب مسلمان جو
رم و لحاظ کا خیال رکھتے ہیں اُن کی اس عادت کی گو کتنی

ھی ھم تعریف کریں لیکن اس کے ساتھ ھی ان کی مصیبت پر دل لرزتا ھے ۔ ھم ان واقعات سے اس ضلع کے مسلمانوں کو جو اپنے لڑکوں کی تعلیم کی نسبت بے پروائی کرتے ھیں خبردار کیے دیتے ھیں ۔ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کہتے ھیں کہ ھم خوب جانتے ھیں کہ مسلمان بے فائدہ رسموں میں فضول خرچی کرتے ھیں اور اس قدر فضول خرچ ھوتے ھیں کہ انجام کو مصیبت میں مبتلا ھو جاتے ھیں لیکن اپنے لڑکوں کی تعلیم میں روپیہ خرچ کرنا نہیں چاھتے ۔ یہ قول ڈائرکٹر صاحب کا بالکل صحیح ھے اور کوئی مسلمان ذی فہم ایسا نہیں ھے کہ اس کو سن کر شرمندہ نہ ھو ۔

ھزاکسیلنسی لارڈ ھابرٹ صاحب بہادر نے ، جن کا نام مسلمانوں کو غایت درجہ کی ذلت سے بچانے والا ھمیشہ یادگار رھے گا ، حکم دیا ھے کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ مدرسے راج سندری ، کرنول ، کڈپا اور آدم مقاموں میں جو مسلمانوں کی آبادیوں کے صدر مقام ھیں قائم کیے جاویں اور ان مدرسوں میں مسلمانوں کی زبانوں پر التفات کیا جاوے اور سلسلہ تعلیم بھی ایسا مرتب ھوا ھے کہ اس سے ان سب کی غرضیں نکل سکتی ھیں اور مدرس بھی مسلمانوں میں سے منتخب کیے جاویں ۔

اگر مدراس احاطہ کے مسلمان باوجود ان خاص کوششوں کے جو گورنمنٹ کی طرف سے ھو رھی ھیں تعلیم کے ان ذریعوں سے جو ان کے قابو میں دے دیے گئے ھیں فائدہ نہ اٹھاویں تو ھم کو مسلمانوں کی آئندہ بہتری اور بہبودی سے بالکل نا امید ھونا چاھیے ۔

گورنمنٹ بمبئی

گورنمنٹ بمبئی ایسی مستعد نہیں ھوئی ھے جیسی کہ مدراس اور بنگالہ کی گورنمنٹ ھے ۔ لیکن وھاں بھی ڈائرکٹر پبلک

انسٹرکشن سے مسلمانوں کی تعلیم کے باب میں رائے طلب ہوئی تھی۔ ڈائرکٹر صاحب نے اپنی لمبی چٹھی مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۷۱ء میں مسلمانوں کی تعلیم کا اچھا حال لکھا ہے اور بلحاظ اس بات کے کہ بمبئی احاطہ میں مسلمانوں کی آبادی کم ہے مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت اچھا نتیجہ نکالا ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سندھ کے مسلمان تعلیم میں کچھ گھٹے ہوئے ہیں اور اس کے علاج میں یہ تجویز کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اسکولوں میں فارسی کلاسیں قائم کی جاویں۔

بمبئی یونیورسٹی نے فارسی زبان کو بھی ڈگری کے امتحان کی زبانوں میں شامل کر لیا ہے اور ایک پروفیسر عربی و فارسی ک الفنسٹن کالج میں مقرر ہوا ہے۔

ایک مضمون اور بھی بمبئی گورنمنٹ کے ریزولیوشن مورخہ ۱۸ مارچ ۱۸۷۲ء میں مندرج ہے۔ اس کو بھی بغیر ذکر کیے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مسلمانوں میں ترقی تعلیم کی جو گورنمنٹ کو خواہش ہے اس کے ذیل میں اس ریزولیوشن میں یہ بھی لکھا ہے ک عہدہ قاضی کا جس کے لیے اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے پھر سے قائم کرنا اور اس عہدہ کو ایسے لوگوں کو عطا کرنا جو عربی ا فارسی کے عالم ہوں اور نیز پھیلانا عام تعلیم کا بذریعہ ان کتابوں کے کہ ان زبانوں میں لکھی ہوں ہماری غرض حاصل ہونے میں مدد کرے گا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ قاضیوں کے سبب سے اہل اسلا کے دلوں پر ایک اچھا اثر ہوتا تھا اور وہ گورنمنٹ انگریزی او ہندوستان کے مسلمانوں کے باہم ایک ہمدردی قائم رکھنے کا عمد ذریعہ تھے۔

ہم نے اپنے اخبار کے پڑھنے والوں کے رو برو مختصر حال از

کارروائیوں کا جو ان تینوں احاطوں میں مسلمانوں کی تعلیم کے باب میں ہوئی ہیں اور اب بھی ہوتی ہیں پیش کر دیا ہے ۔ کوئی ذی شعور مسلمان ایسا نہیں ہے جو ان خاص تدبیروں کا حال سن کر سچے دل سے گورنمنٹ کا شکر گزار نہ ہو ۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ بہت کچھ اس معاملہ میں کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان کی کوششوں سے ہوا ہے ۔ کیونکہ کمیٹی مذکور نے جو انعام مسلمانوں کی تعلیم کے باب میں رسالوں پر دیے اور اس کا عمدہ اور نیک نتیجہ جس کے باعث کے یہ معاملہ ظہور میں آیا کبھی بھولا نہیں جا سکتا ۔

ملسمان اور تعلیم زبان انگریزی

(تہذیب الاخلاق یکم شوال ۱۳۱۱ھ جلد اول نمبر اول دور سوم صفحہ ۱۰)

وہ زمانہ تو اب گیا جب مسلمان انگریزی زبان کے پڑھنے کو
فر سمجھتے تھے - خواہ انھوں نے بصدق دل اس کو قبول کیا
ر- یا مسئلہ الضرورة تو بیح المخدورات نے اس کے قبول کرنے پر
ور کیا ہو - مگر اس بات کو بہت ھی کم لوگ یقین کرتے
ں گے کہ اب علوم و فنون نے بہت کچھ ترقی کی ھے جس سے
انیوں کی کتابیں جن کے ہم خوشہ چیں ھیں اور ھماری مدونہ علوم
کتابیں بالکل خالی ھیں - جو علوم کہ پہلے مثل ایک بیج کے تھے
اب بڑھ کر مثل ایک پودے کے ھوگئے ھیں اور جو مثل پودے
تھے وہ اب بڑھ کر ایک شاندار درخت ھو گئے ھیں اور اس لیے
شخص علوم کی تحصیل کرنا چاھے وہ مجبور ھے کہ اس کو یورپ
زبانوں میں سے کسی زبان کے ذریعہ سے تحصیل کرے -

علوم دین کی کتابوں کی ھمارے ھاں کچھ کمی نہیں ھے - مگر
کل یہ ھے کہ علماء اسلام کو بہت سے مذھبی امور کے بیان کرنے
ں دیگر علوم سے استمداد لینی پڑی ھے اور اس لیے مذھبی علوم
لیے دیگر علوم کا حاصل ھونا ضروری ھے اور وہ دیگر علوم
رے ھاں کی موجودہ کتابوں میں صرف یونانیوں کی تقلید سے بھرے
ئے ھیں - پورے طور پر زمانہ حال کی ترقی کے مطابق موجود نہیں
ں اور اس لیے ھم کو مذھب کے لیے بھی کسی یورپ کی زبان کے
یعہ سے آن علوم کے حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ھے -

ہمارے ہاں کے علماء اس بات کو نہیں مانتے کے - اس لیے کہ
ن کو معلوم نہیں ہے کہ ان قدیم علوم نے کہاں تک ترقی پائی ہے
ور کس طرح ایک چھوٹا سا بیج پودا اور ایک چھوٹا سا پودا
عالیشان درخت ہو گیا ہے - نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ یورپ کی
زبانوں میں جو کتابیں ہیں اُن میں کیا لکھا ہے - نہ وہ یہ جانتے
ہیں کہ علوم جدیدہ سے یونانیوں کے اور ہمارے اگلے علماء کے علوم
ر کیا مشکلیں واقع ہوئی ہیں اور جہاں تک وہ مشکلیں مسائل
سلام سے متعلق ہیں وہ کیونکر حل ہوتی ہیں - اگر ان کو
ہ معلوم ہوتا تو یورپ کی کسی زبان کو تحصیل کرنا وہ فرض
کفایہ سمجھتے -

مگر فرض کفایہ تو جدا رہا اب تو دنیوی ضرورتیں بلکہ
لوازم زندگی ایسے پیش آئے ہیں کہ بدوں انگریزی دانی کے کوئی
کام ہی دنیا کا چل نہیں سکتا اس لیے مسلمان بھی طوعاً کرھاً اس
بات پر مجبور ہوئے ہیں کہ انگریزی زبان سیکھیں اور اسی زبان
میں علوم حاصل کریں -

مگر مسلمانوں کو اس کی تحصیل میں جو مشکلیں ہیں ان کا
حل ہونا نہایت ہی مشکل معلوم ہوتا ہے - ادھر روزمرہ اخراجات
زندگی بڑھ گئے ہیں اُدھر اخراجات تعلیم میں بہت زیادتی ہوگئی ہے -
جو لوگ ذی مقدور ہیں ان کو اپنی اولاد کی تعلیم کا خیال نہیں ہے
اور اگر کوئی تعلیم دلوانا بھی چاہے تو اُن کی اولاد تعلیم سے ایسی
بے پروا اور دل برداشتہ ہوتی ہے کہ مطلق اس پر توجہ نہیں
کرتی اور کسی مدرسہ میں داخل ہونے پر بھی اپنی عمر ضائع
کرتی ہے -

جو متوسط درجہ کے لوگ ہیں - اگر وہ خیال کریں تو بلاشبہ

نی اولاد کو تعلیم دلوا سکتے ہیں اور اخراجات تعلیم بھی ادا
ر سکتے ہیں مگر ان کو بھی اس کا خیال نہیں ہے - کیونکہ وہ
سی رسومات اور اخراجات لغو اور بیہودہ میں مبتلا ہیں اور ہر طرح
. زر کثیر اُس میں خرج کرتے ہیں کہ اولاد کی تعلیم کے اخراجات
کچھ بند و بست نہیں کر سکتے -

جو لوگ غریب ہیں اور کسی خیال سے اپنی اولاد کو تعلیم
بنا چاہتے ہیں اور اُنھیں کی اولاد سے توقع ہے کہ شاید تعلیم پا جاویں
تعلیم کے اخراجات کے برداشت کرنے کا مقدور نہیں رکھتے -
ی مقدوروں کو اور متوسط درجہ کے لوگوں کو اس کا خیال نہیں
، کہ اپنی قوم کے بچوں کے لیے جو اخراجات تعلیم برداشت نہیں
ر سکتے کافی طور پر مدد کریں تاکہ سلسلہ تعلیم کا مستحکم طور پر
ری ہو -

جن لوگوں کو اس کا خیال ہوا ہے وہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی
سجد جدا بنانا چاہتے ہیں اور قوتوں کو متفرق کر کے اپنا روپیہ
ر اپنی قوم کے بچوں کی عزیز عمر کو ضائع کرتے ہیں اور بعوض
ں کے فلاح قوم میں ممد ہوں اُلٹے مخل ہوتے ہیں - پس سمجھ
ں نہیں آتا کہ یہ بیل کیونکر منڈھے چڑھے گی اور ہماری قوم کا انجام
ا ہوگا -

بعض فلاسفر قسمت کے قائل ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو
ور ظاہر ہوتے ہیں بلاشبہ اُن کے اسباب پائے جاتے ہیں مگر وہ
باب کیونکر پیدا ہو گئے اس کا پتا نہیں چلتا - پس یہی قسمت ہے
۔ اُن اسباب کو پیدا کر دیتی ہے - یہ خیال اُن فلاسفروں کا
حیح ہو یا غلط مسلمانوں کی تعلیم پر تو یہ بالکل صادق آتا ہے -
، بات کے اسباب تو موجود ہیں کہ قوم کو مسلمانوں کی تعلیم کا

ال پیدا ھو گیا ھے مگر اس بات کا سبب معلوم نہیں ھوتا کہ کیوں
کے دل میں یہ بات سمائی ھے کہ قوم کے لیے اعلیٰ درجہ کی
لیم کا سامان متفقہ کوشش سے مہیا کرنے کے بدلے چھوٹے چھوٹے
ص اور بے سود مدرسے قائم کر کے ان کی عمر کو ضائع کریں ۔
، نا معلوم سبب کو قسمت سے تعبیر کیا جاتا ھے اور کہا جاتا
، کہ مسلمانوں کو بد قسمتی نے گھیرا ھوا ھے اور وہ بد قسمتی
کو تعلیم پانے نہیں دیتی ۔

تعلیمی لحاظ سے کیا ضلع علیگڈھ کے نصیب جاگنے والے ہیں ؟

(علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۶ جنوری ۱۸۸۳ء)

کیا ضلع علی گڈھ کے نصیب جاگنے والے ہیں ؟ نہیں ابھی تو
ـتے سوتے انگڑائیاں لے رہے ہیں - آنکھیں مل رہے ہیں - بعضوں
ـ آنکھیں کھولی ہیں مگر ہنوز نیند کا خمار آنکھوں میں ہے -

یہ ہم نے پہیلی نہیں کہی بلکہ واقعی واقعہ بیان کیا ہے -
وڑے دن ہوئے کہ ہم نے علیگڈھ کے ضلع کے نوجوان لڑکوں
کمیٹی کا ذکر کیا تھا جو انھوں نے اس غرض سے قائم کی تھی
ـ وہ اپنے مربیوں سے درخواست کریں کہ اُن کی تعلیم کا بندوبست
ـا جاوے - اب انھوں نے اپنے مربیوں کی خدمت میں ایک
خواست پیش کی ہے - نہایت خوشی کی بات ہے کہ اُن نوجوانوں کو
ـد اپنی تعلیم کا خیال ہوا ہے اور جو کام اُن کے مربیوں کو کرنا
ـ وہ خود اُس کے کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں - ہم بھی اس بات
اُن نوجوانوں کو بلکہ اُن کے مربیوں کو بھی مبارک باد دیتے ہیں
ـ دعا کرتے ہیں کہ خدا اُن کی آرزو کو بر لاوے -

ما حصل اُن کی درخواست کا یہ ہے کہ اُن کی قوم میں مختلف
موں میں جو مکتب ہیں اور جدا جدا اُن کا خرچ ہے وہ سب
جا کیے جاویں اور سب پڑھنے والے ایک جگہ رکھے جاویں اور
یم دیے جاویں اور اخراجات زائد کی اگر ضرورت ہو تو اس کا بھی
وبست کیا جاوے -

مگر وہ بیچارے تعلیم کے اصول سے واقف نہیں اور نہ اُن کے بزرگوں نے خیال کیا ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم کس طرح ہوتی ہے اور کن اصولوں پر چلتی ہے ۔ ہم نے مانا کہ اُن کے مربی چار لاکھ روپیہ سالانہ کے مالگذار ہیں اور تعلیم کے لائق اُن کے پاس روپیہ وافر ہے مگر کیا روپیہ ہونے سے تعلیم ہو جاتی ہے ۔ تعلیم کے لیے ایک مشین درکار ہے جو اس کو چلاوے ۔ جو لوگ تعلیم کا بوجھ اُٹھاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُس کے لیے کس قدر اہتمام اور کس قدر جاں کاہی اور سمجھ اور اصول تعلیم سے واقفیت درکار ہے ۔ گورنمنٹ اسکولوں کو وہ دیکھ کر جانتے ہیں کہ دو چار ماسٹر ایک ہیڈ ماسٹر بیٹھے پڑھا رہے ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی دو تین ماسٹر مقرر کر کے پڑھا لیں گے جیسے کہ مکتب میں میاں جی بٹھا لیتے تھے مگر وہ اُن قوتوں اور انتظاموں سے غافل ہو جاتے ہیں جن کے سبب سے گورنمنٹ کالج یا اسکول یا مشنریوں کے کالج یا اسکول چلتے ہیں ۔ ہم تو خاں صاحبوں میں سے کسی کو ایسا نہیں پاتے جو ایک اسکول کا کام بھی چلا سکے اور اپنی زندگی اور آسائش اُسی کے پیچھے لگا دے یا اصول تعلیم سے بخوبی واقف ہو ۔

علاوہ اس کے علی گڈھ کے پٹھان خاندانوں کا حال کچھ چھپا ہوا نہیں ہے ۔ خود عرضی دینے والوں نے لکھا ہے کہ اگر سب چھوٹے موٹے پٹھانوں کو ملا لو جو بلند شہر اور علی گڑھ اور ایٹہ تین ضلعوں میں زمینداری رکھتے ہیں تو اُن کے مجموعہ کی حیثیت چار لاکھ روپیہ سال مالگذاری کی ہوتی ہے ۔ اگر سب چھوٹے موٹے پٹھان ایک روپیہ سینکڑے کا ٹیکس بھی لگا لیں اور فرض کرو کہ وہ وصول بھی ہوتا رہے تب بھی چار ہزار روپیہ سال کی آمدنی ہوتی ہے یعنی تین سو تینتیس روپیہ پانچ آنہ چار پائی ماھواری

کی - اس میں کیا ہو سکتا ہے اور قابل تعلیم ادنیٰ اسکول بھی قائم نہیں ہو سکتا - خراب و ناقص اسکول قائم کر کے لڑکوں کو اُس میں مشغول کرنا اُن کی عمر کو برباد کرنا ہوتا ہے - وہ اپنی ناقص تعلم کے سبب نہ ادھر کے ہوتے ہیں نہ اُدھر کے - پس ہم پٹھان خاندان کے نوجوان لڑکوں کو جنھیں اس قدر ولولہ تعلیم کا پیدا ہوا ہے ہوشیار اور خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ جو تدبیر انھوں نے سوچی ہے ، وہ اُن کے حق میں مفید نہیں ہے بلکہ وہ نہایت مضر ہے اس وقت تو وہ جانتے ہین کہ اُن کی تعلیم کا بندوبست نہیں ہے - ہونا چاہیے ، اور اگر بالفرض ناقص بندوبست ہو گیا تو وہ دھوکے ور غلطی میں پڑ جاویں گے - وہ سمجھیں گے کہ اب بندوبست ہوگیا حالانکہ در حقیقت کچھ بھی نہ ہوا ہوگا - البتہ عمر ضائع کرنے کا پورا سامان ہو جاوے گا -

اُن نوجوانوں کی عرضداشت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے دل یں یہ بات ہے کہ کسی کالج میں اُن کے پڑھنے کا بندوبست ٔیا جاوے مگر اپنے بزرگوں کے تعصب کے ڈر سے اُس کو منہ سے ہیں نکال سکتے - بے شبہ یہ اُن کی غلطی ہے کہ جو اصل بات اُن کے دل میں ہے اُس کو ظاہر نہیں کرتے - یہ بھی ایشیائی صحبت ا اثر ہے - انسان کا فرض ہے کہ جو اُس کے دل میں ہو اُس کو ںفائی سے ظاہر کرے -

ہم اُن نوجوانوں کو صلاح دیتے ہیں کہ وہ اپنے مربیوں کو وسری درخواست دیں اور صاف صاف اُس میں لکھیں کہ اگر ہماری ممت میں مدرسۃالعلوم علی گڈھ سے جہاں ہم کو خواہ نخواہ ٔجبر پانچوں وقت کی نماز پڑھنے سے تکلیف اُٹھانی پڑے اور بے فائدہ ھبی کتابیں عربی یا فارسی کی پڑھنی پڑیں گی فائدہ اُٹھانا نہیں لکھا ر ہماری پھوٹی ہوئی تقدیر میں اُن فوائد سے محرومی لکھی ہے تو

ہم کو ہندوؤں کے کالج میں بھیج دیا جاوے جہاں صرف رام رام کرنا اور ایک چندن کا ٹیکا لگا لینا کافی ہوگا یا کسی مشنری کالج میں بھیج دیا جاوے جہاں صرف ہر روز چند منٹ عیسیٰ مسیح ابن اللہ کی پریرسن لینی ہوگی ۔ یا کسی گورنمنٹ کالج میں بھیج دیا جاوے جہاں ان سب باتوں سے آزادی ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ناراضی جس قوم پر ہوتی ہے اُس کی عجیب مت اور اُس کے عجیب خیالات اور عجیب عجیب اوہام ہو جاتے ہیں ۔ کیسی ہی نیک بات اُس کے سامنے پیش ہو اُس کی سمجھ میں اُلٹی ہی آتی ہے ۔ پس بے چارے نوجوان پٹھانوں کے بچے اور اُن کے مقدس اور بوڑھے بزرگ کیا کریں جبکہ خدا نے کمبخت مسلمانوں کی تقدیر ہی اُلٹی کر دی ہے ۔

اضلاع شمال و مغرب میں تعلیم کی ترقی

(اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علی گڈھ ۵ مئی ۱۸۷۶ء)

چند روز کا عرصہ ہوا کہ ہمارے پاس اضلاع شمال و مغرب کی
یم کی ترقی کی رپورٹ آئی تھی اور ہم خیال کرتے ہیں کہ جو
، تعلیم کی اُن اضلاع میں ہوئی ہے اگر اُس کی نسبت بمقابلہ اور
بوں کے کچھ تحریر کیا جاوے تو وہ ہمارے ناظرین اخبار کے
یک کچھ لطف سے خالی نہ ہوگا یہ رپورٹ حسب معمول
عات اور بندشوں کا ایک مجموعہ ہے اور اُس میں جا بجا مختلف
رسوں کی حالت کی نسبت رائے دی گئی ہے ۔ اس قسم کی رپورٹیں
ن العموم پڑھنے کے لائق نہیں ہوتی ہیں اور ہم اُن کو صرف
ی وقت دیکھتے ہیں جب ہم کو اُن کے پڑھنے کی کوئی ضرورت
وتی ہے ۔ پس ہماری یہ رائے ہے کہ تعلیم کی رپورٹ اس عام
عدہ سے کہ وہ بندشوں وغیرہ کا ایک مجموعہ ہوں کسی قدر
خلاف ہوں چاہیے اور اس رپورٹ سے ہم کو یہ بات معلوم
ونی چاہیے کہ ہمارے ہم وطنوں نے شائستگی میں کس قدر ترقی
، ہے ۔ ہماری دانست میں اس بات کا بیان کرنا کہ اس قدر لڑکے
نیورسٹی کے امتحان میں پاس ہوئے جو تمام مدرسوں کا عین منشاء
ر مقصد سمجھا جاتا ہے اس بات کے واسطے کافی نہیں ہے کہ
ں کے ذریعہ سے کوئی شخص تعلیم کی ترقی کا اندازہ کر سکے ۔
و وہ ایک سامان اس اندازہ کے واسطے ہے ۔ ہماری یہ بھی رائے

ہے کہ تعلیم کی رپورٹوں سے یہ بات بھی ظاہر ہونی چاہیے کہ سرکاری کالجوں اور مدرسوں کے طالب علموں کو کالجوں کے چھوڑنے کے بعد کیا روزگار ملا - صوبہ پنجاب میں تو ہمیشہ ایسا ہوتا ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ اضلاع شمال و مغرب میں بھی اس قاعدہ کے جاری کرنے سے فائدہ حاصل ہوگا - یہ رپورٹ بالکل صاحب ڈائرکٹر بہادر کی لکھی ہوئی ہے اور مختلف پرنسپلوں اور انسپکٹروں کی پوری پوری رپورٹیں صاحب ڈائرکٹر بہادر کی رپورٹ میں مع ان کی رائے کے جہاں کہیں کہ اُس کی ضرورت ہو درج نہیں ہیں بلکہ سرسری طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے - اس بات کا بھی کچھ ذکر نہیں ہے کہ سررشتہ تعلیم کے عہدہ دار کس طور سے اپنا کام انجام دیتے ہیں اور اس بات کا دریافت کرنا ناممکن ہے کہ صاحب ڈائرکٹر بہادر کی اپنے ماتحتوں کی نسبت کیا رائے ہے - بس ہم صاحب ڈائرکٹر بہادر کو ان دو باتوں کی نسبت بھی رائے دیتے ہیں اور ہم خاص تعلیم کے معاملہ کا بھی ذکر کرتے ہیں - کل خرچ تعلیم کا نو لاکھ اڑتیس ہزار سات سو چونتیس روپیہ ہے جس میں سے ایک لاکھ پچیس ہزار سترہ روپیہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں اور باقی ادنیٰ درجہ کی تعلیم میں خرچ ہوتا ہے جس میں وہ رقم بھی شامل ہے جو امدادی کالجوں کے واسطے دی جاتی ہے - اس کی رو سے فیصدی تینتالیس روپیہ آٹھ آنہ تعلیم انگریزی کا اور پچاس روپیہ دو آنہ فیصدی تعلیم اردو کا خرچ ہوتا ہے - پس اس سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ابتدائی تعلیم کا خرچ بہر کیف اُس اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے مساوی ہے جو کالجوں اور مدرسوں میں دی جاتی ہے - مگر ہم کو اس امر میں کلام ہے کہ جن لوگوں کو تعلیم سابق الذکر دی جاتی ہے وہ اس کو بجز اس مقصد کے کہ وہ اُس کے ذریعہ سے سرکاری روزگار حاصل کریں اُس کی

شناسی کرتے ھیں یا نہیں - ہم حضور لفٹننٹ گورنر بہادر سے اس
ئے میں بالکل اتفاق کرتے ھیں کہ ابتدائی مدرسوں میں خالص
دائی تعلیم ہونی چاہیے اور اگر طالب علم اُس تعلیم کے حاصل
نے کے بعد اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو اُن کو
کا خرچ دینا چاہیے - پس حضور ممدوح نے واجبی طور پر
حب ڈائرکٹر بہادر کی تجویز کو نسبت کم کرنے فیس کے ناپسند
ایا ھے اور ہم خیال کرتے ھیں کہ جو فیس لڑکے سرکاری
رسوں میں دیتے ھیں وہ اُس تعلیم کے لحاظ سے جو اُن کو دی
تی ھے بہت کم ھے - پہلی چار جماعتوں سے چھ یا آٹھ آنہ اور ادنیٰ
عتوں کے لڑکوں سے تین آنہ فی طالب علم لیے جاتے ھیں اور
وجہ اس بات کی ھے کہ فیس کی آمدنی بہت کم ہوتی ھے ہماری
نست میں طالب علموں کے سرپرستوں کی حیثیت کے بموجب
ن لینی چاہیے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ھے کہ دولت مند اور
یب آدمی دونوں ایک ھی فیس دیں - پنجاب میں ادنیٰ دفعات
طالب علم چھ آنہ اور اعلیٰ دفعات کے طالب علم بارہ آنہ کی
ح سے فیس دیتے ھیں اور جن لڑکوں کے سرپرست دولت مند ھیں
بلا شبہ اس سے زیادہ دیتے ھیں - یعنی بعض اُن میں سے پانچ روپیہ
ک فیس دیتے ھیں - ہماری دانست میں صاحب ڈائرکٹر بہادر
و اس رائے پر عمل کرنا چاہیے اور فیس میں اضافہ کرنا چاہیے
یونکہ گورنمنٹ کے نزدیک اس سررشتہ میں بہت زیادہ خرچ
وتا ھے - یہ تجویز کچھ خراب نہیں ھے اور اگر یہ جدید شرح
س کی جاری کی جاوے گی تو وہ اضلاع شمال و مغرب کے
شندوں کی عام حالت کے لحاظ سے کچھ بہت اعتراض کے لائق
ہوگی - بخلاف اس کے ہم گورنمنٹ کی اس تجویز سے اتفاق
ں کرتے ھیں کہ بعض مدرسوں میں معلموں کی تنخواہ کسی قدر

فیس سے ادا کی جاوے - ہماری دانست میں یہ عمدہ تدبیر نہیں ہے
کیونکہ اگر اس کا عملدرآمد ہوگا تو اس کے باعث سے لائق
طالب علموں سے جبراً فیس لینی اور گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کا
طریقہ اختیار کیا جاوے گا - بس فیس علی العموم سرکاری خزانہ
میں جمع ہونی چاہیے اور مدرسوں کو عام فنڈ سے تنخواہ ملنی
چاہیے - علاوہ اس کے فیس کی مقدار غیر متعین ہوتی ہے اور ہم
نہیں خیال کرتے ہیں کہ جس مدرس کو فیس سے تنخواہ ملتی ہے
اس کے طالب علم ویسی ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسے کہ
اس مدرس کی کرتے ہیں جس کو گورنمنٹ سے تنخواہ ملتی ہو -

یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانے والے طلباء

(تہذیب الاخلاق جلد ہفتم نمبر ۸ بابت یکم جمادی الاول ۱۲۹۰ھ)

تعلیم کی ضرورت اب علی العموم تسلیم کی جاتی ہے اور جو
حثے اس باب میں ہو رہے ہیں وہ کچھ خاص اصول سے متعلق
ں ہیں بلکہ اُس کے عمل درآمد کے طریقہ سے مخصوص ہیں -
اب ہندوستان کی تعلیم کیسی ہی کیوں نہ ہو مگر وہ اُن تمام
صد کے حاصل کرنے کو جن کی ہمیں ضرورت ہے ہنوز کافی نہیں
، اور اُس کے ناکافی ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مدرسوں کی تعلیم
تائید اور تشریح عملی نظیروں کے ذریعہ سے نہیں ہوتی ہے کیونکہ
دوستان میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جس کے دیکھنے سے
ان کے خیال کو وسعت ہو اور جو باتیں کہ اور طرح پر صرف
بذب خیالی باتیں ہیں اُن کا ظہور بلحاظ عملدرآمد کے ہو بخلاف
ں کے لندن اور یورپ کے بڑے بڑے شہر اس قسم کی چیزوں سے
رے ہوئے ہیں اور ان شہروں کی سیر سے اس قسم کی تربیت
اصل ہوتی ہے جو اُس تعلیم سے جو ہندوستان کے مدرسوں میں دی
اتی ہے ایسے ہی مختلف ہوتی ہے جیسے کہ وہ اُن کے ذریعہ سے
اصل نہیں ہو سکتی ہے - وہاں کے علمی مجمعوں میں آنے جانے
ر وہاں کی یونیورسٹیوں میں داخل ہونے اور وہاں کے کارخانہ جات
رت کو دیکھنے سے خیالات کو بے انتہا وسعت ہوتی ہے اور عقلی
نیقات کے واسطے نئے نئے موقع ملتے ہیں چنانچہ سفر یورپ کے یہ

تربیت بخش فائدے یورپ میں مدت سے تسلیم کیے جاتے ہیں اور
اُن پر عمل کیا جاتا ہے اور جب سے کہ آہنی سڑکوں کی کثرت
کے سبب سے یورپ کے ملکوں کی آمد و رفت کو نہایت ترقی ہوئی ہے
صرف اُسی زمانہ سے اُس بڑے دورہ کا قاعدہ موقوف کر دیا گیا ہے
جو سابق میں ایک جنٹلمین کی تعلیم کا ضروری جزو تھا اور
ہندوستانیوں کے حق میں یورپ کی سیر سے بہ نسبت اس کے کہ
اُس کے ذریعہ سے ان کو نئی نئی باتوں کا علم حاصل ہو اور کچھ
زیادہ کی توقع کی جا سکتی ہے ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اُس کا
نتیجہ اس سے کچھ کم نہ ہوگا ، کہ خیالات اور طریقہ خیالات
بالکل تبدیل ہو جاوے گا ۔ اُس وقت تک اس ملک کی دیسی تعلیم
(جیسے کہ یورپ کی تعلیم کچھ عرصہ پیشتر تھی) زبان اور
علم طبیعات کی تحصیل پر محدود رہی ہے جس کے ذریعہ سے اگرچہ
بلا شبہ طالب علم کے ذہن کو ترقی ہوتی ہے مگر اُس سے وہ عملی
نتیجے پیدا نہیں ہوتے ہیں جو یورپ کی قوموں میں علم بدیہی کی
تحصیل سے پیدا ہوئے ہیں ۔ جب کہ ہم علاوہ ان عام خیالات کے
اُس خاص تعلق پر غور کرتے ہیں جو ہندوستان کے باشندوں اور
انگریزوں کے درمیان ہیں تو ہمارے ہم وطنوں کو یورپ کے جانے
کے واسطے خاص خاص وجوہات معلوم ہوتی ہیں خواہ وہ ہندوستانی
ریاستوں سے جاویں یا انگریزی صوبوں سے ۔ انگلستان میں وہ بغیر
کسی قسم کی سرکاری قیود کے جو ضرور بالضرور ہندوستان میں
باہمی میل جول کے مانع ہوتے ہیں لوگوں سے مل سکیں گے اور
خاص خاص لوگوں کی دوستی سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ دونوں
قوموں کے درمیان رابطہ ، اتحاد اور زیادہ مستحکم ہو جاوے گا ۔
ہم نے اُن عملی فائدوں کی جانب بہت کم توجہ کی ہے جو
طالب علم کو یورپ کے جانے سے حاصل ہوں گے کیونکہ وہ

حقیقت بخوبی ظاہر و ہویدا ہیں - جو علم اُس کو وہاں حاصل
گا اُس کے ذریعہ سے وہ ہر ایک پیشہ میں جس کو وہ کرنا چاہے
ق اور کامیابی کے لائق ہوگا - خواہ وہ پیشہ ملازمت سرکار ہو یا
رت ہو یا کوئی علمی پیشہ ہو جیسا کہ فن انجینئری یا طبابت
ء - اگر کسی مثال کی ضرورت ہو تو ہم صرف اُس نازک معاملہ کا
کر کرتے ہیں جو حال میں ٹرکی میں واقع ہوا تھا اور جس میں
ص کر اُن شخصوں نے نہایت مستعدی کے ساتھ عمل کیا تھا
ھوں نے اور یورپین قوموں کے درمیان تعلیم کے فائدے حاصل
ے تھے -

مگر یورپ کی تعلیم کے فائدے صرف خاص اُسی شخص کی
ت سے مخصوص نہیں ہوتے ہیں جس نے اُن کو حاصل کیا ہو
کہ وہ اُن تمام شخصوں پر بھی جو اُس کے گرد و پیش ہوتے ہیں
سی قدر کمی کے ساتھ موثر ہوتے ہیں - خواہ تو اس سبب سے
ہ وہ اپنے سرکاری کام کو نہایت لیاقت کے ساتھ انجام دے اور یا
ں سبب سے کہ اُس کی عمدہ تربیت یافتہ عقل اور زیادہ تر قوی
اغ سے اُس کے ہم عصروں پر ایک مفید اثر پہنچے گا یا غالباً اس
ب سے کہ وہ بڑی بڑی تحقیقاتیں اور نئی نئی ایجادیں کر سکے گا -
ں ہندوستان کے تمام باشندوں پر فرض ہے کہ وہ ایک ایسے مقصد
تکمیل میں جیسا کہ یہ ہے اور اس بات کا بندوبست کرنے
ں کہ ہمارے ہم وطن یورپ کی تعلیم کو بہ نسبت حال کے
م دشواری کے ساتھ حاصل کر سکیں معاون اور شریک ہوں -

اس باب میں سب سے بڑی مشکل روپیہ کے نہ ہونے سے پیدا
تی ہے کیونکہ یہ تعلیم بغیر صرف کثیر کے حاصل نہیں ہو سکتی
ڈ لارنس نے اس مشکل کو تسلیم کر کے صرف ایک سال کے
سطے سرکاری اسکالر شپیں اس غرض سے مقرر فرمائی تھیں کہ اُن

کے ذریعہ سے ہندوستانی لوگ لندن کو جا سکیں اور اگرچہ وہ مدت
جو مقرر کی گئی تھی نہایت قلیل تھی تاہم نو شخصوں نے اس موقع
ر فائدہ اٹھایا جن میں سے تین مسلمان تھے - پس گورنمنٹ نے جو
ہ نظیر قائم کی تھی اس کی پیروی میں خاص خاص لوگوں کو فیاضی
ظاہر کرنی چاہیے - چنانچہ اس فیاضی کو ترغیب دینے کے واسطے
علیگڈھ میں سفر یورپ پر آمادہ کرنے والی ایک ایسوسی ایشن قائم
ہوئی ہے اور سید احمد خاں بہادر سی - ایس - آئی - اس کے سیکرٹری
کے طور پر کام کریں گے - اس ایسوسی ایشن کا مقصد یہ ہے کہ وہ
روپیہ جمع کرے اور لائق طالب علموں کو یورپ میں تحصیل علم
کرنے میں مدد دے -

یہ روپیہ یا تو بذریعہ ڈونیشن کے یورپین اور ہندوستانی لوگوں
سے اور یا بذریعہ معمولی چندہ کے اُن لوگوں سے جمع کیا جاوے گا -
جو اس ایسوسی ایشن کے ممبر ہونا چاہیں -

ہم صرف ہندوستان کے راجاؤں اور نوابوں اور رئیسوں سے ہی
چندہ یا ڈونیشن کی درخواست نہیں کرتے ہیں بلکہ اُن انگریزوں
سے بھی درخواست کرتے ہیں جو ہندوستان میں رہتے ہیں اور
چونکہ وہ خود اُس تعلیم کے ہزار فائدوں سے واقف ہیں جو
انھوں نے حاصل کی ہے اس وجہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ
بلا تامل اُن شخصوں کی امداد کریں گے جو یورپ کی تعلیم و تربیت
اور علوم کے فائدوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں -

جو لوگ ایسوسی ایشن کے ممبر ہونا چاہیں اُن کو چوبیس روپیہ
سالانہ چندہ کے دینے ہوں گے اور اُن کو ایسوسی ایشن کے تمام
امور انتظامی میں اور اُن طالب علموں کے انتخاب میں رائے دینے
کا حق ہوگا جن کو اس فنڈ سے مدد دی جاوے -

اس ایسوسی ایشن کی کار روائی کے لیے قواعد مندرجہ ذیل

ر پائے ھیں -

بائی لاز

دفعہ ۱- اس ایسوسی ایشن کا نام یورپ کے سفر پر آمادہ
ہنے والی ایسوسی ایشن ھوگا -

دفعہ ۲- اس ایسوسی ایشن سے یہ مقصود ھے کہ اس ملک
، ھندو اور مسلمان باشندوں کو انگلستان اور یورپ کے اور ملکوں
سیر کے واسطے ترغیب دی جاوے -

دفعہ ۳- جو شخص تعلیم یا علم و ھنر کی تکمیل و تحصیل
، واسطے یورپ کو جاویں اُن کی امداد کی جاوے گی لیکن جو
خص خاص اپنی ذاتی منفعت کے واسطے مثلاً تجارت کرنے یا کسی
دمہ کی پیروی کرنے یا اسی قسم کے اور کاموں کے واسطے
ویں گے اُن کو مدد نہیں ملے گی -

دفعہ ۴- اس پسندیدہ مقصد کی تکمیل کے واسطے ایسوسی ایشن
وام سے یہ درخواست کرے گی کہ وہ خواہ ڈونیشن کے طور پر یا
ندہ کے ذریعہ سے اس کام میں مدد کریں -

دفعہ ۵- جو شخص چوبیس روپیہ سالانہ عنایت کریں گے وہ
ں وقت تک کہ وہ اپنا چندہ برابر ادا کرتے رھیں ایسوسی ایشن
ے ممبر تصور کیے جاویں گے -

دفعہ ۶- جو شخص مبلغ چوبیس روپیہ بطور ڈونیشن کے دے
ایک سال کے لیے ایسوسی ایشن کا ممبر سمجھا جاوے گا -

دفعہ ۷- ھر ایک ممبر کو یہ اختیار ھوگا کہ جب چاھے جب
ری سے استعفا دے دے -

دفعہ ۸- جو روپیہ اس کی بابت وصول ھوگا وہ کسی بینک میں
و کمیٹی تجویز کرے جمع کیا جاوے گا -

دفعہ ۹۔ جب کہ اس قدر روپیہ وصول ہو جاوے گا کہ وہ یورپ کے جانے کے واسطے ایک یا ایک سے زیادہ آدمیوں کی مدد کو کافی ہو تو ایسوسی ایشن اس امر کا مع تعداد روپیہ اور اُن شرائط کے جن کے بموجب وہ روپیہ دیا جاوے گا ایک اشتہار جاری کرے گی۔

دفعہ ۱۰۔ یہ اشتہار اُن اختیارات میں جو کمیٹی کی رائے کے بموجب مناسب ہوں چھاپا جاوے گا۔

دفعہ ۱۱۔ جو شخص ایسوسی ایشن سے امداد کے خواہاں ہوں وہ علیگڈھ انسٹیٹیوٹ یا کسی اور مقام میں جس کا ذکر اشتہار مذکور میں ہو اپنی عرضی پیش کریں۔

دفعہ ۱۲۔ عرضی میں امور مندرجہ ذیل شامل ہوں گے :

اول ۔ درخواست دہندہ کا نام مع اُس کے باپ کے نام کے ہوگا اور اُس کا مسکن اور قوم، مذہب اور عمر بیان کی جاوے گی۔

دوم ۔ اس امر کا بیان کہ اُس نے کس قسم کی تعلیم پائی ہے اور ایک فہرست اُن زبانوں کی جس سے وہ واقف ہو۔

سوم ۔ یہ کہ کس مقصد کے واسطے وہ انگلستان جانا چاہتا ہے۔

چہارم ۔ یہ کہ کس قدر عرصہ تک اُس کو انگلستان میں رہنا منظور ہے۔

پنجم ۔ یہ کہ وہ کس کس ملک کی سیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

ششم ۔ یہ کہ آیا وہ صاحب مقدور ہے یا نہیں ہے۔

دفعہ ۱۳۔ عرضی کے وصول ہونے پر کمیٹی درخواست دہندہ کی خصلت اور رشتہ داری وغیرہ کی نسبت اُس قسم کی تحقیقات

کرے گی جو اُس کو مناسب معلوم ہو ۔

دفعہ ۱۴- کمیٹی کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ کسی درخواست کو منظور کرے یا نہ کرے ۔

دفعہ ۱۵- جن لوگوں کو یورپ کے بھیجنے کے واسطے کمیٹی منتخب کرے اُن کے نام جن اخباروں میں کمیٹی مناسب سمجھے گی مشتہر کرے گی اور گورنمنٹ کو بھی اُن سے اطلاع دے گی ۔

دفعہ ۱۶- جو روپیہ منتخب لوگوں کو دیا جاوے گا وہ بینک میں اس غرض سے جمع کیا جاوے گا کہ کمیٹی کی ھدایت کے بموجب اُن لوگوں کو دیا جاوے ۔

اب ہم پھر تمام یورپین جنٹلمینوں سے جو در حقیقت اس تعلیم کی قدر جانتے ھیں جنھوں نے خود اس کو حاصل کیا ھے اور تمام ھندوستان کے نوابوں اور راجاؤں اور والیان ملک سے اور نیز عموماً تمام ھندو اور مسلمانوں سے جن کے فائدہ کے واسطے یہ ایسوسی ایشن قائم کی گئی ھے نہایت دل سے یہ درخواست کرتے ھیں کہ وہ ضروری فنڈ کے جمع کرنے میں اپنی خاص فیاضی سے مدد دیں ۔

جو صاحب اس ایسوسی ایشن کے ممبر ھونا چاھیں اُن کو اپنی درخواست مع چوبیس روپیہ کے سید احمد خاں بہادر سیؔ - ایس - آئی کے پاس بمقام علیگڈھ بھیجنا چاھیے اور وھی ڈونیشن کا تمام روپیہ بڑی احسان مندی کے ساتھ جمع کریں گے ۔

(دستخط)

سید احمد خاں بہادر - سی - ایس - آئی
سیکرٹری

علیگڈھ
۲۷ اپریل ۱۸۷۷ء

هندوستانیوں کی تعلیم ولایت میں

(تہذیب الاخلاق جلد دوم نمبر ۳ (دور سوم) یکم
ذی الحجه ۱۳۱۲ھ)

ہمارے چند احباب اپنی اولاد کو جنھوں نے انٹرنس یا ایف ۔ اے کا امتحان پاس کر لیا ہے ولایت میں تعلیم پانے کے لیے بھیجنے کی نسبت ہم سے صلاح پوچھتے ہیں ۔ ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ اس باب میں جو کچھ ہماری رائے ہے اس کو مفصل لکھیں ۔ صرف انٹرنس پاس کیے ہوئے لڑکوں کا تو ولایت بھیجنا ہمارے نزدیک مناسب نہیں ہے اس سے زیادہ تعلیم پائے ہوؤں میں سے جن لوگوں کو ولایت میں تعلیم کے لیے بھیجنے کا ارادہ ہو اول یہ بات دیکھنی چاہیے کہ وہ لڑکا ذہین اور ہوشیار لائق اور ہونہار ہوتا معلوم ہوتا ہے یا نہیں اور نیز اس کا مزاج ایسا سلیم اور متین ہے کہ وہاں کی ترغیبات سے اپنے تئیں قابو میں رکھ سکے گا اور آوارگی میں نہ پڑ جاوے گا جو لڑکا اس قسم کا ہو اور بخوبی اندازہ کر لیا گیا ہو کہ وہ ایسا ہی ہے اس کے بھیجنے کی ہم ضرور رائے دیتے ہیں ۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں ہے یا مشتبہ ہے تو اس کے بھیجنے کی ہم رائے نہیں دیتے ۔

دوسرے یہ کہ اس کے مربیوں کو جو اس کو بھیجنا چاہتے ہیں اس بات کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کم سے کم پانچ برس تک اس کے اس قدر اخراجات کے جس میں وہ ایک اشراف کی طرح ولایت میں اپنی اوقات بسر کر سکے اور اخراجات تعلیم کو بخوبی ادا کر سکے اور نیز بعض مقامات کی سیر سے بھی فائدہ اٹھا سکے

متحمل ہو سکتے ہیں یا نہیں - اگر متحمل نہیں ہو سکتے تو اُس کا
بھیجنا ہرگز مناسب نہیں ہے - کیونکہ اُس سے بجائے فائدہ کے
نصان متصور ہے - اس زمانہ میں تیس ہزار روپیہ سے کم ولایت کی
علیم میں خرج نہیں پڑنے کا -

اب رہی یہ بات کہ کس مطلب کے لیے بھیجا جاوے - ہمارے
زدیک لڑکوں کو ولابت میں بھیجنا دو مقصد سے خالی نہیں -
اس مقصد سے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور اعلیٰ درجہ کا علم
سی شاخ علم میں اور اعلیٰ درجہ کی ذاتی لیاقت حاصل کریں -
یہ کہ کوئی ایسی چیز حاصل کریں جو بعد واپسی ہندوستان
ریعہ معاش حاصل کرنے کا ہو -

جہاں تک ہم کو خیال ہے مقصد اول کے لیے کوئی شخص
لایت نہیں گیا حالانکہ ہمارے نزدیک اسی بات کے حاصل کرنے کی
ندوستانیوں کو ضرورت اور اُن کی عزت کا باعث ہے - ہم کو
ید ہے کہ ہمارے دوست ہم کو معاف کریں گے اگر ہم یہ کہیں
ہ ولایت جا کر کسی علم میں بی - اے ہو جانا یا بیرسٹر ہو جانا
وئی بڑی بات نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی علم اعلیٰ درجہ پر
اصل ہوتا ہے - نہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی ہے اور نہ اعلیٰ درجہ
، ذاتی لیاقت پیدا ہوتی ہے - ہندوستان میں خصوصاً بنگالہ میں
سے لوگ موجود ہیں جو کبھی ولایت نہیں گئے اور بہ نسبت اُن
گوں کے جو ولایت سے تعلیم پا کر آئے ہیں - لٹریچر میں ، قانون
ں اور دیگر علوم میں زیادہ تر لائق ہیں - پس سب سے اعلیٰ کام
، شخص کا جو ولایت میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنے
، لیے جاوے یہ ہے کہ وہ کسی شاخ علم میں ایسا ہو کر آوے
، ہندوستان میں اپنا نظیر نہ رکھتا ہو کم سے کم یہ کہ جن
گوں نے صرف ہندوستان میں تعلیم پائی ہے اور اعلیٰ درجہ تعلیم

میں پہنچ گئے ہیں اُن سے تو اعلی ہو۔ ورنہ اس قدر مشقت اور سفر دور و دراز اختیار کرنے اور اخراجات کثیر برداشت کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ مسلمانوں میں تعلیم کی ایسی کمی ہے کہ جو ولایت گئے ہیں اُن کو بھی ایسی انگریزی لکھنی نہیں آتی کہ ذی لیاقت انگریز ان کی تحریر کو پڑھ کر خوش ہو سکیں۔ شاید کوئی اس کلیہ سے خارج ہو مگر ہمارے نزدیک تو سوائے نواب عماد الملک کے بشرطیکہ وہ دل لگا کر کچھ لکھیں کوئی خارج نہیں اور اگر کسی نے مر گر کر صفحہ دو صفحہ عمدہ انگریزی کا لکھ بھی لیا تو کچھ شمار میں نہیں۔

مرزا قتیل اور ٹیک چند بہادر نے جو ہندو تھے جس قدر لیاقت فارسی زبان میں حاصل کی تھی انگریزی زبان میں آتنی بھی آج تک کسی نے جو ولایت میں تعلیم پا کر آئے ہیں حاصل نہیں کی۔ اگر کوئی شخص ایسا تعلیم یافتہ ہو کر آوے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں تو ہندوستان کے لوگ اس کو سر اور آنکھوں پر بٹھاویں اور اُس کے لیے ذریعہ معاش اس قدر موجود ہیں کہ اور کسی کے واسطے موجود نہیں۔

اس بات پر خیال کرنا نہیں چاہیے کہ ولایت سے جو انگریز ہندوستان میں آتے ہیں وہ بھی یونیورسٹی کی ڈگریوں یا سول سروس کے امتحان سے زیادہ اور کچھ حاصل نہیں کرتے پھر جب کہ ہندوستانی بھی اُسی قسم کی ڈگریاں حاصل کر لیں تو وہ کیوں نہ اعلی درجہ کے تعلیم یافتہ تصور کیے جاویں۔

ولایت میں انگریزوں کے لیے چھوٹی عمر سے ایسی عمدہ سوسائٹی موجود ہے جس کے سبب سے بچپنے سے دماغی اور ذہنی اور اخلاقی قوت بڑھتی جاتی ہے اور وقت کی پابندی اور سوشیل برتاؤ کی اُن کو عادت مثل طبیعت ثانی کے ہو جاتی ہے اور اپنی

یوٹی کا وہ بہت خیال رکھتے ھیں اور جن علوم کو وہ حاصل کرتے
ہیں اپنی مادری زبان میں حاصل کرتے ھیں اور لٹریچر گویا اُن کی
ادری زبان ھوتی ھے - ھندوستانیوں کو اُن میں سے کوئی بات بھی
عیب نہیں ھے - پس گو کہ انگریزوں نے اور کسی ھندوستانی
نے ایک ھی قسم کی ڈگری کسی یونیورسٹی سے حاصل کی ھو
گریزوں کی لیاقت اُس ھندوستانی سے بہت زیادہ ھوتی ھے اور اُن کا
لم اُس تربیت سے مل کر جو انھوں نے عمدہ سوسائٹی سے حاصل
، ھے بہت زیادہ ترقی یافتہ ھوتا ھے - پس اگر کوئی ھندوستانی
رف یورپ کی کسی یونیورسٹی کی ڈگری پانے پر مغرور ھو اور یہ
مجھے کہ اُس نے انگریزوں کے برابر تعلیم حاصل کر لی ھے تو
ں کی محض غلطی ھے - بلکہ اُس کو یورپ کی یونیورسٹی کی ڈگریاں
نے سے بہت زیادہ علم و تربیت حاصل کرنی لازم ھے - جب وہ
سی شاخ علم میں تعلیم یافتہ کہلایا جا سکتا ھے -

اب باقی رھی یہ بات کہ لڑکے کو اس غرض سے ولایت بھیجا
اوے کہ وہ کوئی ایسی چیز حاصل کرے جو اُس کے لیے بعد
پسی ھندوستان معاش کا ذریعہ ھو اس کے لیے چند صیغہ بلا شبہ
یت میں موجود ھیں -

۱- سول سروس - جو اب امپیریل سروس کے نام سے
ثب ھے -

۲- بیرسٹری - جس کے حاصل کرنے کے لیے قریباً کل
دوستانی پل پڑے ھیں اور جس کا نتیجہ اکثر ھماری واقفیت میں
چھ نہیں - نہ اُس سے علم کی ترقی ھے - نہ حصول معاش کا عمدہ
یعہ حاصل ھوتا ھے -

۳- ایگریکلچرل - یعنی تعلیم متعلق زراعت - یہ تو سب سے
دہ نکھدر ھے اور ھندوستان میں کوئی ذریعہ حصول معاش کا

نہیں ہو سکتی -

۴- انجینئری - ہماری ملاقات کسی ایسے ہندوستانی سے نہیں ہے جس نے ولایت میں انجینئری کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی پائی ہو اور ہندوستان میں آکر اُس نے کامیابی حاصل کی ہو -

۵- ڈاکٹری - جس سے ملازمت سرکاری مقصود نہ ہو -

صرف بیرسٹری کے لیے ولایت جانا تو ہم ایک فعل عبث سمجھتے ہیں - کیونکہ ہندوستان میں وہ کسی کام میں آنے کے لائق نہیں ہے -

انجینئری - بلاشبہ ایک عمدہ چیز ہے مگر کلام اس میں ہے کہ وہ اُن ہندوستانیوں سے جنھوں نے ہندوستان ہی میں اس فن کی تعلیم پائی ہے کچھ زیادہ معاش پیدا کر سکتا ہے -

سول سروس - کی تعلیم بشرطیکہ اُس میں پاس بھی ہو جاوے بلا شبہ حصول معاش کا ذریعہ ہے مگر ہماری رائے میں اصلی عزت حاصل ہونے کا ذریعہ نہیں اور یہ ایک لمبی بحث ہے۔ جس کو ہم اس مقام پر لکھنا نہیں چاہتے -

ڈاکٹری کی تعلیم بلا شبہ اپنے لیے اور ملک کے لیے نہایت فائدہ مند ہے لیکن اگر اُس فن کی تعلیم ولایت میں اس غرض سے حاصل کی جاوے کہ کوئی نوکری گورنمنٹ کی اُس کو ملے گی تو ہماری دانست میں اُس سے بد تر کوئی کام نہیں ہے - البتہ اگر وہ اس نیت سے تعلیم پاوے کہ وہ ہندوستان میں آکر پرائیویٹ طور پر اپنا کارخانہ کھولے گا تو اس سے بہتر کوئی ذریعہ عزت اور حصول معاش کا نہیں - بشرطیکہ اُس نے ولایت میں کامل تعلیم پائی ہو اور ہندوستان میں لوگوں کو اُس پر اعتماد ہو اور اُس نے اپنے اخلاق اور قومی ہمدردی سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو -

کٹر مکند لال مرحوم جو ہمارے شہر کے رہنے والے تھے اور صرف
ندوستان کے تعلیم یافتہ تھے اُن میں یہ سب باتیں جمع تھیں اور
ِ وسعت اُن کے پیشہ سے اُن کی آمدنی میں تھی وہ سب پر
ھر ہے -

پنجاب میں ہمارے مخدوم ڈاکٹر رحیم خاں صاحب ہیں -
ہوں نے بھی ہندوستان میں تعلیم پائی ہے مگر مذکورہ بالا تمام
صاف اُن میں جمع ہیں - پھر جو عزت اور اقتدار مالی و ذاتی پنجاب
ں اُن کو حاصل ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے -

بہر حال یہ سب امور قابل غور ہیں اور جو لوگ اپنی اولاد
ِ ولایت بھیجنا چاہتے ہیں وہ ان سب امور پر غور کرکے جو
اسب سمجھیں اُس کو اختیار کریں -

ہمارا ارادہ ہے کہ ہم اپنے کالج کے دو تین لڑکوں کو جو
- اے کی ڈگری تک پڑھ چکے ہوں اور ہوشیار و نیک خصلت
ر نیک چلن و سعادت مند ہوں اور اُن کی طبیعت تجارت کے کاموں
ِ مناسب بھی ہو اور مستعد و محنتی بھی ہوں ہندوستان ہی میں
رت کے انگریزی کارخانوں میں بطور شاگرد کے کام سیکھنے کو
یجیں - ہم کو معلوم ہوا ہے کہ چھ مہینہ تک بطور شاگرد کے
سیکھنا تجارت کا کام چلانے کو کافی ہوگا اور اُس میں ایسی
قت دوکانداری اور تجارت کا کام چلانے کی آجاوے گی جیسی کہ
یسیوں کو آتی ہے - یہ بھی ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جس کارخانہ
ں ان لڑکوں کو تعلیم کے لیے بھیجیں گے ہر ایک کی بابت
لیس روپیہ ماہواری فیس دینی پڑے گی - چھ مہینے کی فیس
ایک کے لیے دو سو چالیس روپیہ ہوتی ہے اور خرچ سکونت
ں کے علاوہ ہے - ہم کو امید ہے کہ خیر خواہان قوم اس کام

میں ضرور ہماری مدد کریں گے اور ہم کو اس قابل بناویں گے
کہ ہم اُن کے اخراجات کو ادا کرسکیں اور جب وہ تعلیم
پا کر واپس آویں گے تو اُس وقت ہم خیال کریں گے کہ وہ دونوں
کام متعلق تجارت کریں گے اور لمیٹڈ کمپنی تجارت کی ہم قائم
کریں گے جس میں اسبد ھے کہ بہت سے خیر خواہان قوم حصہ دار
ہوں گے -

عام تعلیم پرشیا میں

پرشیا واقع جرمنی کی عام تعلیم کی بابت ۱۸۶۱ء میں ایک
رٹ چھپی تھی اُس کا خلاصہ ھم اس لیے لکھتے ھیں تاکہ
وستان کے مسلمان جانیں کہ تربیت یافتہ قوموں میں کس درجہ
تعلیم کی ترقی ہے -

۱۸۶۱ء میں پرشیا میں پچیس ھزار ایک سو چھپن سرکاری
ائی سکول تھے اور آٹھ سو تیرہ خانگی - جن کی کل میزان پچیس
ار نو سو اُنہتر ھوئی -

سرکاری اسکولوں میں ستائس لاکھ تہتر ھزار چار سو تیرہ لڑکے
ڑکیاں پڑھتی تھیں اور خانگی اسکولوں میں اڑتالیس ھزار تین سو
لیس جس کی میزان اٹھائیس لاکھ ایک ھزار سات سو پچپن ھوئی -

پرشیا کے ملک کی آبادی ایک کروڑ چوراسی لاکھ اکیانوے
ار دو سو بتیس آدمیوں کی ھے اس حساب سے فی سات سو بارہ
میوں میں ایک اسکول ھوتا ھے اور اوسط لڑکوں کا فی اسکول
ک سو دس کے قریب پڑتا ھے -

ان اسکولوں کے سوا چار سو پینتالیس چھوٹے لڑکوں کے پڑھنے
لیے مکتب تھے جن میں بتیس ھزار سات سو پینتالیس لڑکے
ھتے تھے -

اعلی تعلیم کے مدرسہ اس سے علاوہ ھیں مگر ۱۸۶۱ء میں
طالب علم جو تمام مدرسوں اور اسکولوں اور مکتبوں میں پڑھتے
ے اُن کی تعداد بتیس لاکھ چھیانوے ھزار پانسو چھیالیس تھی اور
مدرس چھتیس ھزار تین سو چودہ تھے جن میں سے تینتیس ھزار

تریسٹھ مرد اور تین ہزار دو سو اکیاون عورتیں تھیں اور متوسط اور اعلیٰ مدرسوں میں نو ہزار نو سو تیرہ مدرس تھے -

اسی رپورٹ سے معلوم ھوتا ھے کہ ۱۸۶۱ء میں اُن لوگوں میں جو فوج میں بھرتی تھے اس بات کا تخمینہ کیا گیا کہ کس قدر آدمی بِن پڑھے ھیں تو معلوم ھوا کہ فی صدی دو آدمی بِن پڑھے تھے مگر یہ زمانہ اب گیا - اس عرصہ میں اب اور زیادہ ترقی تعلیم کی ھو گئی ھے جب میں ولایت میں تھا تو ایک جرمنی عالم سے میری بہت ملاقات تھی اور اُن سے جرمنی کی تعلیم کا بہت ذکر رھتا تھا وہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اب پرشیا میں فی ہزار ایک آدمی بھی بِن پڑھا بمشکل نکلے گا -

اب ھندوستان کے مسلمانوں کے حال پر خیال کرو کہ اگر اُن میں پڑھے ھوئے آدمی تلاش کیے جاویں تو فی ہزار ایک آدمی بھی پڑھا ھوا بمشکل نکلے گا بس غور کرنے کا مقام ھے کہ ھم کو اپنی قومی ترقی اور تربیت و شائستگی کے لیے کیا کچھ کرنا ھے -

جو حال کہ ھم نے اوپر بیان کیا اُس میں سرکاری اسکولوں اور سرکاری کالجوں کا نام آیا اُس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اُن اسکولوں اور کالجوں کا خرچ سرکاری خزانہ میں سے دیا جاتا ھے - نہیں تمام اسکولوں اور مکتبوں اور کالجوں کا خرج رعایا دیتی ھے - مگر وھاں تعلیم کے باب میں ایک خاص قانون ھے اُس کے مطابق جو اسکول یا مدرسے قائم ھیں وہ سرکاری کہلاتے ھیں اور باقی خانگی - ورنہ حقیقت میں وہ سب رعایا کی طرف سے ھیں -

جرمنی میں جو رعایا کی تعلیم کا قانون ھے نہایت ھی عمدہ ھے مگر وہ قانون ھندوستان سے جہاں مختلف مذاھب کے لوگ آباد ھیں کسی طرح مناسبت نہیں رکھتا بلکہ انگلینڈ اور ویلز میں بھی اُس کے مطابق عمل درآمد ھونا نہایت دشوار ھے - چہ جائیکہ ھندوستان

ـ اس لیے ہماری یہ رائے ہے کہ جب تک کہ ہندوستان کی ہر
ک قوم خود آپ اپنی قوم کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگی اور
د آپ اپنی قوم کی تعلیم کا بندوبست نہ کرے گی اُس وقت تک
ی تعلیم کا ہونا غیر ممکن ہے ۔

جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان اپنے لغو خیالات اور بیہودہ
صبات میں مبتلا ہیں اور اپنی قوم کی بھلائی اور اُن کی
یم و تربیت کی کچھ فکر نہیں کرتے ہمارا دل جلتا ہے اور کمال رنج
تا ہے اُس وقت ہمارا قلم نہیں رکتا اور زبان حال سے میر کا یہ
ر پڑھتا ہے ۔

ضبط کروں میں کب تک آہ
چل رے خامہ بسم اللہ

اور پھر کہتا ہے جو کہتا ہے اور لکھتا ہے جو لکھتا ہے ۔

مصر میں علوم کی تعلیم

(علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۹ مئی ۱۸۸۳ء)

هم نے آج کے اخبار میں عربی اخبار الاهرام سے جو اسکندریه
ں چھپتا ھے لارڈ ڈفرن کی اسپیچ کا ترجمه جو مصر کے مدرسوں
علوم کی تعلیم سے متعلق ھے چھاپی ھے اور اُس کے چند فقروں
اپنے ملک کے لوگوں کو متوجه کرنے کے لیے ریویو لکھنا
ھتے ھیں ـ

ھمارے ملک کے سب لوگ اس بات کو تسلیم کریں گے که
وم و فنون جدیده کے ترجموں میں اور اُن کے ذریعه سے ملک
ں اعلٰی درجه کی تعلیم پھیلانے میں مصر میں جو کوشش ھوئی وه
نظیر ھے اور در حقیقت نہایت عمده ترجمے ھوئے اور مفید مفید
ابیں لکھیں گئیں ـ لیکن اب وه سب بےکار ھیں اس لیے که اُن
ترجمے ھوتے ھوتے اور درس میں آتے آتے تک علوم و فنون نے
ی ترقی کرلی که وه کتابیں مثل تقویم پارینه کے بے کار ھوگئیں
ڈ ڈفرن نے فرمایا که ”جو کتابیں صنائع اور فنون کے مدارس
ں زیر درس ھیں وه تقویم پارینه ھو گئیں اور یه اس وجه سے که
ابوں کے عربی میں ترجمه ھونے اور اُن کے مشتہر ھونے میں
موقع تاخیر ھوئی ھے“ ـ

پس جو لوگ ھمارے ملک میں بذریعه ترجموں کے اعلٰی درجه
تعلیم دینا خیال کرتے ھیں وه کیسی غلطی میں ھیں ـ علوم میں

، رات اس قدر ترقی ہوتی جاتی ہے جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا ۔
، جب تک کہ اُسی زبان میں کافی لیاقت حاصل نہ ہو جس زبان
، وہ علم پیدا ہوتے ہیں اور ترقی پاتے ہیں اعلیٰ درجہ کی تعلیم
صل ہی نہیں ہو سکتی ۔

ایک اور مثال ہم خود اپنے ہاں کی دیتے ہیں ۔ ہمارے
وم و فنون جو ہمارے باپ دادا نے حاصل کیے تھے وہ ایک درجہ
پہنچ کر ٹھہر گئے تھے ۔ اُن کی ترقی بند ہو گئی تھی ۔ وہ تمام
وم عربی زبان میں تھے اور جہاں تک اُنھوں نے ترقی پائی تھی
بی زبان میں پائی تھی ۔ اُس کے بعد فارسی زبان میں بہت سے ترجمے
ئے اور کتابیں بھی تالیف ہوئیں ۔ مگر کیا اُن ترجموں کو پڑھ کر
ئی عالم ہو گیا ہے ۔ پس یہ خیال کہ ہم علوم و فنون جدیدہ کو
لٰی درجہ پر بذریعہ ترجموں کے حاصل کرلیں گے ، محض ایک لغو
ر بیہودہ خیال ہے ۔

مصر کے مشہور مدرسہ ازہریہ کا ذکر لارڈ ڈفرن نے اپنی
پیچ میں کیا ہے جس میں تین سو مدرس ہیں اور آٹھ ہزار
لب علم پڑھتے ہیں ۔ اس مدرسہ میں اُسی قدیم طریقہ پر تعلیم ہوتی
، جس طریقہ پر ہمارے ملک کے علماء اس زمانہ میں طالب علموں
و تعلیم دیتے ہیں ۔ اس مدرسہ میں علم کلام ، فقہ ، صرف ، نحو ،
طق ، فلسفہ ، علم ادب عربی میں پڑھایا جاتا ہے ۔

اب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ کیا ہے ؟ اس
نتیجہ خود لارڈ ڈفرن کی سپیچ سے جو بالکل صحیح و درست طور
انھوں نے بیان کیا ہے پایا جاتا ہے ، جہاں انھوں نے یہ کہا
، کہ "مصریوں کو اس شکایت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ
موماً مصر کے محکمہ جات میں بہت سے یورپین موجود ہیں کیونکہ

خاص مصر کے لوگوں میں ایسے اشخاص کا سردست دستیاب ہونا جن میں ہر ایک قسم کی ضروری لیاقتیں پائی جاتی ہوں اور جو اُن تمام کاموں کو سنجیدگی سے چلا سکیں جن کی باگ مجبورانہ غیر ملک کے لوگوں میں ہے محال سے کم نہیں'' بس ہمارے ملک کے لوگوں کو جو اُسی پرانی قسم کی تعلیم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کونسا پھل اُٹھانے کی توقع ہے۔

یہی مصیبت سر سالار جنگ مرحوم کو تھی کہ اُس ملک کے لوگوں کو کسی قسم کے کام کی لیاقت نہیں تھی اور گورنمنٹ انگریزی کے عہدہ دار جیسی لیاقت رکھتے تھے اتنی بھی لیاقت دکن کے لوگوں میں نہ تھی۔ لاچار وہ گورنمنٹ انگریزی کے عہدہ داروں کو بلا بلا کر نوکر رکھتے تھے۔ جن کی لیاقت کے سبب اُس ملک میں کسی قدر صورت انتظام ظاہر ہونے لگی تھی۔ بس دکن کے لوگوں کو لارڈ ڈفرن کی اُس گفتگو سے نصیحت پکڑنی لازم ہے۔

ایک اور عجیب بات مصر کے طالب علموں میں پائی جاتی ہے جو بعینہ ہمارے ملک کے لڑکوں میں بھی اکثر موجود ہے۔ لارڈ ڈفرن نے کہا کہ ''مصر کا ایک لڑکا چھوٹے ہی سن میں سمجھ دار نظر آتا ہے اور اُس کو خاص قسم کی قابلیت، ریاضیات اور علم لغات میں ہوتی ہے مگر جب وہ ترقی کے ایک محدود درجہ تک پہنچتا ہے تو اُس کی عقل اُس قدر علوم عالیہ کے سیکھنے میں ترقی نہیں کرتی جتنا کہ اُس کا جسم ترقی کرتا ہے'' یہی حال ہمارے ملک کے اکثر مسلمان لڑکوں کا ہے۔

اسی سلسلہ میں لارڈ ڈفرن نے کہا کہ ''کم سنی میں شادی کا ہونا ایک بہت بڑا سبب ہے جو اُس کو ترقی کے سلسلہ سے جدا کر دیتا ہے۔ بہت سے طالب علم ہیں جن کو تعلیم کی بینچوں پر

بیٹھا دیکھو گے مگر وہ اپنے کندھوں پر جورو کا بوجھ لادے
ہوئے ہیں''، میں اس قدر اور اضافہ کرنا چاھتا ہوں کہ دو تین بچے
بھی گھر میں رو رہے ہیں -

ہمارا مقصد ان تحریروں سے اپنی قوم کو اس بات سے آگاہ کر
ہے کہ یہ جو مقدس اشخاص علوم مفیدہ کے حاصل کرنے سے قو
کو باز رکھتے ہیں اور مذہبی تعصب کو کام میں لاتے ہیں ا
مذہبی ٹٹی کی آڑ میں لوگوں کو اغوا کرتے ہیں وہ قوم کے
اسلام کے ، مسلمانوں کے در حقیقت دشمن ہیں - بعضے تو صر
اپنی دوکانداری اور مشیخت قائم رکھنے کو اور بعضے صرف ا
تقویٰ اور تقدس لوگوں میں جتانے کو قوم کو غارت کرتے ہ
اُن کا دعویٰ دینداری ادعائے تقدس محض جھوٹا ہے - اسلام ایک
نہایت روشن اور سچا جوہر ہے - اُس کو علوم سے اور حقائق اشی
کے معلوم ہونے سے جہاں تک کہ طاقت بشری میں ہے کچھ نقص
نہیں پہنچتا - البتہ علماء کی دوکانداری اور مقدسین کے بناوٹی تقد
اور متوہمین کے توہم باطل کو ضرور نقصان پہنچتا ہے - پس ق
کو اپنے حال پر خود غور کرنا چاہیے کہ در حقیقت ان کو
کرنا چاہیے -

علاوہ اس کے یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ باوجودیکہ
مسلمان مختلف آب و ہوا کے ملکوں میں آباد ہیں اور مختلف قومو
کے لوگ ہیں - مختلف عملداریوں میں رہتے ہیں - اُن کی حیثیت بھ
مختلف ہے - کہیں خود مختار بادشاہ ہیں کہیں خود مسل
بادشاہ کی رعیت ہیں - کہیں غیر قوم و مذہب کے سلاطین
رعایا ہیں مگر کیا سبب ہے کہ حالت سب کی یکساں ہے -
خراب حالت کہ ہم ہندوستان کے مسلمانوں کی پاتے ہیں وہی بجنسہ
مصر کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اور اسی حالت کا نمونہ ٹونس

مراکو ، ترکی میں دیکھتے ھیں ۔ شام و روم ایران و بخارا سب
یکساں حالت میں ھیں اس پر غور کرنا مسلمانوں کی بہبودی چاھنے
والوں کو نہایت ضرور ھے اور قوم کے لیے نہایت مفید ، خدا کرے
کہ علماء کرام میں سے کوئی شخص اس کے اسباب بیان کرنے پر
اور اس عقدہ کے حل کرنے پر متوجہ ھو ۔

مصر کی معاشرت اور اُس کی تہذیب

(تہذیب الاخلاق جلد اور نمبر ۷ بابت ۱۵ ذی الحجه ۱۲۸۷ھ)

مشہور ہے که مسلمانی ریاستوں میں سے مصر نے تہذیب و شائستگی میں بہت ترقی کی ہے اس لیے ہم اُس کا کچھ حال جو ہماری آنکھ کا دیکھا ہے لکھتے ہیں -

مصر کی تہذیب و شائستگی کا حال بیان کرنے کے لیے وہاں کے باشندوں کو چار فرقوں میں تقسیم کرنا چاہیے -

اول - یورپین یعنی فرنچ اور اطالین اور گریک اور کچھ انگریز جو بطور رعایا یا تجار وہاں بسے ہوئے ہیں -

دوم - مسلمان اُمراء و رؤساء و عہدہ دار جو اُس ملک میں رہتے ہیں یعنی اعلیٰ درجه کے مسلمان باشندے مصر کے -

سوم - عیسائی مصری یعنی مصر کے رہنے والے جنھوں نے قدیم یا حال کے زمانه میں مذہب عیسائی اختیار کیا ہے اور جو اکثر قبطی نسل کے ہیں -

چہارم - متوسط درجه اور ادنیٰ درجه کے مسلمان باشندے مصر کے -

یورپ کی قومیں جو مصر میں ہیں اگرچه وہ به نسبت اُن یورپین قوموں کے جو خاص یورپ میں رہتی ہیں تہذیب و شائستگی میں گھٹی ہوئی ہیں لیکن پھر بھی نہایت مہذب اور شائسته اور

تربیت یافتہ ھیں اُن کے مکان نہایت صاف اور بخوبی بقدر اپنے اپنے مقدور کے آراستہ پھولوں اور پھولدار درختوں اور بیلوں کو جا بجا مکان پر چڑھانے سے پیراستہ ھیں ھر ایک یورپین کا مکان اسی طرح پر بقدر اپنے مقدور کے آراستہ ھے اِلاّ بہت مفلس یورپین جو قدیم شہر کے اندر عام لوگوں سے ملے ھوئے رھتے ھیں اور جن میں سے ایک شخص گریک کے گھر میں خود گیا تھا مثل عامِ مصریوں کے گھروں کے خراب ھیں ۔

یوربین کی عورتیں بھی نہایت خوبی اور صفائی سے رھتی ھیں نفیس نفیس لباس پہنے ھوئے پھرتی ھیں بات چیت نہایت تہذیب اور شائستگی سے کرتی ھیں اور یورپین مرد عموماً صاف اور درست معمولی لباس کوٹ پتلون پہنے ھوئے رھتے ھیں اِلاّ یورپ کی ٹوپی سو میں دو چار پہنتے ھوں گے ورنہ سب کے سب ترکی لال ٹوپی پھندنے دار پہنتے ھیں اُن کا لباس اور بدن اور کھانا اور کھانے کے برتن پاک صاف اُجلے اور درست رھتے ھیں ۔ یورپین زن و مرد اپنی یورپ کی زبان بھی بولتے ھیں اور عربی بھی خوب بولتے ھیں جو بالفعل تمام مصریوں کی زبان ھے ۔ بات چیت اُن لوگوں کی نہایت شائستہ اور مہذب اور لہجہ گفتگو مثل مہذب آدمیوں کے لہجہ کے ھے ۔

مسلمان اُمراء و رؤساء و عہدہ داران نے بالکل اپنا قدیم طریقہ اور قدیم لباس اور پرانا طرز زندگی چھوڑ دیا ھے سب کے سب کوٹ پتلون پہنتے ھیں اور لال پھندنے دار ترکی ٹوپی اوڑھتے ھیں مثل یورپین کے اپنے مکانات کو صاف اور پھولوں اور پھولدار درختوں سے آراستہ رکھتے ھیں ۔ میز و کرسی پر بیٹھتے ھیں ۔ چھری کانٹے سے کھانا کھاتے ھیں ۔ اکثر فرنچ اور عربی اور ترکی تینوں زبانیں جانتے ھیں ۔ اُن کی نسبت مجھ کو کہنا چاھیے کہ اگر بالکل

یورپین کی مانند مہذب نہیں ہو گئے ہیں تو اُن کی پوری پوری نقل تو ضرور کی ہے -

عیسائی مصری بھی تہذیب و سائستگی میں کم نہیں - اُنھوں نے اپنے ہم مذہب یورپین بھائیوں کا سا برتاؤ اور طریقہ اختیار کیا ہے میں دو ایک عیسائی مصریوں سے ملا اور اُن کو تہذیب و شائستگی میں آراستہ پایا وہ سب قبطی نسل کے تھے اور اُن میں سے ایک شخص باوجودیکہ بجز عربی زبان کے اور کوئی زبان نہیں جانتا تھا مگر ہر بات اور عادت اور بات چیت میں مثل یورپین جنٹلمین کے مہذب تھا - مصری عیسائی لڑکیوں کے پڑھانے کے لیے مشنریوں نے اسکول بھی بنائے ہیں اور اُن لڑکیوں کو عربی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے اور انجیل اور اور دعاؤں کی کتابیں عربی زبان میں پڑھائی جاتی ہیں -

متوسط درجہ اور ادنٰی درجہ کے مسلمان مصری جو بہت کثرت سے ہیں نہایت خراب اور ابتر حالت میں ہیں میلے اور نہایت میلے اور لباس نہایت خراب اکثر نیلا کُرتا جس کا گریبان کھلا ہوا ہے پہنے ہوئے ہیں اور ٹانگوں میں کوئی چیز نہیں بالکل ننگی اور کپڑا ایسا میلا کہ شاید پہننے کے بعد کبھی دھونے کی نوبت نہیں آتی ہوگی - پاس بٹھانے کو دل نہیں چاھتا - بدن و کپڑوں میں سے بُری بُو آتی ہے -

متوسط درجہ کی عورتوں کی حالت بہ نسبت مردوں کے اچھی معلوم ہوتی ہے مگر ادنٰی درجہ کی عورت و مرد کی نہایت خراب حالت معلوم ہوتی ہے اور جو کہ یہی لوگ سب سے زیادہ کثرت سے ہیں اس لیے مصر باعتبار خلقت کے آنکھ میں نہایت برا اور خراب معلوم ہوتا ہے اگر مصر کے بازاروں میں جاؤ اور عام طور پر وہاں کی خلقت پر نظر ڈالو تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ

ہندوستان میں قحط کے دنوں میں بھنٹیر کی طرف کے لوگ عورت و مرد نیلے کرتے پہنے ہوئے اور تباہ حالت میں چلے آتے ہیں تمام یورپین کیا مرد اور کیا عورت اُن لوگوں میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اندھیری رات میں تارے یا کوڑے میں موتی -

اس درجہ کے لوگوں کا لہجہ گفتگو ایسا ناشائستہ اور خراب ہے کہ اُن کی نا مہذب آواز کی دل پر چوٹ لگتی ہے بہت بلند اور حلق میں نکلنے والی اور نہایت درشت آواز سے جس میں گردن کی رگیں تن جاتی ہیں باتیں کرتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو جانور آپس میں لڑتے ہیں اور باوجودیکہ وہاں مسلمان گورنمنٹ ہے تب بھی اس فرقہ کے لوگ یورپین کے سامنے بہ سبب اپنے ناشائستہ اور نا مہذب ہونے کے نہایت ذلیل ہیں اور جانوروں سے بد تر اُن کا حال ہے سلطنت اسلام ہے اِلاّ اسلام صرف ان مسلمانوں کے ناشائستہ اور نا تربیت یافتہ ہونے سے غیر قوموں کی آنکھ میں ذلیل ہے -

پہلے پہل جب میں نے مصریوں کو آپس میں بات چیت کرتے دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ بہ سبب عربی زبان ہونے کے جس میں حروف حلقی زیادہ ہیں اُن کا لہجہ ایسا خراب ہے مگر میں نے جب قبطی عیسائیوں کو دیکھا جو تربیت یافتہ تھے اُن کا لہجہ نہایت سبک اور آواز نرم اور آہستہ بات کرنا سب کچھ عمدہ تھا اُن کے منہ سے لفظ پیارے معلوم ہوتے تھے اور عورتوں کے منہ سے تو عربی لفظ نہیں نکلتے تھے بلکہ پھول جھڑتے تھے -

مجھ پر میری عمر میں ایک زمانہ ایسا گذرا کہ تھوڑی دیر کے لیے میں نے خیال کیا کہ شاید جین مذہب حق ہے جبکہ میں نے تمام چیزوں کو آفت میں اور جینیوں کے مندر کو امن میں دیکھا اور مصر کی سیر میں مجھ پر ایک زمانہ ایسا گذرا کہ

تھوڑی دیر کے لیے میں نے خیال کیا کہ شاید عیسائی مذہب حق ہے کیونکہ ہر مقام پر جو خوبی اور عزت اور برکت خدا نے عیسائیوں کو دی ہے وہ اور کسی کو نہیں دی پس کیا شرم کی بات ہے کہ مسلمان اپنے نا مہذب اور ناشائستہ ہونے سے اسلام کو داغ لگائیں اور اس کو حمیت اسلامی کے بر خلاف نہ سمجھیں ۔

معلوم ہوتا ہے کہ مصر کی عورتوں میں باہر نکلنے کا عام رواج ہے غریب عورتیں پیادہ پھرتی ہیں اور ذی مقدور خاندان کی عورتیں بروم اور فٹن اور چرٹ پر سوار ہو کر پھرتی ہیں مگر باہر پھرنے کا ایک خاص قسم کا لباس ہے کہ اس میں بجز آنکھوں کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا ۔ آنکھوں کے نیچے ناک پر سیاہ رنگ کا لمبا ہاتھی کی سونڈ کی طرح ایک کپڑا لٹکاتی ہیں جس سے نہایت ہیبت ناک صورت ہو جاتی ہے اُن کی ہیئت مجموعی ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا ممی قبر میں سے نکل کر پھرتی ہے ۔

امیر عورتوں کے باہر نکلنے کا لباس اُن سے کسی قدر بہتر ہے خدیو مصر کی بیگمات جو حرم کہلاتی ہیں ایک دفعہ سواری میں مجھ کو ملیں نہایت عمدہ بروم میں کھلے میدان سوار تھیں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اور گورے کوچوان انگریزی وردی پہنے ہوئے پشتیر گھوڑوں کو ہانکتے تھے ایک یورپین فوجی افسر گھوڑے پر سوار آگے آگے تھا اور چار سوار مصری فوجی پیچھے تھے اور ایک حبشی خواجہ سرا گھوڑے پر سوار ساتھ ساتھ تھا ۔

یہ بات خیال کرنی کہ مصری گورنمنٹ نے اپنے ملک کو مہذب اور شائستہ کرنے میں کس قدر کامیابی حاصل کی ہے ایک نہایت مشکل کام ہے کیونکہ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے اس ملک کے حالات سے نہایت واقفیت ہونی چاہیے تاہم باوجودیکہ عام لوگ ایسی خراب اور ذلیل و ناشائستہ حالت میں ہیں اس

پر بھی تہذیب و شائستگی کی بہت ترقی معلوم ہوتی ہے - شہر جو کہ نہایت میلا اور خراب اور بد وضع مردوں کے رکھنے کی بدبو دار تہ خانوں کی مانند تھا نہایت عمدہ ہوتا جاتا ہے - شہر کے غربی جانب بلاق تک ایسا عمدہ شہر آراستہ ہوا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے نہایت نفیس سڑکیں اور جا بجا حوض و فوارہ اور چوکوں میں خوبصورت خوبصورت پھولوں کے باغچہ تیار ہو گئے ہیں تمام دوکانیں اور مکانات اور ہوٹلیں انگریزی طور پر تیار ہیں مصر کا شہر غربی جانب کا بلاق تک ہرگز افریقہ کا شہر نہیں معلوم ہوتا بلکہ یورپ کا عمدہ نفیس شہر معلوم ہوتا ہے صرف دو نقص عظیم پائے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ یہ خوبی جس قدر ہوئی گورنمنٹ کی طرف سے ہوئی - رعایا ایسی مہذب نہیں ہے کہ وہ خود یہ سب کام کرے - دوسرے یہ کہ شہر کی اس نفیس طرف جس قدر آبادی ہے وہ اکثر یورپین کی ہے اور وہی رہتے ہیں اور عیش و آرام کرتے ہیں اور فرحت اور خوش حالی سے زندگی بسر کرتے ہیں اور مسلمان اب تک اکثر اسی مویشی خانہ میں بندھتے ہیں اور ذلت اور نکبت سے نہیں نکلے -

مصر میں اس کی گورنمنٹ کی کوشش سے تہذیب و شائستگی پھیلنے کا ایک اور بڑا نشان یہ ہے کہ تعلیم کے قواعد کسی قدر رائج ہوتے جاتے ہیں مصر کے مدرسہ کو جو خدیو کا مدرسہ کہلاتا ہے میں نے دیکھا نہایت عمدہ ہے اور وہاں صرف تعلیم ہی نہیں ہوتی بلکہ لڑکوں کو تہذیب و شائستگی بھی سکھائی جاتی ہے تمام لڑکے نو عمر نہایت عمدہ اور خوبصورت وردی پہنے ہوئے تھے - انگریزی بوٹ اور کوٹ پتلون اور سرخ ترکی ٹوپی پھندنے دار پہنے ہوئے اور میز و کرسی پر اپنی اپنی جماعتوں میں بیٹھے ہوئے نہایت خوبصورت دکھائی دیتے تھے ہر ایک علم پڑھنے والوں کو وردی کی

رنگت میں یا کسی خاص وضع کے تمغے کا فرق تھا تمام علوم و فنون
عربی زبان میں جو اُن کے ملک کی زبان ہے پڑھائے جاتے ہیں علاوہ
اس کے انگریزی اور فرنچ اور جرمن زبان سکھلائی جاتی ہے اور
انجام کار لائق لڑکوں کو تکمیل علم کے لیے جرمن و فرانس اور
لنڈن میں بھیجا جاتا ہے -

ہر قسم کا ہنر مصریوں میں ترقی پر ہے تمام کام ریل کے
چلانے کا مصری خود آپ کرتے ہیں دھوئیں کی کل سے کام لیتے
ہیں دھوئیں کا پمپ اور دھوئیں کاھل گنوار دھقانوں کو چلاتے
میں نے دیکھا کاغذ بنانے کی کل جو دھوئیں سے چلتی ہے مصری
چلاتے ہیں اور کاغذ بناتے ہیں - دھوئیں کی کل سے مصری
چھاپے خانے کا کام کرتے یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کے سبب
مصریوں کو ہندوستان کے مسلمانوں سے باوجودیکہ ہندوستان کے
مسلمان اُن سے بہت زیادہ خوشحال ہیں ہم فوقیت دیتے ہیں -

میوزیم مصر کا یعنی عجائب خانہ ایسا عمدہ ہے کہ مصر کی
پرانی چیزوں کے لیے اپنا نظیر نہیں رکھتا پرانی لاشیں جو ممی کہلاتی
ہیں اور پرانی صنائع مصر کی نہایت خوبصورتی اور عمدگی سے آراستہ
ہیں اور بہت فائدہ بخش عبرت انگیز اور حیرت خیز ہیں -

ولیم ہورڈرسل صاحب نے جو ایک مشہور نامی گرامی قابل
شخص ہیں اپنے روزنامچہ میں مصر کی گورنمنٹ کی نسبت ایک رائے
لکھی ہے جو کہ نہایت دلچسپ ہے ہم اُس کو اس مقام پر لکھتے
ہیں اور وہ یہ ہے -

''اس بات کی نسبت رائے دینی کہ مصر ترقی کی حالت میں
ہے یا تنزل کی اُس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اُس ملک کے حالات سے
ایک خاص علم ہو - نامی لوگ جو مصر میں جاتے ہیں اُن کے
ساتھ مدارات کرنے میں اسماعیل پاشا کو یورپ کی شائستہ او

ﮩذب قوموں سے کچھ سیکھنا نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ بات
ﻮگوں کی حیثیت کے لیے کسوٹی نہ ہو اور نہ میں اُس کے کسوٹی
ہونے پر استدلال کرتا ہوں مگر اس سے یہ مقصود ہے کہ
نگلستان کے لوگ بے تمیزی سے اُس کی نکتہ چینی نہ کریں
ﻠکہ اُس قوم کی جس کی عزت اُس کے بادشاہ کی ذات میں ہے
ﺸکر گزاری کریں -

میں تمام ہندوستان میں پھرا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اگر
کوئی اجنبی شخص گو کہ وہ فہیم ہو لیکن ہندوستان کے حالات
ﺴے ناواقف ہو صرف رعایا اور دھقانی اور قصباتی بازاریوں سے ظاہری
ﻤررت دیکھ کر انتظام انگریزی کی نسبت اتہام لگائے اور اپنی رائے
ﺎئم کرے تو کیسی مشکل کی بات ہے کلکتہ میں گورنر جنرل یا
ﮐسی صوبہ میں چیف کمشنر یا کوئی کلکٹر یا جج بلکہ اور ادنیٰ
ﮩدہ دار کو مع اُس کے ملازمین اور چپراسیان اردلی اور جلوس کے
ﻋایا کی حیثیت سے مقابلہ کرو اور غور کرو کہ محل کے رہنے والوں
ﯽ کیا کیفیت دکھائی دیتی ہے - خیال کرو کہ ہم نے ہندوستان
ﮐے لوگوں سے ڈوننگ اسٹریٹ میں سلطان کے بال کا ایک گونہ
ﻨت خرچ دلایا ہے غور کرو کہ اس عملداری میں جو دنیا میں
ایت عمدہ ہے (یعنی انگریزی عملداری میں) کیا کیا ہوتا ہے تب
ﻠطان حکمران (یعنی خدیو مصر) پر پتھر پھینکو جو فی الحقیقت
ﯽ رعایا کو اُسی حال میں رکھنا چاھتا ہے جس حال میں اُن کے
ﭗ دادا رہتے تھے اور با وصف اس کے اُس نے اپنے ملک کو
ﻮری باتوں میں کامیابی بخشی ہے اور ترقی دی ہے اُس نے سڑکیں
ﺮ پانی کے جھرنے بنوائے دارالسلطنت یعنی شہر قاھرہ کو آراستہ
ﺎ - ہنر اور محنت کو بڑھایا اور جہاں تک اُس سے ہو سکا
ﯽ نے اُس زنجیر کو توڑ ڈالا جو مسلمانوں کو عیسائیوں سے جدا

کرتی ھے -

فرض کرو کہ اگر اسمعیل پاشا ھر آدمی کو جو اُس کے ملک میں رھتے ھیں اُن کے گھر سے اور اُن کے پیشہ سے چھوڑا کر چند سال کے لیے سرکاری خدمت پر مجبور کرے تو اُس حالت میں اُس کے اطوار کی نسبت کیا کچھ نہ کہا جاوے گا -

فرض کرو کہ اگر اسمعیل پاشا کروڑوں اپنی رعایا سے کہے کہ تم کو محصول دینا پڑے گا اور جو میں حکم دوں گا وھی کرنا ھوگا لیکن تم کو کوئی جلیل عہدہ سلطنت میں نصیب نہ ھوگا اور فوجی اور جہازی اور سول کے کاموں میں بجز ادنلی کاموں کے اور کوئی کام تم کو نہ ملے گا تو ھم لوگ کس قدر اُس کو لعنت ملامت کریں گے -

مسٹر رسل کی یہ رائے در حقیقت نہایت عمدہ اور منصفانہ ھے اور جس عالی رتبہ اور فیاض طبیعت کے وہ ھیں اُسی رتبہ کی یہ رائے ھے مگر نا مہذب گورنمنٹ اور نا مہذب قوم کو اُس کو پڑھ کر پھولنا اور خوش ھونا نہیں چاھیے مہذب اور تربیت یافتہ گورنمنٹ میں اگر کوئی نقص ھوتا ھے تو ھزاروں بھلائیاں بھی ھوتی ھیں - جیسے کہ اُن گورنمنٹوں میں جن کی طرف مسٹر رسل صاحب نے اشارہ کیا ھے مگر نا مہذب اور نا تربیت یافتہ گورنمنٹ میں یہ ھوتا ھے کہ اُس میں برائی ھی برائی دکھائی دیتی ھے اور بھلائی ایسی قلیل ھوتی ھے جو خیال میں نہیں آتی - اگر یہ بات سچ ھو جیسا کہ مسٹر رسل نے خیال کیا ھے کہ مسلمان حاکم یعنی خدیو مصر اپنی رعایا کو اُسی حالت میں رکھنا چاھتا ھے جس حالت میں اُن کے باپ دادا تھے تو حقیقت میں وہ حاکم کافر اور ظالم فرعون سے کچھ اور زیادہ درجہ نہیں رکھتا ھے اور جو بھلائی کہ اُس نے کی ھو اُس بھلائی سے زیادہ نہیں ھے جو فراعنہ مصر رعایا کو ظلم سے بیگار میں

پکڑ کر کام لیتے تھے اور پیاز اور سوکھی روٹی کھانے کو دے کر اُن کے ساتھ بڑی نیکی کرتے تھے ۔ جو گورنمنٹ کہ اپنی رعایا کی ترقی کی دل سے خواہاں نہیں وہ حقیقت میں گورنمنٹ نہیں ہے بلکہ رعایا کی دشمن ہے ۔

مہذب قوم اور نا مہذب قوم میں بھی یہی فرق ہوتا ہے ۔ یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ مہذب قوم میں کوئی نقص یا عیب یا برائی نہ ہو مگر البتہ یہ ہوتا ہے کہ اُن برائیوں کے ساتھ لاکھوں کروڑوں بھلائیاں بھی ہوتی ہیں مگر نا مہذب قوم میں بجز برائیوں کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا ۔ نا مہذب قومیں گناہ کو ایسے بُرے طور سے استعمال کرتی ہیں جس سے اُس گناہ کی بدیاں بہت زیادہ عام اور تمام قوم کو خراب کرنے والی ہو جاتی ہیں مہذب قومیں اگرچہ وہی یا اُسی قسم کا گناہ کرتی ہیں مگر وہ اس طرح پر وقوع میں آتا ہے کہ اُس کی بدی عام ہونے نہیں پاتی ۔ قوم کی قوم کو غارت و تباہ نہیں کرتی ۔ سچ ہے :

شرط سلیقہ ہے ہر ایک کام میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

نا مہذب قوم نیکی بھی ایسی بُری طرح کرتی ہے کہ یا تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی یا غیر مفید اور بے محل ہو جاتی ہے مہذب قوم جو نیکی کرتی ہے وہ ایسے سلیقہ اور خوبی سے کرتی ہے کہ وہ نیکی زیادہ عمدہ اور بہت مفید اور برمحل ہوتی ہے ۔

نا مہذب قوموں میں اعتدال نہیں ہوتا نیکی کی طرف اگر متوجہ ہوتی ہیں تو اُس کو اتنا کھینچتی ہیں کہ ٹوٹ جاتی ہیں ۔ بدی کی طرف متوجہ ہوتی ہیں تو اُس کو اتنا بڑھاتی ہین کہ شیطان کے بھی کان کاٹتی ہیں ۔

اس زمانہ میں ہمارے بھائی بند مسلمان صاحبوں کا یہ حال ہے

ہ اگر کسی مہذب قوم کا ذکر اُن کے سامنے کرو تو اُس قوم کی
ائیوں اور عیبوں کا ذکر کرتے ھیں ۔ اے صاحب ! یہ کون کہتا
، کہ مہذب قوموں میں کوئی عیب نہیں ھوتا مگر یہ تو دیکھو
ہ اُن میں اُن عیبوں کے ساتھ بہت سی بھلائیاں اور خوبیاں بھی
ں ھم اُن کے عیبوں کو کیا تکیں جبکہ ھم میں عیب ھی عیب
ے ھیں مثل مشہور ھے کہ " چھاج بولے سو بولے چھلنی بھی
ے جس میں بہتر سو چھید "۔

محل سرا خدیو مصر کی
ناگفتہ بہ حالت

(تہذیب الاخلاق ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ)

جب کہ ہم یہ خواہش کرتے ہیں کہ ہم اپنے بھائیوں کو
ر قوم کے اُن خیالات سے مطلع کریں جو وہ ہماری زندگی بسر کرنے
نسبت رکھتے ہیں تو ہم کو نہایت مشکل پیش آتی ہے اس لیے
ہ تربیت یافتہ قومیں جس طرح اپنی زندگی بسر کرتی ہیں اُن سے
رے بھائی بند واقف نہیں ہیں اور یہ بھی بڑے شکر کا مقام ہے
ہ غیر قوم کے لوگ بھی بخوبی اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ
م لوگ کس طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اگر واقف ہوتے تو
م نہیں خیال کر سکتے کہ وہ اور بھی کس قدر زیادہ حقارت اور
ت کی نظر سے ہم کو دیکھتے۔

ہم لوگ روپیہ خرچ کرنے میں مہذب قوموں سے بہت زیادہ
سول خرچ ہیں ہم کچھ روپیہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے ہمارے
راجات زندگی بسر کرنے کے اُن مہذب قوموں کے اخراجات سے
چھ کم نہیں ہیں۔ اگر ہم ہندوستان کے کسی نواب یا راجہ
مسلمان امیر یا متمول ہندو کے اخراجات کا تخمینہ کریں تو بلاشبہ
ذب قوم کے اُسی درجہ کے امیروں سے زیادہ نکلے گا مگر افسوس اس
آتا ہے کہ باوجود ان سب باتوں کے مہذب قوم کے لوگ فرشتوں
مانند صفائی اور لطافت اور خوبی سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔
۔ ہم مانند ایک میلے کچیلے جانور کے۔ بہت لوگوں کی یہ رائے

ہے کہ یورپ کی قوموں کی طبیعت میں ایک قدرتی صفائی اور لطافت ہے اور ایشیا کی قوموں کی طبیعتوں میں قدرتی کثافت اور غلاظت ہے یہ بھی ایک رائے ہے کہ ایشیا کی قوموں کی رسومات مذھبی ایسی ھیں جو انسان کی طبیعتوں کو کثافت کا عادی کر دیتی ھیں۔

مگر یہ رائیں کسی طرح تسلیم نہیں ھو سکتیں اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ انسان کے مہذب ھونے کے لیے آب و ھوا اور موقع ملک کو بہت بڑا دخل ہے مگر ایشیا کا ملک یا ھندوستان ایسا نہیں ہے جو وھاں کے باشندوں علی الخصوص مسلمانوں کو تہذیب میں ترقی کرنے کا مانع ھو۔ مذھب اسلام جب کہ وہ تعصبات اور توھمات سے جس نے ھندوستان میں اُس کو بہ نسبت اور ملکوں کے بھی زیادہ گھیر لیا ہے پاک و صاف ھو تو وہ انسان کے مہذب ھونے کا خود ذریعہ ہے چہ جائیکہ وہ خارج یا مزاھم ھو۔ اصل بات یہ ہے کہ تربیت اور عادت کو تہذیب میں بہت بڑا دخل ہے ھماری تربیت ایسے ناقص طریقہ پر ھوتی ہے جس کے سبب سے ھماری طبیعتوں میں صفائی اور نفاست نہیں رھتی۔

ابراھیم پاشا خدیو مصر کا بڑا بیٹا جب کہ چھوٹا تھا اُس کے باپ اسماعیل پاشا خدیو مصر نے یہ تدبیر سوچی کہ اُس کی پرورش یورپین عورتوں کے ذریعہ سے ھو تاکہ اُس کو بچپن ھی سے صفائی اور مہذب قوموں کی مانند زندگی بسر کرنے کی عادت پڑے۔ فی حقیقت میں یہ تدبیر نہایت عمدہ اور نہایت دانشمندی کی تھی چنانچہ اُس نے لنڈن سے ایک عورت کو جس کا نام اسلین لاٹ تھا اس کام کے لیے نوکر رکھ کر بلایا اور وہ چند روز ابراھیم پاشا پر نوکر رھی جب کہ وہ اپنے ملک میں واپس گئی تو اُس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ”حرم کیف (HARAM LIFE)“ رکھا ہے یعنی محل سرائے کی رھنے والی بیگمات کی زندگی بسر کرنے کا حال۔ ھم

س کتاب سے بالفعل مفصلہ ذیل مضمون منتخب کر کر لکھتے
یں اور آئندہ اور بھی لکھیں گے اور اُمید کرتے ھیں کہ ان حالات
سے ھمارے بھائیوں کو غیر قوم کے خیالات کا کچھ حال جو وہ ھماری
ندگی بسر کرنے کی نسبت رکھتے ھیں معلوم ھوگا ۔

وہ لکھتی ھے کہ ”جب میں محل سرائے میں داخل ھوئی تو
جھ کو ایک کمرہ رھنے کو ملا مگر اُس کمرہ کا سامان ایسا خراب
ھا جسے دیکھ کر مجھے کمال نفرت ھوئی وہ کمرہ خود بھی نہایت
چھوٹا اور خراب تھا اور کچھ بھی سامان اُس میں نہ تھا ۔ ھمارے
لک (یعنی لنڈن) کی اشراف بیبیوں کے ھاں جو عورتیں مزدوری
کرنے کو آتی ھیں وہ بھی ایسے کمرہ میں دو رات بھی بسر نہ
کریں گی ۔ اُس کمرہ میں نہ بیٹھنے کے لیے کوئی کرسی تھی اور نہ
لکھنے کے لیے کوئی میز تھی اور نہ کپڑا پہننے کے لیے کوئی علیحدہ
گہ تھی“ ۔

مذکورہ بالا تحریر سے یہ بات معلوم ھوگی کہ مہذب قوم کے
گ کم درجہ کے بھی اپنے رھنے کے کمرہ میں کن چیزوں کو
ند ضروری سمجھتے ھیں اور لکھنے اور پڑھنے کے سامان نہ ھونے
ے کیسا تعجب کرتے ھیں ۔

وہ لکھتی ھے کہ ”اُس کمرہ کے پلنگ کا بچھونا ایسا خراب
ر سخت مثل تخت کے تھا کہ ھمارے وطن (یعنی انگلینڈ) میں اگر
یت غریب گنوار کی چھوٹی سی جھونپڑی میں بھی ایسا بستر ھوتا
۔ اُس جھونپڑہ کی بے عزتی ھوتی ۔ مجھ کو اپنے وطن کے گھر کا
بال آتا اور خدیو مصر کے محل میں آنے کا نہایت ھی افسوس ھوتا ۔
دم یہی کہتی تھی کہ اگر نہ آتی تو بہتر ھوتا ۔

اُس کمرہ میں نہ تو کوئی سنگار میز تھی اور نہ اُن لوازمات
روری میں سے کوئی چیز تھی جو عورتوں کی خوابگاہ میں ھونی

چاهیے - پھول سجانے کے لیے کوئی گلدان تک نہ تھا "۔
مذکورہ بالا فقرہ سے تفاوت خیالات بخوبی واضح ھوتا ھے کہ مہذب قوم کے ادنٰی لوگ بھی جن چیزوں کو ضروری سمجھتے ھیں ھم کو اُن کا کبھی خیال بھی نہیں آتا -
وہ لکھتی ھے کہ "البتہ اُس کمرہ میں قالین بچھا ھوا تھا اور کھڑکی کے پاس مشجر سے منڈھی ھوئی ایک کوچ رکھی ھوئی تھی - سب سے بڑی عجیب چیز جو اُس میں تھی وہ کپڑے رکھنے کی دراز دار الماری فرانس کی بنی ھوئی تھی اور گویا یہ خاص میری خاطرداری کے لیے تھی کیونکہ روم اور مصر کی عورتیں پہننے کے کپڑے بخاریوں میں رکھتی ھیں جو دیواروں میں مثل طاق کے بنتی ھیں"۔
وہ لکھتی ھے کہ "بیگمات کے بیٹھنے کے دو کمرے تھے اُن میں نہایت عمدہ قالین بچھے ھوئے تھے مگر جا بجا سفید چربی کے داغ پڑے ھوئے تھے - سبب یہ تھا کہ بے تمیزی سے لونڈیاں ھاتھوں میں شمعیں جلا کر لیے ھوئے ادھر اُدھر پڑی پھرتی ھیں اور چربی کی بوندیں قالین پر ٹپکتی جاتی ھیں اور وھی بچھا رھتا ھے - دیواروں کے پاس مشجر کپڑے سے منڈھی ھوئیں کوچیں بچھی تھیں اور بیچ دیوار میں بہت بڑا آئینہ زمین سے چھت تک کا لگا ھوا تھا - چھت نقش و نگار سے آراستہ تھی - بیچ میں سنگ مرمر کی ایک میز جس کے پایوں پر گلٹ کا کام تھا رکھی ھوئی تھی اور اُس کے چاروں پایوں پر آٹھ آٹھ بتی کے چار جھاڑ چاندی کے جن میں سرخ رنگ کی فانوسیں چڑھی ھوئی تھیں رکھے ھوئے تھے - تمام مکان میں کوئی تصویر رکھی نہ تھی کچھ سامان بے ترتیب رکھا ھوا تھا اور بہت سی چیزیں وھاں نہ تھیں جن کی در حقیقت مکان کی آراستگی کے لیے ضرورت تھی - کافی رکھنے کی چھوٹی بقدر رکابی کے

ل میزوں پر سیپ کی پچی کاری بہت خوبصورت تھی مگر جو کہ
ری نظر میں اپنے وطن کے امیروں کے ڈرائینگ روم کی سجاوٹ
ر عمدگی سامان کی سمائی ہوئی تھی - اس لیے یہ سب چیزیں نہایت
یر معلوم ہوتی تھیں - غرضکہ محل سرائے کا یہ حال تھا کہ
ہیں کوئی چیز ہے اور کہیں نہیں ہے اور ایسا مکان معلوم ہوتا
ا کہ جیسا چاہیے ویسا آراستہ نہیں ہوا"۔

مجھے افسوس ہے کہ املین لاٹ نے ہندوستان میں آ کر کسی
دوستان کے نواب یا راجہ کی نوکری نہیں کی - اگر ہندوستان کی
، سراؤں کا حال دیکھتیں تو اور بھی زیادہ خوش ہوتیں -

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس زمانہ سے جس کا حال
ین لاٹ نے لکھا ہے مصر اب بہت زیادہ ترقی پر ہے اور یورپ سے
دہ اختلاط ہونے کے سبب تہذیب و شائستگی میں اس نے بہت
، کی ہے -